اِلہامی پیغام

مرقس کی اِنجیل

تفسیر

مُصنّف

جاناتھن ٹرنر

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

ناشرین:

آوازِ حق

۲۰۲۱

www.awazehaq.com

فہرستِ مضامین

باب	مضمون	صفحہ
۱	تمہید	۱
۲	آغازِ نَو	۷
۳	خوشی کا سبب بیٹا	۱۳
۴	میرے پیچھے چلے	۱۹
۵	ایک نئ تعلیم	۲۵
٦	گواہی	۳۱
۷	گناہوں سے معافی	۳۷
۸	گناہگاروں کوخوشخبری	۴۳
۹	سبت کا مالِک	۴۹
۱۰	خداوند کے ساتھ رفاقت	۵۵
۱۱	یِسُوع مسیح کا خاندان	٦۲
۱۲	پھل دار اور ناپھل دار زمین	٦۹
۱۳	بادشاہی کی تمثیلیں	۷٦
۱۴	ناپاک رُوحوں پر اختیار	۸۳

فہرستِ مضامین

باب	مضمون	صفحہ
۱۵	موت پر قوّت	۹۰
۱۶	ناصرۃ میں بے عزّتی	۹۶
۱۷	سالگرہ پر نذرانہ	۱۰۲
۱۸	بیابان میں ضیافت	۱۰۸
۱۹	پاک اور ناپاک	۱۱۴
۲۰	غیر مُلک میں معجزات	۱۲۰
۲۱	فریسیوں کے خمیر	۱۲۶
۲۲	صاف نظر	۱۳۲
۲۳	یِسُوع کی عظمت	۱۳۹
۲۴	اگر تُو کر سکتا ہے!	۱۴۵
۲۵	بڑا کون ہے؟	۱۵۱
۲۶	سخت دِلی	۱۵۷
۲۷	ہمیشہ کی زندگی	۱۶۳
۲۸	جلال اور خِدمت	۱۷۰

فہرستِ مضامین

باب مضمون صفحہ

باب	مضمون	صفحہ
۲۹	یِسُوع بادشاہ	۱۷۶
۳۰	ریا کاری	۱۸۲
۳۱	باغبانوں کے بارے میں تمثیل	۱۸۸
۳۲	دو پھنسنے والے سوال	۱۹۴
۳۳	اوّل حُکم	۲۰۰
۳۴	مسیح کون ہے؟	۲۰۶
۳۵	خاتمہ کے نشان	۲۱۲
۳۶	جاگتے رہو!	۲۱۸
۳۷	جو کچھ وہ کر سکی اُس نے کِیا	۲۲۴
۳۸	عہد کا خُون	۲۳۰
۳۹	جاگو اور دُعا کرو	۲۳۹
۴۰	کیا تُو مسیح ہے؟	۲۴۲
۴۱	مَیں اِس آدمی کو نہیں جانتا	۲۴۸
۴۲	وہ مصلُوب ہو	۲۵۴

فہرستِ مضامین

باب	مضمون	صفحہ
۴۳	چھوڑا گیا	۲۶۰
۴۴	خالی قبر	۲۶۷
۴۵	اِنجیل کی منادی کرو	۲۷۴

تمہید

پاک کلام میں لکھا ہے، ''ہر ایک صحِیفہ جو خُدا کے اِلہام سے ہے تعلِیم اور اِلزام اور اِصلاح اور راستبازی میں تربِیت کرنے کے لِئے فائِدہ مند بھی ہے تا کہ مردِ خُدا کامِل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لِئے بِالکل تیّار ہو جائے۔'' (۲۔ تِیمُتھِیُس ۳:۱۶۔۱۷)

''اِلہامی پیغام'' عُنوان کے تحت ہم آپ کی خدمت میں بائبل مُقدس کی مختلف کتابوں کی تفسیر پیش کرتے ہیں تا کہ نہ صِرف مسِیحی بلکہ غیر مسِیحی دوست بھی حکمت و زندگی سے بھرپور پاک کلام کو آسانی سے سمجھ کر خُدا کی نظر میں کامل و نیک بن سکیں۔ مگر آیئے سب سے پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ''اِلہام'' کیا ہے؟ اِلہام جس یونانی لفظ کا ترجمہ ہے، اُس کا مطلب ہے ''وہ جو خُدا کی طرف سے پُھونکا گیا''۔ یعنی جس طرح خُدا نے عملِ تخلیق کے وقت اِنسان کے نتھنوں میں اپنی رُوح پُھونکی تھی، اُسی طرح اُس نے پاک صحیفوں میں بھی اپنی تخلیقی رُوح پُھونک دی ہے۔ رُوحُ القُدس کی یہ سرگرمی ابتدائی کلیِسیا کے لِئے اِس بات کا ثبوت تھی کہ یہ صحیفے اِلہامی ہیں۔ خُدا نے اپنے پاک رُوح کے وسیلے سے اپنا کلام اِنسانی لفظوں میں پُھونک دیا۔ اِسی ٹھوس حقیقت پر مسِیحی کلیِسیا نے ہمیشہ دعویٰ کِیا کہ بائبل مُقدس ایک اِلہامی کتاب ہے، یعنی اُس کا منبع و

سرچشمہ خُدا ہے۔ تو آیئے، ہم بائبل مُقدس میں سے مرقس کی اِنجیل کی تفسیر پر غور کریں:

پہلا باب

تمہید

زمین سے آسمان پر اُٹھائے جانے سے کچھ ہی دیر پہلے مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو بتایا، ''... آسمان اور زمین کا کُل اِختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور رُوح القُدس کے نام سے بپتسمہ دو، اور اُن کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا مَیں نے تم کو حکم دیا۔ اور دیکھو مَیں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔''
(متی ۲۸:۱۸-۲۰)

مسیح کے شاگردوں نے اپنے اُستاد اور خداوند کی اِس ہدایت پر بڑی سنجید گی سے عمل کِیا، اور مسیح کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے یروشلیم میں ہی رہے جب تک کہ رُوح القُدس کی قوت اُن پر نازل نہ ہوئی۔ اور جب پاک رُوح کی طاقت و قوت اُن پر نازل ہوئی تو وہ بڑی دلیری و جُرات سے چاروں طرف پرچار کرنے لگے کہ خداوند یسوع مسیح ہی نجات دہندہ ہے جس کے وسیلے سے خدا بنی نوع اِنسان کو اُن کے گناہوں سے چھٹکارا دیتا ہے۔

شاگردوں کی تبلیغ و پرچار کے آغاز سے ہی ہزاروں لوگ مسیح کے پیروکار بن گئے بلکہ صرف پہلے ہی دِن پندرہ مختلف مُلکوں اور صُوبوں سے لوگوں نے نجات کا پیغام سُن کر شاگردوں کے ہاتھوں بپتسمہ لیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں یروشلیم

میں بپتسمہ لینے والوں کی تعداد پانچ ہزار ہو گئی (اعمال ۴:۴)۔ پہلے ہر نیا مسیح کا پیرو کار یہودی تھا۔

شروع میں لوگوں کے دِل میں اِس نئے اِیمان و تعلیم کے بارے میں بڑی عزت و احترام تھا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ مذہبی رہنماؤں کے ورغلانے اور بھکانے سے اُن کا رویہ تبدیل ہونے لگا اور وہ مسیح کے پیرو کاروں پر ظلم و اذیت برپا کرنے لگے۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ظلم و اذیت کی ایک وجہ مسیح کی تعلیم تھی جس کا وہ سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یوحنا رسول اِس بارے میں کہتا ہے، ''...جو کوئی بدی کرتا ہے وہ نُور سے دُشمنی رکھتا ہے اور نُور کے پاس نہیں آتا۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کے کاموں پر ملامت کی جائے۔'' (یوحنا ۲۰:۳) مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا، ''اگر دُنیا تم سے عداوت رکھتی ہے تو تم جانتے ہو کہ اُس نے تم سے پہلے مجھ سے بھی عداوت رکھی ہے۔ اگر تم دُنیا کے ہوتے تو دُنیا اپنوں کو عزیز رکھتی لیکن چونکہ تم دُنیا کے نہیں بلکہ مَیں نے تم کو دُنیا سے چُن لیا ہے اِس واسطے دُنیا تم سے عداوت رکھتی ہے۔ جو بات مَیں نے تم سے کہی تھی اُسے یاد رکھو کہ نوکر اپنے مالِک سے بڑا نہیں ہوتا۔ اگر اُنہوں نے مجھے ستایا تو تمہیں بھی ستائینگے...'' (یوحنا ۱۸:۱۵-۲۰)

ظلم و اذیت سے دو نتائج برآمد ہوئے۔ پہلا یہ کہ مسیح کے بہت سے پیروکار یروشلیم سے بھاگ گئے۔ بائبل مُقدس میں قلمبند ہے کہ کچھ مُدت کے لئے رسولوں کے سِوا کوئی بھی اِیماندار یروشلیم میں نہ رہا (اعمال ۱:۸)۔

دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کے پیروکاروں کے وسیلہ سے یہ نیا اِیمان اَور بھی زیادہ

تیزی سے پھیلنے لگا۔ جو یروشلیم سے نکل آئے تھے، اُنہوں نے جہاں جہاں بھی وہ گئے مسیح کے بارے میں بتایا۔ بلکہ کچھ نے تو اُن لوگوں کو بھی مسیح کے وسیلہ سے گناہوں سے نجات بارے بتایا جو یہودی نہیں تھے۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت بڑی تعداد میں یہودی اور غیر یہودی انطاکیہ، شام میں مسیح کی پیروی کرنے لگے (اعمال ۱۱:۱۹-۲۱)۔

کچھ سال بعد جب یروشلیم میں کلیسیا یعنی خدا کے لوگ پھر سے مضبوط ہونے لگے تو ایک بار پھر ظلم و اذیت کا بازار گرم ہو گیا۔ مگر اِس بار کلیسیا کے ممبرز نہیں بلکہ حکومتی اِختیار والوں نے رسولوں کو نشانہ بنایا جن کو مسیح نے مُقرر کِیا تھا کہ اُس کا پیغام دُنیا کے کونے کونے میں پہنچائیں۔ ہیرودیس بادشاہ نے یوحنا کے بھائی یعقوب کو تلوار سے قتل کر دیا، اور جب اُس نے دیکھا کہ لوگ اِس سے خوش ہوئے ہیں تو اُس نے مسیح کے شاگرد پطرس کو بھی قتل کرنے کے اِرادے سے گرفتار کر لیا۔ مگر خدا نے اُسے معجزانہ طور پر جیل سے چُھڑا لیا اور پطرس ہلاکت سے بچ گیا، اَب لازم تھا کہ وہ بادشاہ کی نظروں سے چھپ جائے (اعمال ۱۲:۱-۱۷)۔

اِن تمام حالات نے کلیسیا کو بہت زیادہ مشکل میں ڈال دیا۔ یروشلیم سے دُور دراز علاقوں میں بکھرے ہوئے مسیح کے نئے پیروکاروں کو کیسے تعلیم دی جائے اور کیسے مسیحی زندگی کے بارے میں سِکھایا جائے، جن میں سے بیشتر مسیح کی شخصی زندگی اور کام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے؟ اِسقدر زیادہ تعداد اور دُور دراز علاقوں میں بسنے کے مسائل کے علاوہ مسیح کے حالات و واقعات کے چشم

دِید گواہ یعقوب کی موت نے واضح کر دیا کہ جو مسیح اور اُس کی تعلیم کو خوب اچھی طرح سے جانتے تھے، وہ زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہیں گے۔ اَب سوال یہ تھا کہ کلیسیا کیسے مسیح کی تعلیم اور ہدایات کو محفوظ و تازہ رکھے جبکہ چشم دِید گواہ نہیں رہے؟

اِس مسئلہ کا حل یہ تھا کہ مسیح کی تعلیم کو قلمبند کِیا جائے۔ اِس بارے میں لوقا رسول لکھتا ہے، ''چونکہ بہتوں نے اِس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں اُن کو ترتیب وار بیان کریں، جیسا کہ اُنہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادِم تھے اُن کو ہم تک پہنچایا۔'' (لوقا ۱:۱۔۲) بائبل مُقدس ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ پطرس رسول، ہیرودیس بادشاہ سے بھاگ کر کہاں گیا۔ فلسطین میں جہاں جہاں ہیرودیس کی حکمرانی تھی وہ وہاں محفوظ نہیں تھا۔ اگرچہ ہم وثوق سے کہہ نہیں سکتے مگر کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ سفر کرتے کرتے رُوم چلا گیا اور ہیرودیس کی موت تک وہیں رہا۔ کیونکہ پطرس رسول کو یونانی زبان پر عبور حاصل نہیں تھا، شائد اِسی لئے اُس نے مرقس نامی نوجوان کو اپنے ساتھ لیا تاکہ وہ ترجمہ کر سکے۔ رُوم میں مسیح کے پیروکاروں نے مرقس سے کہا کہ وہ اُن کے لئے پطرس کی تعلیم کو لکھ کر محفوظ کر لے، اور پطرس نے مرقس کو ایسا ہی کرنے کی اِجازت دی۔ ہیرودیس بادشاہ کی وفات کے بعد پطرس اور مرقس، یروشلیم کو واپس آئے۔ وہاں سے پولس رسول، برنباس اور مرقس کو ساتھ لے کر انطاکیہ، شام میں آیا۔ مرقس نے پولس اور برنباس کے ساتھ پہلے تبلیغی سفر میں ساتھ دیا (اعمال ۱۲:۲۵، ۱۳:۵)۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب پطرس موت کے قریب تھا تو اُس نے مسیح کے پیروکاروں کو اپنے خط میں کہا، ''پس مَیں ایسی کوشش کروں گا کہ میرے اِنتقال کے بعد تم اِن باتوں کو ہمیشہ یاد رکھ سکو۔'' (۲-پطرس۱:۱۵) اِس کی روشنی میں یوں لگتا ہے کہ پطرس نے مرقس کو حوصلہ دیا کہ وہ خدا کے کلام کو جو اُس کے وسیلہ سے پاک رُوح کی قدرت سے نازل ہوتا ہے ترتیب دے کر لکھ لے۔ کلیسیا سے روایت ہے کہ پطرس، پولس اور برنباس کے ساتھ خدمت کا کام کرنے کے علاوہ، مرقس نے مِصر کا سفر کِیا تاکہ وہاں لوگوں کو مسیح کے بارے میں خوشخبری سُنا سکے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ مِصر کے شہر اِسکندریہ میں تھا تو اُس نے جو کچھ بھی لکھا اُس کو آخری شکل دی، اور بائبل مُقدس میں مرقس کی اِنجیل خدا کے پاک رُوح کی تحریک سے مرقس کی کوششوں اور کاوشوں کی بدولت آج ہمارے سامنے موجود ہے۔

متی رسول نے مسیح کی زندگی کے حالات و واقعات کو خدا کے رُوح کی تحریک سے مامُور ہو کر یہودی پس منظر رکھنے والے لوگوں کے لئے، اور مرقس نے غیر یہودی لوگوں کے لئے لکھا۔ اُس نے اپنے پڑھنے والوں کو یہودی رسم و رواج اور تصورات سے آگاہ کِیا۔ اُس کی زبان فصیح و نفیس نہیں ہے۔ اُس نے گلی محلے اور مارکیٹ میں کام کرنے والے ایک عام آدمی کے لئے لکھا۔ اگرچہ اُس نے مسیح کی اُن باتوں کو قلمبند کِیا جو سکھائی یا جن کی تعلیم دی، مرقس نے مشکل فلسفیانہ سوچ و انداز کو چھوڑ کر اِس بات کو مرکز و بُنیاد بنایا کہ مسیح نے کیا کِیا۔ اُس نے مسیح یسوع کو ایک ایسے نمونے کے طور پر پیش کِیا جس کی ہم سب کو

لازمی پیروی کرنا چاہیے تا کہ ہماری زندگی اور مزاج اُس کے مطابق ہو۔
مرقس نے مسیح کی زندگی کے حالات و واقعات کو اُس طرح پیش نہیں کِیا جس طرح حقیقت میں ہوئے بلکہ اُس کی کتاب مسیح کی تعلیم کے گرد گھومتی ہے کہ کِس طرح دوسروں کی بے لوث خدمت کی جائے، یعنی کہ مسیح نے اِنسانی خدمت کے اعلیٰ ترین معیار کے بارے میں فرمایا، ''... جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادِم بنے، اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ سب کا غلام بنے۔'' (مرقس ۱۰:۴۳-۴۴)
مختصر یہ کہ مرقس نے اپنی تحریر سے واضح کِیا کہ خواہ ہمارا تعلق کِسی بھی تہذیب و تمدن، ذات پات، رنگ و نسل، عہدے و رُتبے سے کیوں نہ ہو مسیح کا پیغام ہر ایک کے لئے ہے۔

دُوسراباب

آغازِ نَو

(مرقس۱:۱-۸)

بائبل مُقدس ہمیں بتاتی ہے کہ ''خدا نے اِبتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کِیا۔'' (پیدایش ۱:۱) تخلیق کا کام ختم کرنے کے بعد، ''...خدا نے سب پر جو اُس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ بہت اچھا ہے...'' (پیدایش ۱:۳۱) مگر بدقسمتی سے جلد ہی اِنسان نے خدا کی اِس خوبصورت تخلیق کو تباہ و برباد کر دیا۔ گناہ کے سبب سے دُنیا میں موت، دُکھ، تکلیف اور تباہی آئی۔

اگر خدا چاہتا تو بنی نوع اِنسان کے ساتھ ساتھ وہ سب کچھ بھی نیست و نابود کر دیتا جس کو اِنسان نے اپنی باغیانہ روِش اور گمراہی سے بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ مگر خدا نے ایسا نہیں کِیا بلکہ اِنسان سے اپنے بے پناہ پیار سے مجبور ہو کر اُس نے ہمارے لئے اِلٰہی نور کی ایک نئی کِرن، حق و سچائی کی نئی راہ دِکھائی۔ مرقس اپنے نام سے منسُوب اِنجیل کا آغاز کچھ یوں کرتا ہے، ''یسوع مسیح اِبنِ خدا کی خوشخبری کا شروع۔'' (مرقس۱:۱) یہ نہایت مناسب ہے کہ مرقس اپنی کتاب کا آغاز جو خدا کے پاک رُوح کی تحریک سے لکھی گئی اِس طرح سے کرے کیونکہ خدا نے بنی نوع اِنسان کو اُمید کی جو نئی کِرن دِکھائی ہے وہ یسوع مسیح کی شخصیت کے گِرد ہی گھومتی ہے۔

مگر سوال ہے کہ کون ہے یہ ہستی جس کے وسیلہ سے خدا نے ہمیں اُمید کی نئی کرِن اور حق و سچائی کی راہ دِکھائی ہے؟ اُس کا نام ہے یسوع۔ یسوع کا مطلب ہے ''خدا کی نجات'' کیونکہ یہ یسوع ہی ہے جس کے وسیلہ سے خدا ہم سب کو ہمارے گناہوں سے نجات دیتا ہے۔

یسوع صرف خدا کی طرف سے نجات دہندہ بن کر نہیں آیا بلکہ مرقس دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسیح بھی ہے۔ مسیح اُس کا کوئی خاندانی نام نہیں بلکہ اُس کا خطاب ہے۔ اِس کا مطلب ہے ''مَسح کِیا گیا۔'' یہودی رسم و رواج کے مطابق نبیوں، کاہنوں اور بادشاہوں کو اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے پاک تیل سے مَسح کِیا جاتا تھا۔ ہم دوسرے کئی صحائف سے بھی جانتے ہیں کہ خدا نے مسیح یسوع کو نبی، کاہن اور بادشاہ ہونے کے لئے مَسح کِیا۔ یسوع خدا کا نبی ہے کیونکہ اُس نے خدا کا پیغام براہِ راست خدا سے حاصِل کِیا اور دُنیا کے سامنے خدا کی طرف سے بولتا رہا (یوحنا ۱۴: ۴۹-۵۰)۔ خدا نے یسوع مسیح کو سردار کاہن کے عہدے پر مُقرر کِیا تاکہ بنی نوع اِنسان کے گناہوں کی خاطر حتمی و آخری عظیم قربانی پیش کرے (عبرانیوں ۱۰: ۱۱-۱۲)۔ یسوع مسیح بادشاہ ہے کیونکہ خدا نے آسمان و زمین کا کُل اِختیار اُسے بخشا (متی ۲۸: ۱۸)۔ خدا نے اُسے پاک تیل کی بجائے اپنے پاک رُوح اور قدرت سے مَسح کِیا (اعمال ۱۰: ۳۷-۳۸)۔

مرقس نے نہ صرف مسیح یسوع کو نجات دہندہ بلکہ اُس کو خدا کا بیٹا بھی کہا۔ مگر سوال یہ ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا کیسے ہو گیا؟ وہ واضح طور پر جسم اور خون رکھتا تھا جبکہ خدا رُوح ہے تو جسمانی، رُوحانی کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ یقیناً مرقس، مسیح

یسوع کو جسمانی طور پر خدا کا بیٹا نہیں کہہ رہا۔ درحقیقت پاک صحائف نے کبھی بھی مسیح کو جسمانی بیٹا نہیں کہا، بلکہ پاک کلام میں لفظ ''بیٹا'' مسیح کا خدا کے ساتھ روحانی رشتے کے لئے اِستعمال ہوا ہے کہ وہ خدا کے ''... جلال کا پرتَو اور اُس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔'' (عبرانیوں ۱:۳) پاک صحائف یہ بھی کہتے ہیں، ''وہ اندیکھے خدا کی صُورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مولُود ہے، کیونکہ اُسی میں سب چیزیں پیدا کی گئیں۔ آسمان کی ہوں یا زمین کی۔ دیکھی ہوں یا اندیکھی۔...'' (کلسیوں ۱:۱۵-۱۶) مسیح یسوع نے خدا کی سیرت و کردار اور خصُوصیات کا اِس کاملیت سے مظاہرہ کِیا کہ وہ اپنے بارے میں پورے اعتماد و یقین کے ساتھ کہہ سکا کہ ''... جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ (یعنی خدا) کو دیکھا۔ ...'' (یوحنا ۱۴:۹) اِسی لئے نہایت مُناسب ہے کہ مسیح یسوع کو خدا کا بیٹا کہا جائے۔

یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ مسیح کا کوئی جسمانی باپ نہیں تھا، اِسی لئے بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا اُس کا باپ ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ مرقس کی اِنجیل پر مُشتمل پیغام کو خوشخبری کیوں کہتے ہیں؟ اِس لئے کہ یہ خوشخبری ہے کیونکہ بنی نوع اِنسان مسیح کے وسیلہ سے نجات پا کر نئی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔ ہم مسیح یسوع کی زندگی، موت، دفن ہونے اور مُردوں میں جی اُٹھنے کے وسیلہ سے اپنے گناہوں کے نتائج سے ہمیشہ کے لئے چُھٹکارا پا سکتے ہیں، جیسا کہ پطرس رسول نے اپنے زمانے کے مذہبی رہنماؤں سے کہا، ''اور کِسی دوسرے کے وسیلہ سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے

آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں۔'' (اعمال ۴:۱۲) وہ جو گناہوں کے بُوجھ تلے دبے ہوئے ہیں اُن کے لئے یقیناً یہ خوشخبری ہے کہ مسیح اُن کو نجات دے سکتا ہے۔

یہ عظیم خوشخبری ہم تک کیسے پہنچی؟ پہلے باب کی آیت ۲ سے ۸ میں مرقس لکھتا ہے، ''جیسا یسعیاہ نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ دیکھ مَیں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کرے گا۔ بیابان میں پُکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔ اُس کے راستے سیدھے بناوٴ۔ یوحنا آیا اور بیابان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی مُنادی کرتا تھا۔ اور یہودیہ کے مُلک کے سب لوگ اور یروشلیم کے سب رہنے والے نکل کر اُس کے پاس گئے اور اُنہوں نے اپنے گناہوں کا اِقرار کر کے دریایِ یردن میں اُس سے بپتسمہ لیا۔ اور یوحنا اُونٹ کے بالوں کا لِباس پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا اور ٹِڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا اور یہ مُنادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ مَیں اِس لائق نہیں کہ جُھک کر اُس کی جُوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ مَیں نے تو تم کو پانی سے بپتسمہ دیا مگر وہ تم کو رُوح اُلقدس سے بپتسمہ دے گا۔''

یوحنا نے مسیح کی راہ دو اہم طریقے سے تیار کی۔ پہلی کہ وہ لوگوں کو بپتسمہ دیتا تھا۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ وہ اُن کو پانی میں مکمل طور پر ڈِبو دیتا تھا۔ یہودی لوگوں میں ہزاروں سال سے اپنے آپ کو پاک صاف کرنے کی رسم چلی آ رہی تھی۔ مثال کے طور پر یروشلیم میں عبادت و پرستش کرنے سے پہلے وہ پانی

میں ڈوب کر غُسل کرتے اور اپنے آپ کو پاک صاف کرتے تھے۔ مگر جو بپتسمہ یوحنا دیتا تھا وہ اِس سے بالکل مختلف تھا، یعنی اپنے آپ کو خود سے پانی میں ڈبونے کی بجائے یوحنا اُن کو ڈِبو کر پانی سے نکالتا تھا۔ اِس طرح وہ لوگوں کو یہ سِکھانا چاہتا تھا کہ نجات ہم خود اپنی کوشش سے حاصل نہیں کر سکتے۔ نجات ہمارے لئے باہر سے آتی ہے۔

اِس کے علاوہ یوحنا نے پہلی بار اپنے آپ کو پاک صاف کرنے کی رسم کو موت کے ساتھ اِکٹھا کِیا۔ یہ یونانی لفظ ''بپتسمہ'' ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ یونانی لوگ اِس لفظ کو ڈوبنے یا سمندری جہاز کو سمندر کی لہروں کے نِگل جانے کے لئے اِستعمال کرتے تھے۔ موت کے ساتھ یہ شراکت یوحنا کے بپتسمہ دینے کے مقصد کو اُجاگر کرتی ہے۔ یہ توبہ اور گناہوں سے معافی کا بپتسمہ تھا۔ توبہ کا مطلب ہے کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں اُس سے ہٹ کر دوسری طرف مُڑ جانا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہمارے گناہ معاف کرے تو ہم توبہ کرنے کے بعد پھر سے گناہ کی زندگی نہیں گزار سکتے۔ ہمارا فرض ہے کہ جو پہلے کرتے تھے اُس طرزِ زندگی سے ہمیشہ کے لئے منہ موڑ لیں۔ جِنھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے یوحنا سے بپتسمہ لیا وہ کھلے دِل سے مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

یوحنا نے مسیح کی راہ دوسری اِس طرح سے تیار کی کہ اُس نے لوگوں کو مسیح کی آمد کے لئے تیار کِیا، اور دعوے سے اعلان کِیا کہ مسیح یسوع آ رہا ہے۔ بِلاشبہ یوحنا اُس وقت کے مطابق عظیم تھا مگر وہ بتانا چاہتا تھا کہ اُس سے عظیم تر اپنا

چہرہ دِکھانے والا ہے۔ کئی سو سال سے خدا کے نبی یہ اعلان اور دعویٰ کرتے چلے آ رہے تھے کہ نجات دہندہ آنے والا ہے۔ مگر اُن کی پیشین گوئیاں دُور کے کِسی زمانے اور وقت کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ مگر یوحنا نے دعویٰ اور اعلان کِیا کہ وہ نجات دہندہ جس کی صدیوں پہلے پیشین گوئی کی گئی تھی بس دروازہ پر کھڑا ہے یعنی آنے ہی والا ہے۔ یقیناً یوحنا کا یہ پیغام بہت سے لوگوں کے لئے اُمید کی نئی کرن بن کر آیا۔ اِس سے اُن کے دِل میں تمنا جاگی کہ جب مسیح آئے تو وہ اُس کی سُنیں۔ یوحنا رسول، مسیح کے تبلیغی سفر کے آخری دِنوں کا ذِکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مسیح، "... پھر یردن کے پار اُس جگہ چلا گیا جہاں یوحنا پہلے بپتسمہ دیا کرتا تھا اور وہیں رہا۔ اور بُہتیرے اُس کے پاس آئے اور کہتے تھے کہ یوحنا نے کوئی معجزہ نہیں دِکھایا مگر جو کچھ یوحنا نے اِس کے حق میں کہا تھا وہ سچ تھا۔ اور وہاں بُہتیرے اُس پر اِیمان لائے۔" (یوحنا ۱۰:۴۰۔۴۲)

تیسرا باب

خوشی کا سبب بیٹا

(مرقس ۱:۹-۱۳)

ہم کیسے جان سکتے ہیں کہ جس شخص کو کِسی خاص عہدے کے لئے چُنا گیا ہے وہ اُس کا اہل بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہم سوچ رہے ہیں کہ کِسی کو ملازمت دیں تو کیسے بھروسہ کریں کہ وہ واقعی اِس قابل ہے؟ بہت سارے ایسے عہدے یا نوکریاں ہوتی ہیں جن کے لئے ہمیں کوئی تحریری ثبوت یا ڈگری چاہیے ہوتی ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ مَیں انجینئر ہوں تو لازم ہے کہ ہم اُس کی ڈگری یا سرٹیفکیٹ دیکھیں جس سے پتہ چلے گا کہ واقعی اُس نے انجینئرنگ کا اِمتحان پاس کِیا ہُوا ہے۔ اِس کے علاوہ ہم اُس کا کِردار و سیرت بھی دیکھیں گے۔ مثال کے طور پر ایک شخص بہت ہی اعلیٰ اکاؤنٹینٹ ہے اور اُس کے پاس تمام ڈگریاں اور سرٹیفکیٹ بھی ہیں مگر ہم اپنا بزنس اکاؤنٹ اُس کے حوالے نہیں کریں گے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ چور ہے۔

اِسی طرح کے حالات کا رُوحانی مسائل میں بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اپنی رُوح کو کِسی ایسی ہستی کے حوالے کر دیں جو اہل و قابل ہی نہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ مسیح یسوع کے پاس کیا اہلیت و قابلیت ہے کہ ہم اُس پر اِیمان لائیں؟ اِلہامی اِنجیل میں جو مرقس کے نام ہی سے منسُوب ہے،

مرقس دعوے سے کہتا ہے کہ مسیح نجات دہندہ اور خدا کا بیٹا ہے۔ شائد آپ سوچیں کہ مرقس کے پاس کیا ثبوت و شواہد ہیں جن کی روشنی میں وہ اِتنا بڑا دعویٰ کرتا ہے؟ پہلے باب کی آیت ۹ سے ۱۳ تک وہ لکھتا ہے، ''اور اُن دِنوں ایسا ہُوا کہ یسوع نے گلیل کے ناصرۃ سے آ کر یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا۔ اور جب وہ پانی سے نکل کر اُوپر آیا تو فی الفُور اُس نے آسمان کو پھٹتے اور رُوح کو کبوتر کی مانند اپنے اُوپر اُترتے دیکھا۔ اور آسمان سے آواز آئی کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے مَیں خوش ہوں۔ اور فی الفُور رُوح نے اُسے بیابان میں بھیج دیا۔ اور وہ بیابان میں چالیس دِن تک شیطان سے آزمایا گیا اور جنگلی جانوروں کے ساتھ رہا کِیا اور فرشتے اُس کی خدمت کرتے رہے۔'' (مرقس ۱:۹-۱۳)

بائبل مُقدس کے اِس حوالے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح نے خود سے اپنے آپ کو اِس عہدے پر نہیں بِٹھایا، اور نہ ہی اُس نے اپنے ساتھ کوئی ایسا لقب یا خطاب لگانے کا دعویٰ کِیا جو اُس کا نہیں۔ مسیح کے بپتسمہ کے وقت خدا نے دو ایسے ثبوت مُہیا کِئے جن سے اِس کی تصدیق ہوتی ہے۔ پہلا یہ کہ آسمان پھٹ گیا اور رُوح کبوتر کی مانند اُس پر آ کر ٹھہر گیا۔ یسعیاہ نبی کی دِلی خواہش تھی کہ خدا اُس زمانے کے لوگوں پر اپنے آپ کو ظاہر کرے۔ اُس نے فرمایا، ''کاش کہ تُو آسمان کو پھاڑے اور اُتر آئے...'' (یسعیاہ ۶۴:۱) خدا نے مسیح کے بپتسمہ کے وقت بالکل ایسا ہی کِیا۔ اُس نے آسمان کو پھاڑا اور اُس کی رُوح مسیح پر آ کر ٹھہر گئی۔ بعد میں مسیح یسوع اِس قابل ہُوا کہ کہہ سکے اُس نے یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی کو مکمل کر دیا ہے۔ جیسا کہ لوقا کی اِنجیل میں لکھا ہے، ''خداوند کا

رُوح مجھ پر ہے۔ اِس لئے کہ اُس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مَسح کِیا۔ ...'' (لوقا ۴:۱۸)
آسمان سے اپنی پاک رُوح اُتار کر خدا نے مسیح یسوع کو دُنیا کے سامنے کھلم کھلا دیئے گئے عہدے و رُتبے کے لئے مَسح کر دیا۔ بعد میں پطرس رسول نے اِس بارے میں کہا، ''اُس بات کو تم جانتے ہو جو یوحنا کے بپتسمہ کی مُنادی کے بعد گلیل سے شروع ہو کر تمام یہودیہ میں مشہور ہو گئی کہ خدا نے یسوع ناصری کو رُوح اُلقدس اور قدرت سے کِس طرح مَسح کِیا۔ ...'' (اعمال ۱۰:۳۷-۳۸)
دوسرا ثبوت جو مسیح کے عہدے و رُتبے کی تصدیق کرتا ہے یہ ہے کہ بپتسمہ کے وقت آسمان سے آواز آئی۔ خدا نے نہ صرف یہ کہا کہ وہ مسیح سے خوش ہے بلکہ اُس نے اِس حقیقت کی بھی تصدیق کی کہ یہ اُس کا پیارا بیٹا ہے۔ اِس طرح ۲ زبور کی ۷ آیت میں درج پیشین گوئی کی تکمیل ہو گئ، ''مَیں اُس فرمان کو بیان کروں گا۔ خداوند نے مجھ سے کہا تُو میرا بیٹا ہے۔ آج تُو مجھ سے پیدا ہُوا۔'' (زبور ۲:۷)
بہت سے لوگ مسیح کے اِس لقب ''خدا کا بیٹا'' سے خوش نہیں ہیں۔ یہ لقب خود خدا نے مسیح کو دیا ہے اور اُسے اپنا بیٹا کہہ کر مخاطب کِیا۔ اَب اگر خدا کِسی کو اپنا بیٹا کہتا ہے کہ تو ہم اعتراض کرنے والے کون ہیں؟
اِس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں لازم ہے کہ ایک ضروری سوال کا جواب دے دیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذِکر کِیا کہ مرقس نے اپنی اِنجیل میں لکھا کہ یوحنا کا بپتسمہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کا بپتسمہ تھا (مرقس ۱:۴)۔ پاک صحائف

میں صاف اور واضح طور پر لکھا ہے کہ مسیح نے کبھی گناہ نہیں کِیا یعنی وہ معصوم و پاک ہیں۔ اگر اُن سے گناہ سَرزد ہُوا ہوتا تو وہ کبھی ہمارا نجات دہندہ نہ بن سکتے۔ مگر اَب سوال یہ ہے کہ پھر اُنہوں نے یوحنا سے بپتسمہ کیوں لیا؟ اِس کا ایک جواب یہ ہے کہ یوحنا کا بپتسمہ توبہ کے لئے تھا۔ توبہ یعنی اپنے فعل و حرکت سے پلٹ جانا یا مُڑ جانا۔ بپتسمہ لینے سے مسیح نے کھلم کھلا سب کے سامنے یہ دِکھا دیا کہ وہ اپنے ماضی یعنی پچھلی زندگی سے منہ موڑ کر خدا کے عطا کردہ نئے مشن و کام کو اَنجام دینے کے لئے تیار ہیں جس کے لئے خدا نے اُنہیں مَسح کِیا ہے۔ اپنے بپتسمہ سے مسیح نے اپنی سابقہ بڑھئی کی زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا، اور خدا کی مرضی اور اِرادے کے مطابق نئی زندگی کا جلالی سفر شروع کِیا۔

خدا کی مرضی و اِرادے پر چلنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اَب ہماری زندگی میں تکلیفیں، پریشانیاں اور مُصیبتیں نہیں آئیں گی۔ نہ خدا کی رُوح سے بھر جانے سے ہم بُرائی اور گناہ کا سامنا نہیں کر پائیں گے۔ غور فرمایئے کہ جونہی مسیح نے بپتسمہ لیا تو رُوح اُن کو بیابان میں لے گیا جہاں شیطان نے چالیس دِن تک اُنہیں مختلف آزمائشوں میں اُلجھائے رکھا۔ خدا کے پیارے بندے موسیٰ کے زمانے میں خدا نے بنی اِسرائیل کو اپنا بیٹا کہا (خروج ۴:۲۲)۔ موسیٰ کی رہنمائی میں بنی اِسرائیل بیابان میں چالیس سال تک بھٹکتے رہے۔ خدا کا ایک مقصد یہ تھا کہ اُن کو آزمائشوں سے گزار کر اِیمان کی پختگی و مضبوطی سے مالا مال کرے، ”اور تُو اُس سارے طریق کو یاد رکھنا جس پر چالیس برسوں میں خداوند تیرے خدا

نے تجھ کو اِس بیابان میں چلایا تا کہ وہ تجھ کو عاجز کر کے آزمائے اور تیرے دِل کی بات دریافت کرے کہ تُو اُس کے حُکموں کو مانے گا یا نہیں۔'' (اِستثنا ۲:۸) خدا کا بیٹا بنی اِسرائیل اِس اِلٰہی آزمائش میں ناکام رہا مگر خدا کا بیٹا مسیح اپنی اِلٰہی آزمائش میں کامیاب رہا۔

اَب سوال یہ ہے کہ خدا نے اپنے بیٹے کو اِس طرح آزمائش میں کیوں ڈالا؟ یہ نہایت ضروری تھا کہ زمین پر بنی نو اِنسان کو گناہوں سے ابدی چھٹکارے کا نجات بخش کام شروع کرنے سے پہلے خدا اپنے بیٹے مسیح کو تیار کرے۔ بائبل مُقدس میں عبرانیوں کی کتاب میں مسیح کے بارے میں لکھا ہے، ''اور باوجُود بیٹا ہونے کے اُس نے دُکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی اور کامِل بن کر اپنے سب فرمانبرداروں کے لئے ابدی نجات کا باعث ہُوا۔'' (عبرانیوں ۵:۸-۹)

مرقس زیادہ تفصیل سے اِس کا ذِکر نہیں کرتا مگر دوسرے کئی مقامات پر بالکل واضح ہے کہ ایک سوال جو شیطان نے مسیح سے پوچھا یہ تھا کہ کیا وہ واقعی خدا کا بیٹا ہے؟ اُس نے مسیح سے کہا کہ اگر وہ درحقیقت خدا کا بیٹا ہے تو معجزات کر کے اِس کا ثبوت دے مگر مسیح نے ایسا کرنے سے اِنکار کر دیا۔ لیکن بعد میں اُنہوں نے اپنی اُلوہیت کو ثابت کرنے کے لئے کہ وہ واقعی خدا کی طرف سے ہیں مختلف معجزات کِئے۔ مگر شیطان کے کہنے پر نہیں بلکہ اپنے خدا کی مرضی اور تابعداری کو محسوس کرتے ہوئے خدا کا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا۔

شیطان کی ہر آزمائش پر مسیح پاک صحائف کے حوالے دے کر غالب آئے۔ اِس سے ہمیں مسیح کی سیرت و کردار کا پتہ چلتا ہے۔ خدا کا پاک کلام اُس کے اندر

اِس قدر رچ بس چُکا تھا کہ وہ زندگی کی ہر آزمائش کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکتا تھا۔ آج اگر ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ہم دُکھ مُصیبت کی گھڑی میں اِس لئے ثابت قدم نہیں رہتے کہ ہم نے خدا کے کلام کو اپنے اندر اُس طرح نہیں بسایا جس طرح مسیح کے اندر رچا بسا تھا۔

مرقس اِنجیلِ مُقدس میں خدا کی تحریک سے لکھتا ہے، مسیح "... بیابان میں چالیس دِن تک شیطان سے آزمایا گیا اور جنگلی جانوروں کے ساتھ رہا کِیا اور فرشتے اُس کی خدمت کرتے تھے۔" (مرقس ۱:۱۳)

مسیح کے بپتسمہ کے موقع پر خدا نے اُسے بادشاہ ہونے کے لئے مَسح کِیا۔ بعد میں مسیح نے فرمایا، "... آسمان اور زمین کا کُل اِختیار مجھے دیا گیا ہے۔" (متی ۲۸:۱۸) پولس رسول خدا کے پاک رُوح کی تحریک سے لکھتا ہے، "...اِسی واسطے خدا نے بھی اُسے بہت سَربلند کِیا اور اُسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تا کہ یسوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا ٹِکے۔ خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا۔ خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں۔" (فلپیوں ۲:۹-۱۰)

یہاں ہم مسیح کے اِلٰہی اِختیار و عہدے کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔ جنگلی جانور اُس سے دُور نہیں بھاگے بلکہ ساتھ رہتے تھے، اور خدا کے فرشتے اُس کی خدمت کرتے تھے۔ کیا اَب بھی ہم مسیح کی اُلوہیت اور اِلٰہی مرتبے و اِختیار بارے شک میں ہیں؟ کیا اَب بھی ہم اُسے اپنا بادشاہ و خداوند قبول کرنے کو تیار نہیں؟

چوتھا باب

میرے پیچھے چلے

(مرقس:۱۴-۲۰)

ہم دعوے سے کہہ تو سکتے ہیں کہ ہمارا اِیمان کِسی خاص عقیدے پر ہے مگر ہمارا یہ دعویٰ بالکل بے معنی اور بے مقصد ہے اگر ہمارے اِیمان کی جھلک ہمارے چال چلن اور سِیرت و کردار سے نظر نہیں آتی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر ہم اپنے اِیمان و دین اور تعلیم و احکامات کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے تو ہمارا مذہب، اِیمان اور عقیدہ محض دِکھاوا اور ظاہری ہے، کچھ بھی نہیں۔

جب مسیح نے دُنیا میں اپنی منسٹری یعنی اپنے اِلٰہی مشن کا آغاز کِیا تو اُس نے اُن لوگوں کو ساتھ نہیں مِلایا جو محض زبانی کلامی اپنی وفاداری و تابعداری کا دَم بھرتے تھے بلکہ اُس نے ایسے لوگوں کو اپنا پیروکار بنایا جن کا اِیمان اِتنا مضبوط تھا کہ اپنی سابقہ زندگی کو خیرباد کہہ کر اُس کے پیچھے چل پڑے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے پہلے باب کی ۱۴ سے ۲۰ آیت میں لکھا ہے، ”پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آ کر خدا کی خوشخبری کی مُنادی کی، اور کہا کہ وقت پورا ہو گیا ہے اور خدا کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے، توبہ کرو اور خوشخبری پر اِیمان لاؤ۔ اور گلیل کی جھیل کے کنارے کنارے جاتے ہوئے اُس نے شمعون اور شمعون کے بھائی اِندریاس کو جھیل میں جال ڈالتے دیکھا کیونکہ وہ ماہی

گیر تھے، اور یسوع نے اُن سے کہا میرے پیچھے چلے آؤ تو مَیں تم کو آدم گیر بناؤں گا، وہ فی الفور جال چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لِئے، اور تھوڑی دُور بڑھ کر اُس نے زبدی کے بیٹے یعقوب اور اُس کے بھائی یُوحنا کو کشتی پر جالوں کو مرمت کرتے دیکھا، اُس نے فی الفُور اُن کو بُلایا اور وہ اپنے باپ زبدی کو کشتی پر مزدوُروں کے ساتھ چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لِئے۔''

یُوحنا اِصطباغی یعنی بپتسمہ دینے والے کے تبلیغی مشن کا بُنیادی مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو مسیح کی دُنیا میں آمد کے لئے تیار کرے، اور اُس نے یہ کام بڑی اِیمانداری، لگن اور جذبے سے پورا کِیا۔ جونہی اُس نے مسیح کو بپتسمہ دیا اور اعلان کِیا کہ یہی ہے بنی نوع اِنسان کا وہ نجات دہندہ جس کے بارے میں پہلے سے مَیں بتاتا رہا، اور اِس کے ساتھ ہی یُوحنا کا کام مکمل ہو گیا۔ جب ہیرودیس نے اُسے جیل میں ڈالا تو اُس نے خدا کے کام کو اُس وقت ہی پورا کر دیا تھا، یُوحنا کی وفاداری، جذبے و لگن سے بھرپور یہی وہ اِلٰہی خدمت تھی جس نے مسیح کے تبلیغی مشن کو شروع کرنے کے لئے کامیابی بخشی۔

مسیح نے اپنے تبلیغی مشن کا آغاز اُسی پیغام سے کِیا جس کا پرچار یُوحنا کرتا رہا، ''آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔'' (متی ۲:۳) یہ اعلان کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کا آنا اَب نزدیک آ گیا ہے جو بادشاہی پر حکومت کرے گا۔ یہودی لوگ جن کو یُوحنا اور مسیح دونوں نے اپنا اِلٰہی پیغام سُنایا یہ سمجھتے تھے کہ مسیح جس کو خدا اُن پر حکومت کرنے کے لئے مَسح کرے گا، اُس کا دُنیا میں آنا نزدیک ہے۔ مرقس کی اِنجیل کے پہلے باب کی

آیت ۱۰ میں مرقس لکھتا ہے کہ مسیح کے بپتسمہ کے وقت خدا کے رُوح کو اُس پر اُترتے دیکھا۔ پاک صحائف میں دوسرے کئی حوالہ جات میں لکھا ہے کہ خدا نے مسیح کو اپنے پاک رُوح سے مَسح کِیا تا کہ اُس کے لوگوں پر بادشاہی کرے۔ اِس بات کا پرچار کرنے سے کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی، مسیح کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بہت ہی مختصر وقت میں خدا اُس کو اپنے وعدہ کے مطابق دُنیا پر اپنے بادشاہ کے طور پر ظاہر کرنے والا ہے۔

مسیح نے لوگوں کو نہ صرف یہ بتایا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے بلکہ اُس نے یہ بھی فرمایا کہ بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے اُنہیں کیا کرنا چاہیے یعنی اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اِیمان لائیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ توبہ کا کیا مطلب ہے؟ مرقس لفظ توبہ کے لئے جو اِصطلاح اِستعمال کرتا ہے اُس کے معنی ہیں کِسی کی سوچ و دماغ تبدیل کرنا۔ مگر توبہ سوچ و خیال اور دِل و دماغ میں تبدیلی سے کہیں زیادہ ہے۔ ہم سوچتے ہیں اور پھر اپنی سوچ کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ توبہ کا مطلب صرف سوچنے کے انداز میں تبدیلی نہیں بلکہ فعل و عمل اور حرکات و سکنات میں تبدیلی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ ہمیں اپنی سوچ و خیال، دِل و دماغ، فعل و عمل اور حرکات و سکنات یعنی پُرانی روِش و زندگی کو قطعی طور پر ترک کر دینا ہے۔ خدا کی بادشاہی کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم اپنے پُرانے رویے اور پُرانی روِش پر نہیں چل سکتے۔ ہم پر لازم ہے کہ اپنی سوچ و فعل کو خدا کی بادشاہی اور حکمرانی کے عین مطابق ڈھالیں، جیسے ہم کِسی مُلک کے قانون کی پابندی کرتے ہوئے ایک اچھے شہری کی طرح رہتے ہیں، اُسی طرح

جب ہم خدا کی بادشاہی و حکمرانی میں رہتے ہیں تو لازم ہے کہ ہم اُس کے اُصولوں، قاعدوں، ضابطوں اور قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں۔
خدا کی بادشاہی میں رہتے ہوئے ہمیں محض ظاہری طور پر اپنے آپ کو نہیں بدلنا۔ اکثر لوگ اِسی طرح رہتے اور زندگی گزارتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں جس طرح وہ زمینی بادشاہی یا مُلک میں دُوغلے پن اور ریاکاری سے زندگی گزارتے ہیں ویسے ہی خدا کی بادشاہی میں بھی کام چل جائے گا۔ مگر ایسے لوگ اپنے رویے اور طرزِ زندگی سے قطعی مطمئن نہیں ہوتے، اِس کے برعکس مسیح نے لوگوں سے کہا کہ لازم ہے کہ وہ آسمان کی بادشاہی کی خوشخبری پر اِیمان لائیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ آسمان کی بادشاہی کے آنے کو ہم خوشخبری کیسے کہہ سکتے ہیں؟ یہ خوشی کی خبر ہی ہے کیونکہ پاک صحائف میں ایک اَور مقام پر لکھا ہے، ''...اِس لئے کہ وہ ہر ایک اِیمان لانے والے کے واسطے پہلے یہودی پھر یونانی کے واسطے نجات کے لئے خدا کی قدرت ہے۔'' (رومیوں ۱:۱۶) دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہم خدا کے مَسح کِئے ہوئے بادشاہ یعنی مسیح کے وسیلہ سے خدا کے ساتھ اپنا ٹوٹا ہُوا رشتہ جوڑ سکتے ہیں۔ اگر آسمان کی بادشاہی نہیں آتی، اِس سے بھی زیادہ ضروری یہ کہ اگر خدا کا مَسح کِیا ہُوا بادشاہ یعنی مسیح دُنیا میں نہ آتا تو بنی نوع اِنسان اور خدا کے بیچ میں گناہ کے کے سبب سے جو جدائی پیدا ہو گئی ہے وہ کبھی ختم نہ ہو سکتی۔
مسیح نے نہ صرف خود خوشخبری کا پرچار کِیا بلکہ کچھ لوگوں کو بھی چُنا کہ وہ دُنیا کے کونے کونے میں آسمان کی بادشاہی قائم کرنے میں اُس کا ساتھ دیں۔
مسیح نے سب سے پہلے چار آدمیوں کو اپنی پیروی کرنے کو کہا۔ یہ چاروں ماہی

گیر تھے۔ مسیح نے اُن سے کہا کہ وہ اُن کو ماہی گیر سے آدم گیر بنائیں گے۔ مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے کہ وہ چاروں اپنے جال چھوڑ کر مسیح کے پیچھے ہو لئے۔

مرقس کے بیان سے یوں لگتا ہے کہ چاروں کا مسیح کی پیروی کرنے کا فیصلہ اچانک اور جلد بازی میں تھا، حالانکہ دوسری اناجیل کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ اِن میں سے کم از کم دو بھائی یعنی اِندریاس اور یُوحنا پہلے ہی یُوحنا اِصطباغی کے شاگرد تھے۔ اُنہوں نے اُس سے سُن رکھا تھا کہ "...دیکھو یہ خدا کا برہ ہے جو دُنیا کے گناہ اُٹھا لے جاتا ہے۔" (یُوحنا ۱:۲۹) وہ پہلے ہی مسیح سے مِل چکے اور اُس کی تعلیم سُن چکے تھے۔ وہ پہلے ہی مسیح کا معجزہ دیکھ چکے تھے جب اُس نے شادی میں پانی کو مَے بنایا (یُوحنا ۲:۲۔۱۱)۔ لہٰذا اُن کے دِل پہلے ہی سے مسیح کی طرف مائل تھے، اور جب اُس نے اُن کو اپنی پیروی کرنے کو کہا تو اُنہوں نے قطعی کوئی جھجھک محسوس نہیں کی۔یُوحنا اِصطباغی کو سُننے کے بعد اَب وہ مسیح کو سُننے کے لئے تیار تھے کیونکہ یُوحنا اِصطباغی مسیح کے بارے میں بتا چکا تھا کہ مسیح آنے والا ہے جس کو خدا نے مَسح کِیا ہے۔

مرقس کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مسیح کا پیروکار بننے کے لئے آپ کو قیمت ادا کرنا پڑتی ہے، شمعون اور اِندریاس کا اپنا مچھلیوں کا کاروبار تھا۔ مسیح نے اُن کو بڑی کشتی یا کاروبار وسیع کرنے کی پیشکش نہیں کی تھی کہ میرے پیچھے آؤ تو تمہیں یہ سب مِلے گا۔ اُس نے اُن کو یہ بھی پیشکش نہیں کی کہ جتنا تم اَب کماتے ہو، میرے پیچھے آنے سے اِتنا تم کو مِل جایا کرے گا، بلکہ مسیح کی

پیروی کرنے کی وجہ سے اُن کو اپنے کاروبار سے بھی ہاتھ دھونے پڑ گئے۔ اَب نہ اُن کے پاس کمانے کا کوئی ذریعہ تھا اور نہ ہی کوئی تحفظ۔ ہاں، مسیح نے اُن سے صرف ایک وعدہ کِیا کہ وہ اُن کو ماہی گیر سے آدم گیر بنائے گا۔ شمعون اور اِندریاس کو مسیح پر اِتنا اعتماد و بھروسہ تھا کہ وہ فوراً اپنے جال چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لئے۔

مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح کی پیروی کرنے کے لئے اپنا سب چھوڑنے کو تیار ہیں؟ کیا ہم اپنی جائداد، اپنا کاروبار اور آمدنی کا ذریعہ چھوڑ کر مسیح کے پیچھے چلنے کو راضی ہیں؟ کیا ہم اپنی جان اور مال اسباب کی پرواہ کِئے بغیر مسیح کی پیروی کرنے کو تیار ہیں؟

شائد مسیح کے پیچھے چلنے کی ایک اَور قیمت بھی ادا کرنا پڑے، اُس کے دوسرے شاگردوں یعقوب اور یُوحنا نے اپنا کاروبار چھوڑ دیا، مگر مرقس لکھتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے باپ کو بھی چھوڑ دیا۔ بعض اَوقات ہمیں مسیح کی خاطر اپنے خاندان کو بھی چھوڑنا پڑ سکتا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے لئے زیادہ اہم اور ضروری کیا ہے، خدا کے مَسح کِئے ہوئے بادشاہ یعنی مسیح کی پیروی یا اپنے خاندان کی خوشی؟ کیا ہم اپنے خاندان کی مخالفت کے باوجود مسیح کے پیچھے چلنے کو تیار ہیں؟

پانچواں باب

ایک نئی تعلیم

(مرقس۱:۲۱-۳۴)

کچھ لوگ شیخی مارتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی بڑے اِختیار والے عہدے پر بیٹھ جائیں تو یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ اگر مَیں اِس محکمہ کا افسر ہوتا تو سارے مسائل ٹھیک کر دیتا، ساری بد دیانتی اور بے اِنصافی ختم کر دیتا، یا مَیں ریل گاڑی کے اَوقات کار کی پابندی کرواتا اور مسافروں کو کبھی کوئی دِقت نہ ہوتی۔ مگر یہی لوگ جب کسی عہدے یا اِختیار والی جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں تو اپنے دعوے بھول کر ویسے ہی نااہل اور بددیانت بن جاتے ہیں۔ جہاں اُن پر کوئی ذاتی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی وہاں دوسروں پر حکم چلائیں گے کہ کیا کریں اور کیسے کریں مگر اپنی شخصی زندگی میں شکی طبیعت کے باعث بالکل مفلوج، بے کار اور نکمے ہوتے ہیں۔

رُوحانی باتوں میں بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ وہ لوگ جن کو اپنی ذمہ داری اور نتائج کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی وہی کلیسیائی جماعت یعنی چرچ میں زیادہ شور مچاتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں وہ ٹھیک نہیں، ایسا ہونا چاہیے، ویسا ہونا چاہیے۔ وہ جو چرچ میں کسی بھی طرح سے خدمت اور کسی کام میں حِصہ نہیں لیتے وہی اُن کو اپنی

تنقید کی نشانہ بناتے ہیں جو اِیمانداری اور مسیحی جذبے کے تحت خدمت گزاری کر رہے ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو چرچ میں بحیثیت رہنما کے عزت یا اپنی پہچان تو کروانا چاہتے ہیں مگر اُن ذمہ داریوں سے دُور بھاگتے ہیں جو ایک رہنما کے فرض میں شامل ہیں۔ پولس رسول ہمیں یاد دِلاتے ہوئے کہتا ہے، ''...خدا کی بادشاہی باتوں پر نہیں بلکہ قدرت پر موقوف ہے۔'' (۱۔ کرنتھیوں ۴:۲۰)

ایک خاص بات جو لوگوں نے مسیح اور دوسرے نبیوں اور اِلٰہی تعلیم دینے والوں میں محسوس کی کہ وہ بالکل مختلف انداز اور اِختیار سے تعلیم دیتے تھے۔ نہ صرف مسیح نے اِلٰہی اِختیار و قدرت سے کلام کِیا بلکہ عملی طور پر دِکھایا کہ یہ سب کچھ کہنے اور کرنے کا مجھے پورا پورا حق ہے۔

اپنی اِلہامی اِنجیل کے پہلے باب کی ۲۱ سے ۳۴ آیت میں مرقس، مسیح کے تبلیغی کام کے بارے لکھتا ہے، ''پھر وہ کفرنحُوم میں داخل ہوئے اور وہ فی الفَور سبت کے دِن عبادتخانہ میں جا کر تعلیم دینے لگا۔ اور لوگ اُس کی تعلیم سے حیران ہوئے کیونکہ وہ اُن کو فقیہوں کی طرح نہیں بلکہ صاحبِ اِختیار کی طرح تعلیم دیتا تھا۔ اور فی الفُور اُن کے عبادتخانہ میں ایک شخص مِلا جس میں ناپاک رُوح تھی۔ وہ یوں کہہ کر چِلایا کہ اَے یسوع ناصری! ہمیں تجھ سے کیا کام؟ کیا تُو ہم کو ہلاک کرنے آیا ہے؟ مَیں تجھے جانتا ہوں کہ تُو کون ہے۔ خدا کا قدُوس ہے۔ یسوع نے اُسے جھڑک کر کہا، چُپ رہ اور اِس میں سے نکل جا۔ پس وہ ناپاک رُوح اُسے مروڑ کر اور بڑی آواز سے چِلا کر اُس میں سے نکل گئی۔ اور سب

لوگ حیران ہوئے اور آپس میں یہ کہہ کر بحث کرنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ یہ تو نئی تعلیم ہے! وہ ناپاک رُوحوں کو بھی اِختیار کے ساتھ حُکم دیتا ہے اور وہ اُس کا حُکم مانتی ہیں۔ اور فی الفُور اُس کی شہرت گلیل کی اُس تمام نواحی میں ہر جگہ پھیل گئی۔ اور وہ فی الفُور عبادتخانہ سے نکل کر یعقوب اور یُوحنا کے ساتھ شمعون اور اِندریاس کے گھر آئے۔ شمعون کی ساس تپ میں پڑی تھی اور اُنہوں نے فی الفُور اُس کی خبر اُسے دی۔ اُس نے پاس جا کر اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُٹھایا اور تپ اُس پر سے اُتر گئی اور وہ اُن کی خدمت کرنے لگی۔ شام کو جب سُورج ڈوب گیا تو لوگ سب بیماروں کو اور اُن کو جن میں بد رُوحیں تھیں اُس کے پاس لائے، اور سارا شہر دروازہ پر جمع ہو گیا، اور اُس نے بہتوں کو جو طرح طرح کی بیماریوں میں گرفتار تھے اچھا کِیا اور بہت سی بد رُوحوں کو نکالا اور بد رُوحوں کو بولنے نہ دیا کیونکہ وہ اُسے پہچانتی تھیں۔'' (مرقس ۱:۲۱۔۳۴)

مرقس لکھتا ہے کہ لوگ مسیح کی تعلیم سے حیران ہو گئے۔ شریعت کے دوسرے اُستادوں کے مقابلے میں وہ پورے اِختیار سے کلام کرتے تھے۔ شریعت کے یہ اُستاد یعنی فقیہہ اور فریسی کون تھے؟ اپنے پیارے نبی موسیٰ کے ذریعہ خدا نے بنی اسرائیل کے ساتھ عہد باندھا۔ اِس عہد کے وسیلہ سے لوگوں کو برکات اور سہولتیں مِلیں، مگر اِس کے ساتھ ساتھ اُن کو پابند کِیا کہ وہ کچھ خاص قانون و ضابطوں اور رسم و رواج کی پیروی کریں۔ یہ برکات و سہولتیں، قانون و ضابطے اور رسم و رواج موسیٰ کی شریعت میں قلمبند ہیں۔ شریعت کی تعلیم دینے والے فقیہوں، فریسیوں اور اُستادوں نے موسوی شریعت کو ترجمہ کے ساتھ لوگوں تک

پہنچایا کہ کِس طرح اِلٰہی قانون و قاعدہ کے تحت زندگی بسر کرنا ہے۔ اُنہوں نے اپنی تعلیم کو جو لوگوں تک پہنچائی مُستند ثابت کرنے کے لئے دوسرے دینی عالموں پر اِنحصار کِیا کہ فلاں فلاں ربی نے ایسے کہا تھا۔ مگر ہم پاک صحائف سے پڑھتے ہیں کہ مسیح نے اپنی تعلیم و پیغام کو ثابت کرنے کے لئے کِسی دوسرے عالمِ دین پر اِنحصار نہیں کیا کہ فلاں نے اِس بارے میں ایسا کہا تھا، بلکہ اُنہوں نے ہمیشہ اِس طرح کلام کِیا، ''تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا... مگر مَیں تم سے کہتا ہوں۔'' (متی ۵ باب)

اِس میں کوئی شک نہیں کہ لوگ نہ صرف مسیح کے سِکھانے کے انداز بلکہ عجیب اور انوکھی تعلیم سے بھی بہت حیران ہوئے۔ آیت ۲۷ میں مرقس لکھتا ہے کہ لوگوں نے پہچان لیا کہ مسیح کی تعلیم نئی اور انوکھی ہے۔ اُنہیں اِس سے پہلے اِس تعلیم و تربیت کا تجربہ نہ ہُوا۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح کی تعلیم میں ایسی کیا انوکھی بات تھی؟ شریعت صرف ظاہری حالت اور رویہ پر دھیان دیتی ہے۔ مثال کے طور پر قتل اور زنا سے منع کرتی ہے مگر مسیح نے سِکھایا کہ خدا کو خوش کرنے کے لئے صرف قتل و زنا سے باز رہنا ہی کافی نہیں، ہم پر لازم ہے کہ اندرونی خیالات و سوچ میں بھی تبدیلی لائیں جن کی وجہ سے اِنسان قتل و زنا کا مُرتکب ہوتا ہے یعنی نفرت و ہَوس سے بھرپور سوچ و خیال قتل اور زنا پر ہی اُکسائیں گے۔

مسیح کی تعلیم اور سِکھانے کے انداز کی ایک اَور انوکھی اور عجیب بات یہ تھی کہ اُس نے مکمل اِختیار کے ساتھ کلام کِیا۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ وہ ہے راہ بلکہ اُس نے بڑے اِختیار، یقین و بھروسہ سے دعویٰ کِیا کہ راہ مَیں ہوں۔

اپنا تبلیغی کام شروع کرنے سے پہلے شیطان نے مسیح کو بیابان میں لے جا کر مختلف آزمائشوں میں پھنسانے کی کوشش کی۔ اَب ایک آدمی کا جو ناپاک رُوح کے قبضہ میں تھا، عبادت گاہ میں مسیح سے سامنا ہو گیا۔ وہ بُری رُوح نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنی جیسی دوسری ناپاک رُوحوں کی طرف سے بول رہی تھی کہ تیرا دُنیا میں آنے کا اِرادہ کیا ہے؟ کیا تُو ہمیں ہلاک کرنے آیا ہے؟ ناپاک رُوح ولا شخص نہ صرف یہ جانتا تھا کہ مسیح خدا کا قدُوس ہے بلکہ یہ بھی کہ اِس کے پاس اُن کو ہلاک کرنے کا اِختیار بھی ہے۔ اِس سے ہم ایک بہت ہی ضروری سبق سیکھتے ہیں۔ مسیح کی تعلیم و کلام میں شیطان کو تباہ و برباد کرنے کی طاقت ہے۔ درحقیقت اُن کی دُنیا میں آمد اور تبلیغی خدمت کا مقصد ہی یہی تھا۔ یُوحنا رُسول اِس بارے میں لکھتا ہے، ''...خدا کا بیٹا اِسی لئے ظاہر ہُوا تھا کہ ابلیس (یعنی شیطان) کے کاموں کو مِٹائے۔'' (۱-یُوحنا ۳:۸) اگر ہم ناپاک رُوح کے قبضہ میں ہیں، اگر ہم شیطان کے پنجے میں جکڑے ہوئے ہیں، اگر شیطان ہماری زندگی سے کھیل رہاہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم مسیح کی تعلیم کی مکمل طور پر تابعداری نہیں کر رہے۔

مسیح نے ناپاک رُوح کو جھڑک کر حکم دیا کہ چُپ رہ، اِس میں سے نکل جا۔ اور دیکھنے والے حیران رہ گئے جب ناپاک رُوح مسیح کے حکم کی تابعداری کرتے ہوئے اُس شخص میں سے نکل گئی۔

مسیح کو نہ صرف ناپاک رُوحوں پر مکمل اِختیار تھا بلکہ بیماروں کو شِفا دینے کی طاقت و قدرت بھی تھی۔ مسیح عبادت خانے سے نکل کر شمعون اور اِندریاس کے

گھر گیا۔ وہاں اُس نے شمعون کی بیمار ساس کو شِفا دی۔ شام کو سارا شہر اپنے بیماروں کو مسیح کے پاس لایا کہ وہ اُنہیں تندرست کر دے۔ اُس نے سب لوگوں کو طرح طرح کی بیماریوں سے چھٹکارا دیا بلکہ ناپاک رُوحوں کے قبضے میں جکڑے ہوؤں کو بھی اپنی اِلٰہی قدرت و طاقت سے نجات دی۔

مرقس لکھتاہے کہ مسیح ناپاک رُوحوں کو بولنے نہیں دیتے تھے کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ وہ کون ہے یعنی خدا کا قدُوس ہے۔ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ شیطان اُن کی الوہیت کی تصدیق کرے یا اُن کی گواہی دے۔ مگر اِس سے ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ اگر ناپاک اور بُری رُوحوں کو معلوم ہے کہ مسیح، خدا کا قدُوس ہے تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم بھی اُس کی اُلوہیت اور قدُوسیت کو تسلیم کریں؟ اور اگر ہم اِس مُسلمہ حقیقت کا اِنکار کرتے ہیں تو کیا ہم ناپاک رُوحوں سے بھی بدتر نہیں؟

چھٹا باب

گواہی

(مرقس ۱:۳۵-۴۵)

بہت سے رہنما جن میں مذہبی لیڈر بھی شامل ہیں شہرت کو ترستے ہیں۔ جتنا بڑا مجمع اُن کو دیکھنے آئے گا اُتنا زیادہ اُن کے اندر خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ مگر مسیح یسوع کوئی عام سے سیاست دان یا مذہبی رہنما نہیں تھے۔ جب اُنہوں نے کفرنحُوم کے عبادت خانے میں ایک آدمی میں سے ناپاک رُوح کو نکالا تو سارا شہر اپنے بیماروں اور بدرُوحوں کے قبضہ میں جکڑے ہوؤں کو مسیح کے پاس لایا کہ وہ اُنہیں شِفا دیں۔ اُنہوں نے سب کو شِفا دی مگر اپنے آپ کو اُس بڑے ہجوم سے دُور رکھا جو یہ سب کچھ دیکھنے آئے تھے۔

بائبل مُقدس میں مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے پہلے باب کی ۳۵ سے ۳۹ آیت میں مرقس لکھتا ہے، ''اور صبح ہی دِن نکلنے سے بہت پہلے وہ اُٹھ کر نکلا اور ایک ویران جگہ میں گیا اور وہاں دُعا کی۔ اور شمعون اور اُس کے ساتھی اُس کے پیچھے گئے، اور جب وہ مِلا تو اُس سے کہا کہ سب لوگ تجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا آؤ ہم اَور کہیں آس پاس کے شہروں میں چلیں تاکہ مَیں وہاں بھی مُنادی کروں کیونکہ مَیں اِسی لئے نکلا ہوں۔ اور وہ تمام گلیل میں اُن کے عبادتخانوں میں جا جا کر مُنادی کرتا اور بدرُوحوں کو نکالتا رہا۔'' (مرقس

۱:۳۵-۳۹)

شمعون اور اُس کے ساتھی کے سوال پر کہ لوگ تجھے ڈھونڈ رہے ہیں، مسیح کا جواب اِنسانی نکتۂ نظر سے عجیب سا دِکھائی دیتا ہے۔ کیا مسیح خدا کا نبی نہیں تھا؟ کیا خدا نے مسیح کو یہودیوں کا بادشاہ بنانے کے لئے رُوح اُلقدس سے مَسح کر کے اور قدرت و طاقت سے مامُور نہیں کِیا تھا؟ تو پھر اُس نے اُن لوگوں سے منہ موڑ کر جو اُس کی تلاش میں تھے، کِسی اَور طرف کا رُخ کیوں کِیا؟

مسیح نے درحقیقت لوگوں سے منہ نہیں موڑا بلکہ اپنے اُس اِلٰہی مقصد کو فوقیت دی جس کے لئے وہ دُنیا میں آئے یعنی بیماروں اور ناپاک رُوحوں کے شکنجے میں جکڑے ہوؤں کو شِفا دینے۔ ہاں، یہ بالکل دُرست ہے کہ بہت سال بعد یوحنا رسول نے مسیح یسوع کے بارے میں لکھا کہ "...خدا کا بیٹا اِسی لئے ظاہر ہُوا تھا کہ اِبلیس کے کاموں کو مِٹائے۔" (۱۔یوحنا ۳:۸) مگر بیماروں کو شِفا دینے اور کچھ ناپاک رُوحوں کو نکالنے سے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ بیماری اور ناپاک رُوحوں کا قبضہ اِبلیس یعنی شیطان کے شیطانی کاموں کی صرف ایک علامتی شکل تھی۔ شیطان کے کاموں کو ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد کرنے کے لئے لازم تھا کہ وہ اُسے نیست و نابود کریں، اور ظاہر ہے کہ اِس کے لئے اُنہیں خود اپنی معصوم و بے گناہ جان کا نذرانہ پیش کرنا تھا۔ اِس بارے میں ایک اَور مقام پر لکھا ہے، "...وہ خود بھی اُن کی طرح اُن میں شریک ہُوا تاکہ موت کے وسیلہ سے اُس کو جِسے موت پر قدرت حاصل تھی یعنی اِبلیس کو تباہ کر دے، اور جو عُمر بھر موت کے ڈر سے غُلامی میں گرفتار رہے، اُنہیں چُھڑا لے۔" (عبرانیوں

۱۵-۱۴:۲)

مسیح کا مقصد اپنی موت، دفن ہونے اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے سے اِبلیس کے کام کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنا تھا مگر یہ سب مُستقبل میں ہونا تھا۔ ابھی کے لئے اُنہوں نے کہا کہ اُن کے کفرنحوم سے جانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ کِسی اَور جگہ تبلیغ کریں، وہ یہاں کِسی کو شفا دینے نہیں بلکہ تبلیغ کرنے آئے تھے۔

مرقس اِسی باب کے پہلے حِصہ میں ہمیں بتاتا ہے کہ اُنہوں نے کیا تبلیغ کی، اُن کے پیغام کا مفہوم یہ تھا کہ ''...خدا کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔ توبہ کرو اور خوشخبری پر اِیمان لاؤ۔'' (مرقس ۱۵:۱) اپنے اِس پیغام و تعلیم کے وسیلہ سے مسیح یسوع نے لوگوں کو آنے والی بادشاہی کے لئے تیار کِیا، یعنی لوگوں کو اُس وقت کا حوالہ دیا جب شیطان کے کام نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ گلیل کے صُوبہ کے تمام علاقوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں میں خوشخبری کا یہ پیغام سُناتے رہے۔

اگر مسیح کا دُنیا میں آنے کا مقصد شفا دینا اور ناپاک رُوحوں کو نکالنا نہیں تھا تو پھر وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ اُنہوں نے معجزات کیوں دِکھائے؟ مرقس ایک واقعہ کا ذِکر کرتا ہے جس سے ہمیں اِس سوال کا جواب مِل جائے گا۔ آیت ۴۰ سے ۴۵ میں وہ لکھتا ہے، ''اور ایک کوڑھی نے اُس کے پاس آ کر اُس کی مِنت کی اور اُس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اُس سے کہا اگر تُو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے۔ اُس نے اُس پر ترس کھا کر ہاتھ بڑھایا اور اُسے چُھو کر اُس سے کہا

مَیں چاہتا ہوں۔ تُو پاک صاف ہو جا۔ اور فی الفُور اُس کا کوڑھ جاتا رہا اور وہ پاک صاف ہو گیا۔ اور اُس نے اُسے تاکید کر کے فی الفُور رُخصت کِیا اور اُس سے کہا، خبردار کِسی سے کچھ نہ کہنا مگر جا کر اپنے تئیں کاہن کو دِکھا اور اپنے پاک صاف ہو جانے کی بابت اُن چیزوں کو جو موسیٰ نے مُقرر کِیں نذر گذران تاکہ اُن کے لئے گواہی ہو۔ لیکن وہ باہر جا کر بہت چرچا کرنے لگا اور اِس بات کو ایسا مشہور کِیا کہ یسوع شہر میں پھر ظاہراً داخل نہ ہو سکا بلکہ باہر ویران مقاموں میں رہا اور لوگ چاروں طرف سے اُس کے پاس آتے تھے۔" (مرقس ۱:۴۰-۴۵)

اِس حوالے سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مسیح معجزات محض لوگوں کو حیرت میں ڈالنے یا مجمع اِکٹھا کرنے کے لئے نہیں کرتے تھے۔ اِس کے بر عکس وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ شفا پانے والے باہر جا کر ڈھنڈورا پیٹیں کہ اُنہوں نے شفا پا لی ہے۔ مسیح نہیں چاہتے تھے کہ تماشا دیکھنے والے اُن کی تبلیغی خدمت میں رکاوٹ کا باعث بنیں، وہ لوگوں کو تعلیم دے کر اُن کے دِلوں کو آنے والی خدا کی بادشاہت کے لئے تیار کرنا چاہتے تھے، مگر سوال یہ ہے کہ پھر وہ لوگوں کو شِفا کیوں دینا چاہتے تھے؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُن کے دِل میں لوگوں کے لئے رحم تھا، وہ جب بھی کِسی کو محتاجی کی حالت میں دیکھتے تو اُن کی خواہش ہوتی کہ اُس کی مدد کریں۔ اگر مسیح واقعی خدا کی طرف سے تھے تو لوگوں میں خدا کی محبت کا مظاہرہ کیوں نہ کرتے؟ کوڑھی نے مسیح یسوع سے اِلتجا کی کہ مجھے شِفا دے، کیسے ممکن تھا کہ وہ اُس کی درخواست کو رَد کر دیتے؟

اِس معجزے کی خاص بات یہ ہے کہ مسیح نے کوڑھی کو شِفا دینے سے پہلے چھُوا۔ موسوی شریعت کے مطابق کوڑھی ناپاک ہوتے تھے، لکھا ہے، ''اور جو کوڑھی اِس بلا میں مُبتلا ہو اُس کے کپڑے پھٹے اور اُس کے سَر کے بال بکھرے رہیں اور وہ اپنے اُوپر کے ہونٹ کو ڈھانکے اور چِلا چِلا کر کہے ناپاک، ناپاک۔ جِتنے دِنوں تک وہ اِس بلا میں مُبتلا رہے وہ ناپاک رہے گا، اور وہ ہے بھی ناپاک۔ پس وہ اکیلا رہا کرے۔ اُس کا مکان لشکر گاہ کے باہر ہو۔'' (احبار ۱۳:۴۵-۴۶)

کوڑھی کو چُھو کر مسیح نے نہ صرف اُس کو بیماری سے چھٹکارا دیا بلکہ اُس کی سماجی حیثیت کو بھی بحال کِیا۔ چُھو کر مسیح نے ثابت کِیا کہ یہ سماج سے رَد کِیا ہُوا ناپاک شخص نہیں، آیندہ کو یہ لشکر گاہ سے کہیں دُور ویرانے میں اکیلا نہیں رہے گا۔

اِس معجزے کی روشنی میں ہم اپنے آپ کو دیکھ سکتے ہیں کہ مسیح نے جو کوڑھی کے ساتھ کِیا، اُس نے وہی کچھ آج ہمارے ساتھ کِیا ہے۔ پولس رسول لکھتا ہے کہ ایک وقت تھا کہ ہم بھی، ''...نااُمید اور دُنیا میں خدا سے جُدا تھے۔ مگر تم جو پہلے دُور تھے اَب مسیح یسوع میں مسیح کے خون کے سبب سے نزدیک ہو گئے ہو۔'' (افسیوں ۲:۱۲-۱۳) کیا کوڑھی کی طرح ہمارا اِیمان ہے کہ مسیح ہمیں بھی شِفا دے سکتا ہے؟

یہ واقعہ ایک اَور پہلو کو نمایاں کرتا ہے کہ مسیح نے معجزات کیوں دِکھائے۔ اُس نے کوڑھی کو شِفا دے کر کہا کہ اپنے آپ کو کاہن کو دِکھائے اور موسوی شریعت

کے مطابق جو قربانیاں اُس پر دینا واجب ہے گواہی کے طور پر وہ ادا کرے۔ مسیح نے معجزات لوگوں کو حیرت زدہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے اِلٰہی پیغام کو مُستند ثابت کرنے کے واسطے دِکھائے۔ اُس نے جو کچھ بھی کِیا خدا کی طاقت و قدرت کے وسیلہ سے کِیا۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اُس کا کلام خدا کی طرف سے تھا۔ وہ لوگوں کو پورے اِختیار و دعوے سے کہتا تھا، ''کیا تُو یقین نہیں کرتا کہ مَیں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے؟ یہ باتیں جو مَیں تم سے کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا لیکن باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے۔ میرا یقین کرو کہ مَیں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں، نہیں تو میرے کاموں ہی کے سبب سے میرا یقین کرو۔'' (یوحنا ۱۴: ۱۰-۱۱)

ساتواں باب

گناہوں سے معافی

(مرقس۲:۱-۱۲)

مسیح یسوع لوگوں کے ایسے ہجوم کو متاثر نہیں کرنا چاہتے تھے جو اُن کا اِلٰہی کلام نہیں بلکہ عجیب و غریب اور انوکھے معجزات دیکھنے جمع ہوتا تھا۔ وہ اکثر شِفا پانے والوں سے کہتے کہ جا کر لوگوں میں اِس کا چرچامت کرنا۔ مگر مسیح کی مرضی پر عمل کرنے کی بجائے کوڑھ کے مرض سے نجات پانے والے شخص نے اپنی صحت مندی کا چرچا ہر طرف کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کے لئے سَرِ عام سفر کرنا مشکل ہو گیا۔ لوگوں کو جہاں بھی مسیح کی آمد کا پتہ چلتا تو وہ جمع ہو جاتے اور بیماروں کا ایک ہجوم شِفا پانے لئے اُن کے گِرد اِکٹھا ہو جاتا۔

۲ باب کی ۱ سے ۱۲ آیت کے اِلہامی حوالے میں خدا کا پیارا بندہ مرقس ایسے ہی ایک واقعہ کا ذِکر کرتا ہے، ''کئی دِن بعد جب وہ کفرنحُوم میں پھر داخل ہُوا تو سُنا گیا کہ وہ گھر میں ہے۔ پھر اِتنے آدمی جمع ہو گئے کہ دروازہ کے پاس بھی جگہ نہ رہی اور وہ اُن کو کلام سُنا رہا تھا۔ اور لوگ ایک مفلُوج کو چار آدمیوں سے اُٹھوا کر اُس کے پاس لائے، مگر جب وہ بھیڑ کے سبب سے اُس کے نزدیک نہ آسکے تو اُنہوں نے اُس چھت کو جہاں وہ تھا کھول دیا اور اُسے اُدھیڑ کر اُس چارپائی کو جس پر مفلُوج لیٹا تھا لٹکا دیا۔ یسوع نے اُن کا اِیمان دیکھ

کر مفلُوج سے کہا، بیٹا تیرے گناہ معاف ہوئے۔ مگر وہاں بعض فقیہ جو بیٹھے تھے، وہ اپنے دِلوں میں سوچنے لگے کہ یہ کیوں ایسا کہتا ہے؟ کفر بکتا ہے، خدا کے سِوا گناہ کون معاف کر سکتا ہے؟ اور فی الفُور یسوع نے اپنی رُوح سے معلوم کر کے کہ وہ اپنے دِلوں میں یوں سوچتے ہیں اُن سے کہا، تم کیوں اپنے دِلوں میں یہ باتیں سوچتے ہو؟ آسان کیا ہے؟ مفلُوج سے یہ کہنا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر؟ لیکن اِس لئے کہ تم جانو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اِختیار ہے (اُس نے اُس مفلُوج سے کہا) مَیں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ اپنی چارپائی اُٹھا کر اپنے گھر چلا جا۔ اور وہ اُٹھا اور فی الفُور چارپائی اُٹھا کر اُن سب سے سامنے باہر چلا گیا۔ چنانچہ وہ سب حیران ہو گئے اور خدا کی تمجید کر کے کہنے لگے، ہم نے ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔'' (مرقس ۲:۱-۱۲)

پاک صحائف میں مفلُوج آدمی کے بارے میں بہت کم تفصیل ہے، بلکہ ہم تو اُس کا نام بھی نہیں جانتے۔ مگر پھر بھی ہم نے دیکھا کہ اُس کے چار دوستوں کے دِل میں اُس کے لئے بڑی عزت، وفاداری اور احترام تھا۔ ذرا سوچیئے کہ کیا آپ اپنے دوست کی خاطر کِسی کے گھر کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ ڈاکٹر اُس کا علاج کر سکے؟ اگر لوگوں کا ہجوم اِس قدر زیادہ ہے کہ ڈاکٹر تک پہنچ نہیں سکتے تو کیا آپ ڈاکٹر کے باہر آنے کا گھنٹوں اِنتظار کریں گے کہ وہ آپ کے دوست یا عزیز کو شفا دے سکے؟ اِن چاروں آدمیوں نے اِنتظار نہیں کِیا۔ اِس میں شک نہیں کہ چھت توڑنے سے کافی شور و

ہنگامہ ہُوا ہو گا۔ ظاہر ہے لوگوں نے واویلا کِیا ہو گا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ اور یقیناً پتھر، مٹی اور گرد و غُبار گرنے سے مسیح کے آس پاس کھڑے لوگ پریشان ہوئے ہوں گے۔ مگر اِن لوگوں کو کِسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی، اُن پر صرف ایک ہی دُھن سوار تھی کہ اُن کا دوست شفا پا جائے۔ لوگوں کے شور اور غم و غصہ کا اِن پر کچھ اثر نہیں ہُوا، اُن کو اِس بات کی بھی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ چھت کو جو نقصان پہنچا ہے اُس کی قیمت بھی ادا کرنا پڑے گی۔ اُنہیں اُس وقت تک چین نہیں آیا جب تک اپنے بیمار دوست کو مسیح کے سامنے نہیں لیٹا دیا۔

شِفا پانے والے شخص کے دوستوں کی ایک اَور خاص بات اُن کا مضبوط اِیمان تھا۔ اُنہیں یقین تھا کہ مسیح اُس کو شفا دے سکتا ہے بلکہ اُن کو مکمل اعتماد تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔ اُن کا مسئلہ صرف یہ تھا کہ وہ کیسے مسیح کی توجہ حاصل کریں اور جب وہ اِس میں کامیاب ہو گئے تو پھر اُن کا اِیمان دیکھ کر مسیح یسوع نے اُسے شفا دی۔ ہمارے اِیمان کی مضبوطی ہمارے فعل و عمل اور عزم و اِرادے پر حاوی ہونی چاہیے یعنی اگر ہم اِیمان کے ساتھ چاہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جائے گا، ورنہ اِیمان کا کچھ فائدہ نہیں۔ اِس واقعہ میں اگر مسیح مفلوج شخص کے بارے میں نہ جانتا تو اُسے کیسے شفا دیتا؟ اگر مفلوج کے دوستوں کا اِیمان اُن کے فعل و عمل اور عزم و اِرادے پر حاوی نہ ہوتا تو وہ اپنے دوست کو مسیح کے پاس شفا پانے کے لئے کبھی نہ لاتے۔ خدا کا نیک بندہ یعقوب لکھتا ہے، ''اِسی طرح اِیمان بھی اگر اُس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات سے مُردہ ہے۔''

(یعقوب ۲: ۱۷)

اگر مفلُوج کے دوستوں کا شِفا دِلانے کا طریقہ غیر معمولی تھا تو مسیح کا جواب بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ اپنے دوست کو مسیح کے پاس شِفا دِلانے آئے تھے، مگر مسیح نے اُس کے گناہ معاف کر دیئے جس سے وہاں موجود مذہبی رہنما یعنی شریعت کے اُستاد غصے سے بھڑک اُٹھے، اور پوچھنے لگے کہ خدا کے سِوا کِس کو حق ہے کہ گناہ معاف کرے؟ اُن کا یہ سوال غلط تو نہیں تھا۔ ظاہر ہے خدا کے سِوا اَور کون گناہ معاف کر سکتا ہے؟ مگر اِس سے ایک اَور اہم سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ اگر صرف خدا گناہ معاف کر سکتا ہے تو پھر مسیح کون ہے؟ وہ محض اِنسان نہیں بلکہ اِنسان سے کہیں اعلیٰ و افضل ہے۔ مذہبی رہنما یہی سمجھتے تھے کہ مسیح بڑھئی کا بیٹا یعنی صرف اِنسان ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ مفلُوج کے گناہ معاف کرکے مسیح نے کفر کِیا ہے۔

مسیح کا اگلا قدم اُن کی اِس دلیل یا دعوے کے لئے ایک چیلنج بن گیا۔ شریعت کے اُستادوں نے اپنے غم و غصے کا کھلم کھلا اِظہار نہیں کِیا، یہ بات اُن کے دِلوں میں تھی کہ مسیح نے مفلُوج کے گناہ معاف کر کے کفر کِیا ہے۔ اگرچہ وہ خاموش تھے مگر مسیح جانتے تھے کہ وہ کیا سوچ رہے ہیں، اِس سے وہ خبردار ہو گئے کہ شائد اُنہوں نے مسیح کے لئے جو رائے قائم کی ہے وہ غلط ہے۔ ہاں، یہ دُرست ہے کہ اِنسان گناہ معاف نہیں کر سکتا، اور نہ ہی وہ دوسرے آدمی کے اندر کے خیالات کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

اِس معاملہ میں کِسی بھی قِسم کی غلط فہمی دُور کرنے کے لئے مسیح نے یہ نکتہ

واضح کِیا کہ جس طرح اِنسان کے لئے کِسی مفلُوج کو شِفا دینا ناممکن ہے اُسی طرح گناہ معاف کرنا بھی ناممکن ہے۔ اگر اِن دونوں میں سے ایک کام کر سکتا ہے تو پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ دوسرا کام نہ کر سکے، اور پھر مسیح نے ایک ہی حکم سے فی الفُور شِفا دے دی۔

مفلُوج کو شِفا ایک دَم یعنی اُسی وقت مِلی، وقت کے ساتھ ساتھ دھیرے دھیرے شِفا نہیں پائی۔ نہ اُس کو کِسی کلینک میں ورزش یا علاج کرنے کو کہا گیا، نہ اُس کو پھر سے چلنا سیکھنے کی ضرورت پڑی۔ مسیح نے اُس کو حکم دیا اور فی لفُور اُس کی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی طاقت بحال ہو گئی، اُس کے پٹھے اور جسم کے تمام اعضا ایک دَم مضبوط ہو گئے۔ اَب وہ نہ صرف بغیر کِسی سہارے کے چل پھر سکتا تھا بلکہ بھاری بوجھ بھی بغیر کِسی مشکل کے گھر سے باہر لے جا سکتا تھا۔

اِس واقعہ سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ مسیح معجزات کیوں دِکھاتے تھے۔ وہ لوگوں کو حیران کرنے کے لئے ایسے کام نہیں کرتے تھے، نہ وہ کرتب دِکھا کر لوگوں کو اپنے پیچھے لگانا چاہتے تھے۔ اِس میں شک نہیں کہ مسیح نے بیماروں کو شِفا دے کر اُن کے دُکھوں اور غموں کو کم کِیا، مگر ایسا کرنا اُن کا بنیادی مقصد نہیں تھا بلکہ اُنہوں نے معجزات کو خدا کی قدرت، علم و تعلیم پھیلانے کے لئے اِستعمال کِیا۔ پچھلے معجزے میں اُنہوں نے ایک کوڑھی کو شفا دے کر مذہبی رہنماؤں کے سامنے اپنی گواہی پیش کی، اور اِس واقعہ میں اُنہوں نے مفلُوج کو شِفا دے کر شریعت کے اُستادوں کو بتایا کہ وہ کون ہیں۔ ہاں، مسیح اِنسان بھی تھے، وہ ایک اِنسان کی

طرح تکلیفوں، آزمائشوں، مشکلات اور تھکاوٹ کا سامنا کرتے تھے، اُن کے اندر ویسے ہی احساسات و جذبات تھے جیسے اِنسان میں ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ محض ایک اِنسان نہیں تھے بلکہ اِنسان سے کہیں بڑھ کر، اعلیٰ، افضل اور عظیم ہستی تھے۔ مسیح میں ہمیں الُوہیت کی ساری معموری نظر آتی ہے۔ اِسی لئے پولس رسول اُن کے بارے میں لکھتا ہے، ''وہ اندیکھے خدا کی صُورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مَولُود ہے۔'' (کلسیوں ۱:۱۵)

جب لوگوں نے مسیح کو ایسے عجیب اور انوکھے کام کرتے دیکھا تو اُنہوں نے خدا کی حمد و تمجید کی۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح کی اُلوہیت کے بارے میں جان کر اَب ہماری کیا رائے ہے؟ کیا ہم بِلا خوف و جھجھک اُس کو خدا ماننے کو تیار ہیں جو اِنسانی شکل میں دُنیا میں آیا یا مذہبی رہنماؤں کی طرح ہم بھی شک و اِلزام کی تاریکی میں ڈوب کر مسیح پر کفر کا فتویٰ صادر کریں گے؟

آٹھواں باب

گناہگاروں کوخوشخبری

(مرقس۲: ۱۳۔۲۲)

یہ اِنسانی فِطرت ہے کہ ہم دوسروں سے اپنا مقابلہ کرتے ہیں، ہم اپنے معیار سے دوسروں کی جانچ پرکھ اور اُن کے لئے فیصلہ کرتے ہیں۔ ہمارا رویہ اور سوچ یہ ہوتی ہے کہ اگر سب ہماری طرح ہو جائیں تو کوئی لڑائی جھگڑا اور بحث مباحثہ نہیں ہو گا، ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ جو ہم سے مختلف سوچ رکھتے ہیں وہی مسائل کھڑے کرتے ہیں، خاص طور پر ہم ایسے لوگوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے جو ہم سے کم راستباز و نیک ہیں۔ ہماری یہی اخلاقی برتری ہمیں نہ صرف دوسروں سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیتی ہے بلکہ ہم اُن کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے۔

مسیح کے زمانے کے مذہبی رہنما اپنے آپ کو دوسروں سے برتر اور بہت زیادہ نیک و راستباز سمجھتے تھے۔ اُن کی اِس سوچ کی روشنی میں مسیح کے انوکھے اور عجیب کام دیکھ کر وہ حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔ خدا کا نیک بندہ مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲ باب کی ۱۳ سے ۲۲ آیت میں لکھتا ہے، ''وہ پھر باہر جھیل کے کنارے گیا اور ساری بھیڑ اُس کے پاس آئی اور وہ اُن کو تعلیم دینے لگا۔ جب وہ جا رہا تھا تو اُس نے حلفئ کے بیٹے لاوی کو محصُول کی چوکی پر بیٹھے

دیکھا اور اُس سے کہا، میرے پیچھے ہو لے۔ پس وہ اُٹھ کر اُس کے پیچھے ہو لیا۔ اور یوں ہُوا کہ وہ اُس کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا اور بہت سے محصُول لینے والے اور گنہگار لوگ یسوع اور اُس کے شاگردوں کے ساتھ کھانے بیٹھے کیونکہ وہ بہت تھے اور اُس کے پیچھے ہو لئے تھے۔ اور فریسیوں کے فقیہوں نے اُسے گنہگاروں اور محصُول لینے والوں کے ساتھ کھاتے دیکھ کر اُس کے شاگردوں سے کہا، یہ تو محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے۔ یسوع نے یہ سُن کر اُن سے کہا، تندرُستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ بیماروں کو۔ مَیں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بُلانے آیا ہوں۔ اور یوحنا کے شاگرد اور فریسی روزہ سے تھے۔ اُنہوں نے آ کر اُس سے کہا، یوحنا کے شاگرد اور فریسیوں کے شاگرد تو روزہ رکھتے ہیں لیکن تیرے شاگرد کیوں روزہ نہیں رکھتے؟ یسوع نے اُن سے کہا، کیا براتی جب تک دُلہا اُن کے ساتھ ہے روزہ رکھ سکتے ہیں؟ جس وقت تک دُلہا اُن کے ساتھ ہے وہ روزہ نہیں رکھ سکتے۔ مگر وہ دِن آئیں گے کہ دُلہا اُن سے جُدا کِیا جائے گا، اُس وقت وہ روزہ رکھیں گے۔ کورے کپڑے کا پیوند پُرانی پوشاک پر کوئی نہیں لگاتا۔ نہیں تو وہ پیوند اُس پوشاک میں سے کچھ کھینچ لے گا یعنی نیا پُرانی سے اور وہ زیادہ پھٹ جائے گی۔ اور نئی مَے کو پُرانی مشکوں میں کوئی نہیں بھرتا۔ نہیں تو مشکیں مَے سے پھٹ جائیں گی اور مَے اور مشکیں دونوں برباد ہو جائیں گی بلکہ نئی مَے کو نئی مشکوں میں بھرتے ہیں۔'' (مرقس ۲:۱۳-۲۲)

ایک بات جو ہم اِس حوالہ سے سیکھتے ہیں کہ مسیح یسوع کا کوئی مقررہ وقت نہیں تھا

کہ فلاں ٹائم پر یہ کرنا ہے اور فلاں ٹائم پر وہ۔ وہ تعلیم و پرچار کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جب لوگوں کا ہجوم اُن کے اِرد گرد جمع ہو گیا تو اُنہوں نے یہ کہہ کر اُن کو واپس نہیں بھیج دیا کہ تعلیم اور ہدایت پانے کے لئے کِسی اَور وقت آنا۔ نہ ہی مسیح کو کِسی کلاس رُوم یا کمرے کی ضرورت تھی، اُن کے لئے دُنیا ہی ایک کلاس روم تھی۔ جب وہ گلیل کی جھیل کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے تو لوگوں کی بڑی بھیڑ اُن کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی تعلیم اور ہدایت پا رہی تھی۔ ہمیں جب کِسی کو سکھانے یا سیکھنے کا موقع مِلتا ہے تو کیا ہم اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں؟ کیا ہم سمجھتے ہیں کہ تعلیم و ہدایت صرف کلاس رُوم یا عبادت گاہ میں ہی دی جا سکتی ہے؟

مسیح نے نہ صرف کِسی پروگرام کے تحت اور غیر معمولی جگہوں پر جا کر لوگوں کو تعلیم و ہدایت دی بلکہ اُنہوں نے اپنے شاگردوں کو چُننے میں بھی یہی رویہ اِختیار کِیا۔ اُنہوں نے ایسے لوگوں کو چُنا جن کی حیثیت معاشرے میں کوئی اعلیٰ و افضل نہیں تھی، وہ عام سے لوگ تھے۔ کیا آپ کِسی ٹیکس لینے والے کو اچھا سمجھتے ہیں؟ مسیح کے زمانے میں یہودی لوگ ٹیکس اِکٹھا کرنے والوں کو غدار سمجھتے تھے کیونکہ وہ رُومی سلطنت کے لئے ٹیکس جمع کرتے تھے۔ رُومی حکمرانوں نے یہودی قوم کو فتح کر کے اُن کی سر زمین پر قبضہ جمایا ہُوا تھا۔ اِس کے علاوہ رُومیوں نے یہودیوں سے ٹیکس اِکٹھا کرنے کے لئے ٹھیکے دار رکھے ہوئے تھے۔ ٹیکس ادا کرنے کا کوئی مخصوص ریٹ نہیں تھا۔ رُومی سلطنت جِتنا چاہتی ٹھیکے داروں سے پیسہ وُصول کرتی اور ٹھیکے دار جِتنا چاہتے لوگوں سے پیسہ بٹور کر اپنی جیب بھر

لیتے۔ اِس سے یہودیوں کے دِل میں یہ خیال گھر کر گیا کہ محصُول یا ٹیکس لینے والے نہ صرف دھوکے باز اور فریبی ہیں بلکہ غدار بھی ہیں، اور اُن کی تجوریوں میں بھرا ہُوا سارا پیسہ لوگوں پر ظلم و ستم اور دھوکا فریب کر کے جمع کِیا ہُوا ہے۔

مگر اِس کے باوجود مسیح نے لاوی یعنی محصُول و ٹیکس لینے والے کو کہا کہ میرے پیچھے ہو لے۔ اور لاوی نے بھی مسیح سے یہ نہیں کہا کہ ابھی کام کا وقت ہے پھر کِسی وقت آنا۔ نہ ہی اُس نے مسیح سے یہ پوچھنا گوارا کِیا کہ کیا اُس کو شاگرد بننے کے لئے ٹیکس اِکٹھا کرنے سے زیادہ آمدنی یا فائدہ پہنچے گا۔ اُس نے مسیح سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اُس کو کوئی بڑا عہدہ یا اِختیار مِلے گا جس سے وہ دوسروں کو کنٹرول کر سکے۔ اُس نے قطعی طور پر ایسا کوئی سوال نہیں کِیا بلکہ جب مسیح نے اُس کو اپنے پیچھے آنے کو کہا تو وہ فی الفور اپنا کاروبار اور آمدنی کا ذریعہ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور اُس کے پیچھے چل پڑا۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہیں؟

محصُول لینے والے لاوی کی شخصیت کا ایک اَور پہلو بھی ہمیں نظر آتا ہے یعنی اُس نے مسیح کی پیروی کرنے کے لئے کوئی مالی فائدہ لینے کی بجائے مسیح اور اُس کے شاگردوں کو گھر دعوت پر بُلایا۔ اِس پُر تکلف دعوت میں اُس کے پُرانے دوست احباب بھی شامل تھے۔ مگر وہاں موجود مذہبی رہنما یہ سب برداشت نہ کر سکے۔ بجائے اِس کے کہ وہ خوش ہوتے کہ لاوی نے اپنی زندگی تبدیل کر لی ہے، وہ مسیح کو تنقید کا نشانہ بنانے لگے کہ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے جن کی

اُن کی نظر میں کوئی عزت و قدر نہیں۔
اِسی طرح ہم بھی اگر ایسے لوگوں کے ساتھ اُٹھیں بیٹھیں گے تو مذہبی رہنماؤں کی تنقید کے جواب میں کہیں گے، نہیں جناب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے! یہ لوگ گناہگار نہیں ہیں، اور ہیں بھی تو اِنہوں نے کوئی اِتنا بڑا گناہ نہیں کِیا۔ مگر مسیح نے ایسا نہیں کہا۔ اُس نے مذہبی رہنماؤں کے سامنے جُھکنے یا بحث مباحثہ کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہاں یہ لوگ واقعی گناہگار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم خواہ اپنے آپ کو کِتنا ہی نیک و پارسا سمجھیں، ہم خدا کی پاکیزگی، کاملیت اور راستبازی کے معیار تک کبھی پہنچ ہی نہیں سکتے۔ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو یہ دعویٰ کرسکے کہ وہ پاک و راستباز ہے یا اُس نے کبھی گناہ نہیں کِیا۔ مسیح نے مذہبی رہنماؤں سے بحث کرنے کی بجائے کہ کون گناہگار ہے اور کون راستباز، اُنہیں اُن کے گناہ کا حل بتایا کہ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو ہم اُس کو تنقید کا نشانہ نہیں بناتے بلکہ ڈاکٹر یا حکیم کے پاس لے جاتے ہیں۔
جس طرح بیماروں کو شِفا کی ضرورت ہوتی ہے اُسی طرح گناہگاروں کو بھی اپنے گناہوں سے نجات پانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اپنے گناہوں سے معافی کے طلب گار ہوتے ہیں نہ لعنت ملامت کے۔ یہی ایک وجہ تھی کہ مسیح ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں جو اپنے آپ کو نیک و پارسا اور راستباز سمجھتے تھے بلکہ گناہگاروں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ اُن کا دُنیا میں آنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ گناہگار اپنے گناہوں سے نجات پائیں۔ وہ ایسے لوگوں کے لئے نہیں آئے جن کو اُن کی ضرورت نہیں تھی۔ پولس رسول اِس سلسلے میں کہتا ہے، ”یہ بات سچ

اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے کہ مسیح یسوع گناہگاروں کو نجات دینے کے لئے دُنیا میں آیا جن میں سب سے بڑا مَیں ہوں۔" (۱۔ تیمتھیس۱:۱۵)
یوحنا بپتسمہ دینے والے کے شاگرد بھی مسیح پر تنقید کرنے لگے، اِس بات پر نہیں کہ وہ کِن لوگوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اُٹھتا بیٹھتا ہے بلکہ مذہبی رسم و رواج پر۔ ایک بار پھر مسیح نے اپنے جواب سے سب کے منہ بند کر دیئے۔ بہت سے لوگ رسم و رواج پر بغیر سوچے سمجھے عمل کرتے ہیں، اُن کے ذہن میں کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ مسیح کے شاگرد روزہ کیوں نہیں رکھتے جب کہ اِس سے اُن کا کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا؟ اور جب مسیح بذاتِ خود اُن کے ساتھ تھا تو روزہ رکھنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ مسیح نے اُن پر واضح کِیا کہ اُن کی تعلیم و پیغام کی پیروی کرنے کے لئے ایک نئی سوچ اور نئے رویہ کی ضرورت ہے، اور اگر کوئی اُس کی نئی تعلیم و سوچ پر اپنی پُرانی تعلیم و رسم و رواج قائم رکھنا چاہتا ہے تو یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ پھٹے پُرانے کپڑے پر نئے کپڑے کا پیوند لگا دیا جائے۔ ظاہر ہے پُرانا نئے کو بھی تباہ و برباد کر دے گا۔

نواں باب

سبت کا مالِک

(مرقس۲: ۲۳-۳: ۶)

دُنیا کے ہر معاشرے کے اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں جن کی لوگ پیروی کرتے ہیں۔ مگر اِس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ بہت سے لوگ بغیر سوچے سمجھے اِن رسم و رواج پر چلتے چلے جاتے ہیں۔

کچھ ایسا ہی مذہبی مُعاملات کے بارے میں بھی ہوتا ہے۔ ہم دین و عقائد سے مُنسلک رسم و رواج کی پابندی کرنے میں اِسقدر محو ہو جاتے ہیں کہ بُھول ہی جاتے ہیں کہ خدا کا اِن کو بنانے اور رائج کرنے کا مقصد و اِرادہ کیا تھا۔

مسیح کے زمانے کے مذہبی رہنماؤں کی مخالفت کی ایک وجہ یہ تھی کہ مسیح یسوع خدا کے قانون بارے اُن کی تعلیم کو ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں تھے بلکہ اُنہوں نے خدا کے مقصد و اِرادے کے مطابق اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کِیا، جس سے مذہبی رہنماؤں کی منافقت و ریاکاری کا پُول کھل گیا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۲ باب کی ۲۳ سے ۲۸ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس اِسی بارے میں ایک واقعہ کا ذِکر کرتا ہے، ”اور یوں ہُوا کہ وہ سبت کے دِن کھیتوں میں ہو کر جا رہا تھا اور اُس کے شاگرد راہ میں چلتے ہوئے بالیں توڑنے لگے۔ اور فریسیوں نے اُس سے کہا، دیکھ یہ سبت کے دِن وہ کام کیوں کرتے

ہیں جو روا نہیں؟ اُس نے اُن سے کہا، کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے کیا کِیا جب اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو ضرورت ہوئی اور وہ بُھوکے ہوئے؟ وہ کیونکر ابیاتر سردار کاہن کے دِنوں میں خدا کے گھر میں گیا اور اُس نے نذر کی روٹیاں کھائیں جن کو کھانا کاہنوں کے سِوا اَور کِسی کو رَوا نہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں؟ اور اُس نے اُن سے کہا، سبت آدمی کے لئے بنا ہے نہ آدمی سبت کے لئے۔ پس ابنِ آدم سبت کا بھی مالِک ہے۔'' (مرقس ۲:۲۳۔۲۸)

اِس حوالہ کو سمجھنے اور جاننے کے لئے لازم ہے کہ پہلے ہم جانیں کہ سبت ہے کیا۔ لفظ سبت کا مطلب ہے رُوک دینا یا مداخلت کرنا۔ سبت ہفتے کا وہ دِن تھا جس میں لوگ اپنے روز مرہ کے کام کاج نہیں کرتے تھے۔ موسوی شریعت کے مطابق دیئے گئے دَس احکامات میں بنی اِسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ ہفتے کے ساتویں دِن یعنی ہفتے کو آرام کا دِن ہو گا۔ یہ ایک طرح سے یاد دِہانی تھی کہ کِس طرح خدا نے دُنیا کو تخلیق کِیا۔ اُس نے چھ دِن میں دُنیا کو بنایا اور ساتویں دِن اپنے تخلیقی کام سے آرام کِیا۔ سبت بنی اِسرائیل کے لئے ایک یاد دِہانی بھی تھی کہ خدا نے اُنہیں مِصر سے فرعون کی غلامی سے نکال کر آرام دیا۔ مختصر یہ کہ سبت کا دِن روزمرہ کے کام کاج، زندگی کی محنت و مشقت، مشکلوں اور تکلیفوں سے آرام پانے کا دِن تھا۔

یہی وجہ تھی کہ مسیح کے زمانے کے مذہبی رہنما سبت کے دِن مسیح کے شاگردوں کو کھیتوں سے بالیں توڑتے دیکھ کر بُرا مان گئے۔ مسئلہ یہ نہیں تھا کہ شاگرد کِسی

کے کھیت سے بالیں توڑ رہے تھے۔ موسوی قانون میں واضح طور پر لوگوں کو اِجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی بُھوک کو مِٹا سکتے ہیں لیکن جہاں تک بالیں توڑنے کا تعلق ہے وہ ہاتھ سے توڑ سکتے ہیں مگر درانتی سے نہیں کاٹ سکتے۔ یہاں مسئلہ یہ تھا کہ مسیح کے شاگردوں نے سبت کے دِن ایسا کِیا لہذا مذہبی رہنماؤں کی نظر میں سبت کے دِن یہ کام کرنا سبت کو توڑنا تھا۔

مسیح اُن کو یہ بھی جواب دے سکتے تھے کہ ہاتھ سے بالیں توڑنا کوئی کام تو نہیں۔ بجائے اِس کے وہ اُن سے بحث مباحثے میں پڑ جائیں، مسیح نے اُن کی توجہ ایک بہت ہی گہرے اُصول کی طرف کروائی۔ سبت کے لئے خدا کی مرضی و اِرادہ یہ تھا کہ لوگوں کے لئے یہ دِن برکت و بھلائی کا سبب بنے تا کہ اُن کا بوجھ کم ہو۔ اپنے اِس اہم نکتہ کی وضاحت کے لئے مسیح نے اُن کے سامنے خدا کے نیک و پیارے بندے داؤد نبی کی مثال رکھی کہ موسوی شریعت کے مطابق کاہنوں پر لازم تھا کہ ہر ہفتے خدا کے گھر یعنی ہیکل میں بارہ مُقدس روٹیاں رکھیں۔ صرف کاہنوں کو ہی اِجازت تھی کہ وہ بعد میں اِن میں سے کھا سکتے ہیں مگر جب داؤد نبی اور اُس کے ساتھیوں کو بُھوک لگی ہوئی تھی تو اِبیاتر کاہن نے اُسے نذر کی مُقدس روٹیاں کھانے کو دِیں۔ خدا نے اپنا قانون لوگوں کو تکلیف نہیں بلکہ آسودہ کرنے کے لئے دیا، مگر خدا نے چاہا کہ قانون توڑا جائے تا کہ بادشاہ ہونے کے لئے اُس کے چُنے ہُوئے آدمی کی ضرورت و تقاضا پورا ہو سکے۔ بائبل مُقدس میں متی کی اِنجیل کے بیان میں مسیح یسوع، ہوسیع نبی کی کتاب کا حوالہ دے کر اِس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں، ”...مَیں قربانی

نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں اور خدا شناسی کو سوختنی قربانیوں سے زیادہ چاہتا ہوں۔"(ہوسیع ۶:۶) مسیح کی تعلیم و پیغام بہت سادہ اور بامقصد ہے یعنی خدا چاہتا ہے کہ ہم مذہبی رُسومات کی پیروی کرنے کی بجائے رحم، بھلائی، محبت اور ہمدردی پر زیادہ دھیان اور توجہ دیں۔

مرقس کی اِنجیل میں ایک اَور واقعہ کا ذِکر ہے جب مسیح یسوع نے شریعت کے مطلب و مقصد کو پورا کِیا مگر مذہبی رہنماؤں کی محدُود عقل نے قانون توڑنا سمجھا اور اُنہیں پسند نہ آیا۔ ہم مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۳ باب کی ۱ سے ۶ آیت میں پڑھتے ہیں، "اور وہ عبادتخانہ میں پھر داخل ہُوا اور وہاں ایک آدمی تھا جس کا ہاتھ سُوکھا ہُوا تھا۔ اور وہ اُس کی تاک میں رہے کہ اگر وہ اُسے سبت کے دِن اچھا کرے تو اُس پر اِلزام لگائیں۔ اُس نے اُس آدمی سے جس کا ہاتھ سُوکھا ہُوا تھا کہا، بیچ میں کھڑا ہو۔ اور اُن سے کہا، سبت کے دِن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟ جان بچانا یا قتل کرنا؟ وہ چُپ رہ گئے۔ اُس نے اُن کی سخت دِلی کے سبب سے غمگین ہو کر اور چاروں طرف اُن پر غصہ سے نظر کر کے اُس آدمی سے کہا، اپنا ہاتھ بڑھا۔ اُس نے بڑھا دیا اور اُس کا ہاتھ دُرست ہو گیا۔ پھر فریسی فی الفُور باہر جا کر ہیرودیوں کے ساتھ اُس کے خلاف مشورہ کرنے لگے کہ اُسے کِس طرح ہلاک کریں۔"(مرقس ۳:۱-۶)

خدا کی مرضی اور اِرادہ تھا کہ سبت کا دِن آرام کا دِن ہو۔ اِس دِن لوگ اپنے تخلیق کار کی حمد و تمجید اور اُس کی برکتوں اور بھلائیوں کو یاد کریں۔ مگر اِس موقعہ پر مذہبی رہنما اور اِختیار والے سبت کے دِن کو خدا کی حمد و تمجید کے لئے

نہیں بلکہ مسیح کو دُھوکے سے پھنسانے کے لئے اِستعمال کر رہے تھے۔ اُن کو اُس بیمار و محتاج کی کوئی فکر نہیں تھی جس کا ہاتھ سُوکھا ہُوا تھا بلکہ وہ اُسے صرف اپنے گھناؤنے عزائم کے لئے اِستعمال کر رہے تھے۔ اُن کے مقاصد پاک صاف نہیں تھے، مگر مسیح نے یہ سوال پوچھ کر اُن کو اُلٹا اُنہی کے جال میں پھنسا دیا کہ سبت کے دِن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟ اَب وہ بالکل بے نقاب ہو چُکے تھے، اِسی لئے مسیح کے سوال کا جواب نہ دے سکے، اور اپنے غلط مقاصد کو کھلم کھلا مان کر معافی مانگنے کی بجائے خاموشی سے کھڑے رہے۔

یہ دیکھ کر مسیح اُن پر بہت غصہ اور رنجیدہ ہوئے کہ لوگ کیسے خدا کی عظیم نعمت اور تحفہ کو سخت دِلی سے کام لے کر شیطانی مقاصد کے لئے اِستعمال کر سکتے ہیں؟ مگر مسیح کا مقصد و اِرادہ مذہبی رہنماؤں اور اِختیار والوں کے بالکل بر عکس تھا۔ اُنہوں نے سبت کے دِن کو نیکی و بھلائی کے اِستعمال کِیا۔ اُنہوں نے اُس مجبور و بے کس آدمی کے سُوکھے ہوئے ہاتھ کو شفا دے کر تکلیف و اِذیت سے بچا لیا۔

مگر مذہبی رہنماؤں کی ضِد، نفرت و دُشمنی بڑھتی چلی گئی اور وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ مسیح کو کیسے ہلاک کریں۔ اُنہوں نے مسیح پر جھوٹا اِلزام لگایا کہ اِس نے شریعت کی خلاف ورزی کی ہے مگر خود قتل کرنے کا ارادہ باندھ کر شریعت کے احکامات کو توڑ رہے تھے۔

اور اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم بھی مسیح کے زمانے کے مذہبی رہنماؤں کی طرح نیکی و بھلائی اور باہمی محبت و پیار کو پَرے چھوڑ کر مذہبی رسُومات کو زیادہ اہمیت

دیتے ہیں؟

دسواں باب

خداوند کے ساتھ رفاقت

(مرقس۳:۷-۱۹)

مسیح نے زمین پر اپنی اِلٰہی خدمت کے آغاز ہی سے لوگوں کی پُرانی سوچ و تصور کو چیلنج کِیا، اور اپنے زمانے کے مذہبی رہنماؤں کی ریاکاری اور منافقت کو بے نقاب کر دیا۔ ظاہر ہے کہ مذہبی لیڈر یہ چیز ہرگز برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی اُن کے چہرے سے پردہ ہٹائے تاکہ دُنیا اُن کا اصلی چہرہ دیکھ سکے۔ اِسی لئے وہ مسیح کو ہلاک کرنے کا منصوبہ باندھنے لگے۔ وہ دِن قریب تھا جب خدا اُن کو اِجازت دے گا کہ وہ مسیح کو اُس کی مرضی و اِرادے کے عین مطابق قتل کریں۔ مگر اِس سے پہلے کہ وہ دِن آئے مسیح کو کچھ اہم کام سَر انجام دینا تھے۔ اُنہوں نے مذہبی رہنماؤں سے بحث مباحثے میں اُلجھنا مناسب نہیں سمجھا۔ بائبل مُقدس میں مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۳ باب کی ۷ سے ۱۲ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اور یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ جھیل کی طرف چلا گیا اور گلیل سے ایک بڑی بھیڑ پیچھے ہو لی اور یہودیہ اور یروشلیم اور اِدومیہ سے اور یردن کے پار اور صُور اور صیدا کے آس پاس سے ایک بڑی بھیڑ یہ سُن کر کہ وہ کیسے بڑے کام کرتا ہے اُس کے پاس آئی۔ پس اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا، بھیڑ کی وجہ سے ایک چھوٹی کشتی میرے لئے تیار رہے تاکہ وہ

مجھے دبا نہ ڈالیں کیونکہ اُس نے بہت لوگوں کو اچھا کِیا تھا۔ چنانچہ جتنے لوگ سخت بیماریوں میں گرفتار تھے اُس پر گرے پڑتے تھے کہ اُسے چُھو لیں اور ناپاک رُوحیں جب اُسے دیکھتی تھیں اُس کے آگے گر پڑتی اور پُکار کر کہتی تھیں کہ تُو خدا کا بیٹا ہے۔ اور وہ اُن کو بڑی تاکید کرتا تھا کہ مجھے ظاہر نہ کرنا۔'' (مرقس۳:۷۔۱۲)

اگرچہ مسیح نے اُن جگہوں کو چھوڑ دیا جہاں اُس کی مخالفت ہوتی تھی مگر اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ وہ گمنامی میں چلا گیا بلکہ اِس کے برعکس لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم دُور دُور سے اُس کے پاس جمع ہونے لگا۔ مرقس کے مطابق جنوب، مشرق، شمال، غرض چاروں طرف لوگوں کی بھیڑ اِکٹھی ہو گئی۔ اِن میں سے کچھ مقام اِسرائیل کی حدُود سے باہر تھے۔ اِس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مسیح کی اِلٰہی خدمت کا دائرہ اور اثرو رُسوخ محض کِسی ایک علاقے یا صُوبے تک محدُود نہیں تھا بلکہ عالمگیر تھا۔ لوگوں کا ہجوم اِتنا بڑا تھا کہ اُسے کشتی پر سوار ہو کر تعلیم دینا پڑی تاکہ بھیڑ اُس کو دبا نہ ڈالے۔

یوں لگتا تھا کہ لوگوں کی اکثریت جو اُس کے گرد دُور دُور سے آ کر جمع ہوئی تھی اُس کی تعلیم و کلام سُننے نہیں بلکہ اپنی بیماریوں سے شِفا پانے آئے تھے۔ مسیح نے بہت سے لوگوں کو شِفا بخشی مگر یہ اُس کا بُنیادی مقصد نہیں تھا۔ وہ معجزات دِکھاتا تھا تاکہ لوگ اُس کے عجیب اور انوکھے کام دیکھ کر اُس کی تعلیم و پیغام کو سُنیں کہ خدا کی طرف سے ہے۔ ایک اَور موقع پر اُنہوں نے فرمایا، ''... تم اُس شخص سے جِسے باپ (یعنی خدا) نے مُقدس کر کے دُنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تُو

کُفر بکتا ہے اِس لئے کہ مَیں نے کہا مَیں خدا کا بیٹا ہوں؟ اگر مَیں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو میرا یقین نہ کرو۔ لیکن اگر مَیں کرتا ہوں تو گو میرا یقین نہ کرو مگر اُن کاموں کا تو یقین کرو تاکہ تم جانو اور سمجھو کہ باپ مجھ میں ہے اور مَیں باپ میں۔" (یوحنا ۱۰:۳۶-۳۸)

اگرچہ مسیح نے عجیب اور انوکھے معجزات دِکھائے تاکہ لوگ سمجھیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے، اُس نے بُری شیطانی رُوحوں کو تاکید کی کہ مجھے ظاہر نہ کرنا یعنی لوگوں کو نہ پتہ چلے کہ مَیں کون ہوں۔ کیونکہ کچھ دیر بعد لوگوں نے اُس پر اِلزام لگایا کہ وہ شیطانی طاقت سے معجزات دِکھاتا ہے۔ مگر وہ بُری رُوحوں کی گواہی کو کوئی اہمیت نہیں دینا چاہتا تھا حالانکہ وہ حق و سچائی پر تھا۔

کوئی بھی تحریک اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اُس کا رہنما دوسروں کو تربیت و ٹریننگ نہ دے کہ اُس کی تعلیم، پیغام اور کام کو پوری لگن و جانفشانی سے ہر طرف پھیلائیں۔ مسیح یسوع دُنیا میں کچھ مُدت کے لئے تھے، اُن کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا، لہذا اُنہیں دوسرے لوگوں کی ضرورت تھی کہ آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد اُس کے اِلٰہی کام کو جاری رکھیں۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے باب ۳ کی ۱۳ سے ۱۹ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس، مسیح کے چُنے ہوئے اُن وفادار ساتھیوں کا ذِکر کرتا ہے، "پھر وہ پہاڑ پر چڑھ گیا اور جن کو وہ آپ چاہتا تھا اُن کو پاس بُلایا اور وہ اُس کے پاس چلے آئے۔ اور اُس نے بارہ کو مُقرر کِیا تاکہ اُس کے ساتھ رہیں اور وہ اُن کو بھیجے کہ مُنادی کریں، اور بدرُوحوں کو نکالنے کا اِختیار رکھیں۔ وہ یہ ہیں، شمعون جس کا نام پطرس رکھا، اور

زبدی کا بیٹا یعقوب اور یعقوب کا بھائی یُوحنا جس کا نام بُوانرِ گِس یعنی گرج کے بیٹے رکھا، اور اِندریاس اور فِلپس اور برتلمائی اور متی اور توما اور حلفئ کا بیٹا یعقوب اور تدی اور شمعون قنانی اور یہوداہ اِسکریوتی جس نے اُسے پکڑوا بھی دیا۔" (مرقس ۳: ۱۳-۱۹)

مرقس بتاتا ہے کہ مسیح نے اپنے اِن ساتھیوں کو چُنا کہ اُس کے ساتھ رہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح یسوع نے اِن کو دعوت دی کہ اُس کی زندگی کا حِصہ بنیں اور اُس کے اِلٰہی کلام و تعلیم کو سُنیں۔ وہ چاہتا تھا کہ شاگرد جانیں کہ جس کی اُس نے دوسروں کو تعلیم دی، اُسی تعلیم کے مطابق زندگی بسر بھی کی۔ عملی زندگی کی مثال ایک بہترین ذریعہ ہے جس سے لوگوں کو تعلیم آسانی سے سمجھ آ جاتی ہے۔ پولس رسول نے بھی نوجوان رہنما تیمتھیس کو یہ ہدایت دی، "کوئی تیری جوانی کی حقارت نہ کرنے پائے بلکہ تُو اِیمانداروں کے لئے کلام کرنے اور چال چلن اور محبت اور اِیمان اور پاکیزگی میں نمونہ بن۔" (۱-تیمتھیس ۴: ۱۲)

لفظ "رُسول" کا مطلب ہے بھیجا گیا۔ مسیح نے نہ صرف اِن آدمیوں کو چُنا بلکہ اُن کو بھیجا کہ اُس کی تعلیم و پیغام کا پرچار کریں۔ ایک آدمی خواہ کِتنا ہی ذہین و خداداد قابلیت کا مالک کیوں نہ ہو سارے کام نہیں کر سکتا۔ اپنے چُنے ہوئے ساتھیوں کو تبلیغ کے لئے بھیج کر مسیح یسوع نے اپنی عظمت و قابلیت کو اَور بھی چار چاند لگا دیئے۔ اُنہوں نے نہ صرف اِن لوگوں کو اِلٰہی قدرت و تعلیم کے بارے میں سِکھایا بلکہ اُن کو کام دیا کہ وہ جا کر مُنادی کریں۔ اُس نے اُن کو طاقت و اہلیت بھی بخشی کہ وہ اِس عظیم کام کو خدا کی مرضی و اِرادے کے عین مطابق

نبھائیں۔ اُس نے اُن کو قوت و قدرت دی کہ وہ بدرُوحوں کو نکالیں کیونکہ یہ وہ شیطانی طاقتیں ہیں جو خدائے بزرگ و برتر کی مخالف ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مسیح نے بارہ شاگردوں کو کیوں چُنا؟ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اُس نے رُوحانی وجوہات کی بِنا پر ایسا کِیا۔ خدا کا یہودی قوم کے لئے اِرادہ یہ تھا کہ اُن کے وسیلہ سے بنی نوع اِنسان اپنے گناہوں سے نجات پائیں مگر افسوس کی بات ہے کہ بنی اِسرائیل کبھی بھی اِلٰہی معیار پر پورے نہیں اُترے۔ پاک صحائف میں مسیح کے پیروکاروں کو سچا اِسرائیل کا نام دیا گیا ہے۔ جس طرح بنی اِسرائیل بارہ قبیلوں میں بکھرے ہوئے تھے، اِسی طرح مسیح کے بارہ رُسول بھی خدا کے سچے اِسرائیل کی طرف اِشارہ دیتے ہیں۔

یہ لوگ کون تھے؟ ظاہر ہے بارہ شاگردوں کی سماجی حیثیت کو دیکھتے ہوئے دُنیا کی کوئی بھی تنظیم و جماعت اُن کو نہیں چُنے گی۔ جہاں تک ہم جانتے ہیں اُن میں سے کوئی بھی امیر و دولتمند نہیں تھا، نہ ہی اُن میں کوئی تعلیم یافتہ تھا۔ ہاں، یوحنا پڑھا لکھا تھا اور سردار کاہن کو شخصی طور پر جانتا تھا مگر باقی کے شاگردوں کی اثر و رُسوخ والے لوگوں تک قطعی رسائی نہیں تھی۔ اُن میں چار تو ماہی گیر تھے، اور کچھ کے بارے میں ہم بالکل نہیں جانتے۔ اِسی لئے پولس رُسول نے کئی سال بعد اِلہامی تحریک سے معمُور ہو کر لکھا کہ ''اَے بھائیو! اپنے بُلائے جانے پر تو نگاہ کرو کہ جسم کے لحاظ سے بہت سے حکیم، بہت سے اِختیار والے، بہت سے اشراف نہیں بُلائے گئے۔ بلکہ خدا نے دُنیا کے بیوقوفوں کو چُن لیا کہ حکیموں کو شرمندہ کرے اور خدا نے دُنیا کے کمزوروں کو چُن لیا کہ زور آوروں کو شرمندہ

کرے۔'(۱۔ کرنتھیوں: ۲۶-۲۷)
مسیح کی بادشاہی میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اُس کے پاس آنے سے پہلے ہم کیا تھے۔ ہاں، اہم و ضروری یہ ہے کہ ہم اُس کے بُلانے اور اپنی زندگی تبدیل کرنے کو تیار ہیں۔ مسیح نے شمعون کا نام پطرس رکھا جس کا مطلب ہے پتھر۔ مگر جب ہم اِنجیلِ پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پطرس میں کہیں بھی پتھر کی طرح کی طبیعت نظر نہیں آتی۔ مگر مسیح میں تبدیلی کے بعد وہ شروع کی کلیسیا میں ایک اہم شخصیت بن کر اُبھرا۔ مسیح نے یعقوب اور یوحنا کا نام گرج کے بیٹے رکھا۔ لگتا ہے کہ اُن کی طبیعت میں سختی تھی۔ مگر آج ہم یوحنا کو ایک محبت کرنے والے رُسول کے طور پر جانتے ہیں۔ دوسرا شمعون زیلوتیس جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ اِس اِنتہا پسند تنظیم نے اپنے آپ کو وقف کِیا ہُوا تھا کہ رُومی حکمرانی کا خاتمہ کرے، اور کچھ سال بعد اُن کے قتلِ عام اور دہشت گرد کاموں کی بِنا پر رُومی یہودی جنگ چھِڑ گئی جس کے نتیجہ میں یروشلیم تباہ و برباد ہو گیا۔ اِس کے برعکس متی جو لاوی کے نام سے بھی مشہور ہے، رُومی حکومت کے لئے ٹیکس یعنی محصُول اِکٹھا کرنے والا تھا۔ سخت گیر شمعون اور متی ایک دوسرے کے دُشمن تھے مگر دونوں نے مسیح کے بُلانے پر ہاں کہی اور دِل و جان سے اُس کی پیروی کی، اور مسیح نے دونوں کی دُشمنی اور نفرت کو باہمی مسیحی محبت و بھائی چارے میں بدل دیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ کیا آج ہم مسیح کی حق و سچائی سے بھرپور آواز سُن کر اُس کی پیروی کرنے کو تیار ہیں تا کہ وہ ہمارے اندر چُھپی ہوئی نفرت و بُرائی کو نکال کر ہمیں مسیحی محبت سے بھرپور ایک نیا اِنسان بنا دے؟

گیارھواں باب

یِسُوع مسیح کا خاندان

(مرقس۳:۲۰-۳۵)

ہماری تہذیب و تمدن، ہمارے گھر کا ماحول، ہماری تربیت و ٹریننگ اور ہمارے تجربات ہمیں ایک ایسے سانچے میں ڈھالتے ہیں کہ ہم زندگی کو اُسی رنگ و انداز سے دیکھتے ہیں۔ ہماری سوچ، تصورات اور رویہ ایسے ہی لوگوں کی توقعات کے مطابق بنتا جاتا ہے جو ہمارے اِرد گِرد ہوتے ہیں۔ ہم اپنے معاشرے کے اخلاقی پہلوؤں کو قبول کرنا سیکھتے ہیں۔ بہت ہی کم کوئی ایسا شخص ہو گا جو اپنے محدُود تجربہ کی روشنی میں محسوس کرے کہ دوسرے کلچر کے لوگوں کا سوچنے اور پرکھنے کا انداز اُس سے مختلف ہے۔ ایسا شخص بھی بہت کم دیکھنے میں آتا ہے جو اپنے ماحول سے ہٹ کر دوسروں کی سوچ و تصورات اور طریقِ زندگی کو بہتر سمجھ کر اپناتا ہے۔ اگر دوسرے شخص کی سوچ و تصور دُرست ہے تو ممکن ہے کہ ہم غلط ہیں یا ہمارے کلچر و تہذیب کے کچھ طریقے ایک کامیاب زندگی کے لئے بہتر نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ایسا بھی ہو جو ہماری سوچ، تصورات اور رویہ کے مطابق اپنے آپ کو نہ ڈھالے۔ بجائے اِس کے کہ ہم اپنے طور طریقوں کی پرکھ و پہچان کریں ہم اُس سے پَرے ہو جائیں گے کہ یہ تو پاگل اور بُرا شخص ہے۔

مسیح نے بہت سے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا کیونکہ وہ اُن کی توقعات کے مطابق کام نہیں کرتے تھے۔ اُن کی سوچ و تصورات، تعلیم و پیغام لوگوں کے ذاتی تجربہ سے کہیں بالاتر تھے۔ اُن کے دِل میں اُس وقت کے روائتی مذہبی رہنماؤں کے لئے کوئی عزت و احترام نہیں تھا، بلکہ اُنہوں نے خدا کی شریعت کے بارے میں اُن کی سمجھ و سوچ پر اُنہیں چیلنج کِیا اور اُن کی ریاکاری کا کھلم کھلا پول کھول دیا۔ اگرچہ مسیح یسوع نے اپنی تعلیم و پیغام کو عجیب اور انوکھے معجزے دِکھا کر سچ ثابت کِیا، مگر اکثر نے پھر بھی اُنہیں قبول نہ کِیا کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، یہاں تک کہ اُن کے اپنے خاندان والے بھی اُن کی اِلٰہی خدمت و مقصد کو نہ سمجھ سکے۔

بائبل مُقدس میں مرقس کی اِلہامی اِنجیل میں خدا کا نیک بندہ مرقس ۳ باب کی آیت ۲۰ سے ۳۵ میں مسیح کے خاندان اور مذہبی رہنماؤں کی اُس کے لئے رائے و رویہ کے بارے میں لکھتا ہے، ''وہ گھر میں آیا، اور اِتنے لوگ پھر جمع ہو گئے کہ وہ کھانا بھی نہ کھا سکے۔ جب اُس کے عزیزوں نے یہ سُنا تو اُسے پکڑنے کو نکلے کیونکہ کہتے تھے کہ وہ بے خود ہے۔ اور فقیہ جو یروشلیم سے آئے تھے یہ کہتے تھے کہ اُس کے ساتھ بعلزبُول ہے اور یہ بھی کہ وہ بدرُوحوں کے سردار کی مدد سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے۔ وہ اُن کو پاس بُلا کر اُن سے تمثیلوں میں کہنے لگا کہ شیطان کو شیطان کِس طرح نکال سکتا ہے؟ اور اگر کِسی سلطنت میں پُھوٹ پڑ جائے تو وہ سلطنت قائم نہیں رہ سکتی۔ اور اگر کِسی گھر میں پُھوٹ پڑ جائے تو وہ گھر قائم نہ رہ سکے گا۔ اور اگر شیطان اپنا ہی مخالف ہو کر اپنے

میں پُھوٹ ڈالے تو وہ قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اُس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن کوئی آدمی کِسی زور آور کے گھر میں گھُس کر اُس کے اسباب کو لُوٹ نہیں سکتا جب تک وہ پہلے اُس زور آور کو نہ باندھ لے۔ تب اُس کا گھر لُوٹ لے گا۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بنی آدم کے سب گناہ اور جِتنا کفر وہ بکتے ہیں مُعاف کِیا جائے گا، لیکن جو کوئی رُوح القُدس کے حق میں کفر بکے وہ ابد تک مُعافی نہ پائے گا بلکہ ابدی گناہ کا قصُوروار ہے، کیونکہ وہ کہتے تھے کہ اُس میں ناپاک رُوح ہے۔ پھر اُس کی ماں اور اُس کے بھائی آئے اور باہر کھڑے ہو کر اُسے بُلوا بھیجا۔ اور بھیڑ اُس کے پاس بیٹھی تھی اور اُنہوں نے اُس سے کہا، دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر تجھے پوچھتے ہیں۔ اُس نے اُن کو یہ جواب دیا، میری ماں اور میرے بھائی کون ہیں؟ اور اُن پر جو اُس کے گِرد بیٹھے تھے نظر کر کے کہا، دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں! کیونکہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے۔" (مرقس ۳:۲۰-۳۵)

لگتا ہے کہ یہ واقعہ کفرنحُوم میں پیش آیا جہاں مسیح رہتے تھے۔ اُن کے دوسرے رشتہ دار ناصرۃ میں قیام پذیر تھے۔ اِسی لئے مسیح کی سرگرمیوں کے بارے میں اُن کو کافی دیر سے علم ہوتا اور اگر وہ خود بھی کفرنحُوم آتے تو تب بھی بہت دیر سے خبر ملتی۔ اُن کی مسیح کے لئے محبت کا تقاضا تھا کہ اُس کے بارے میں پریشان ہوتے کہ وہ دِن رات اِتنا کام کر رہا ہے کہ کھانا کھانے کے لئے بھی وقت نہیں۔ اگر وہ اپنا خیال نہیں رکھے گا تو یقیناً اُس کی صحت خراب ہو جائے گی۔ اِس لئے یہ اُن کی ذمہ داری تھی کہ اُسے وقت پر کھانا دیں، اور اگر

وہ وقت پر کھانا نہیں کھاتا تو اُسے زبردستی کچھ کھانے کو دیں۔ یہ بہت غور طلب بات ہے کہ مسیح کے رشتہ داروں نے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ جب کہ مسیح کا یہ فعل و عمل اُن کی سمجھ سے بالکل باہر تھا لہذا اُنہوں نے فوراً سوچ لیا کہ وہ بے خود ہو گیا ہے یا اُس کا دماغی توازن کھو گیا ہے۔ یہاں تک کہ مسیح کی ماں بھی اُس کو نہ سمجھ سکی اور بھول گئ کہ اُس کا دُنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے۔ اُس کے رشتہ دار بھی نہ سمجھ سکے کہ وہ خدا کی مرضی اور منصوبے کو تکمیل تک پہنچا رہا ہے۔ پاک صحائف میں یہ بھی لکھا ہے کہ اُس کے بھائی اُس پر اِیمان نہ لائے۔

مسیح کے رشتہ دار تو شائد اپنی بے خبری اور رشتے کے احساس سے بھرپور ہو کر مخالفت کرتے تھے مگر دوسری طرف کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو حسد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اُس کے خلاف تھے۔ مذہب کے ٹھیکداروں نے اپنی آنکھوں سے مسیح کو انوکھے اور عجیب معجزات کرتے دیکھا۔ وہ اِن معجزوں کی سچائی اور حقیقت سے نہ تو اِنکار کر سکتے تھے اور نہ ہی جُھٹلا سکتے تھے مگر پھر بھی وہ ایک اُلجھن کا شکار تھے کہ اگر مسیح خدا کی طاقت و قدرت سے بیماروں کو شفا دیتے اور مُردوں کو زندہ کرتے ہیں تو اِس کا واضح مطلب یہ ہے کہ خدا اُس کے ساتھ ہے اور سب کچھ وہ خدا کی مرضی اور منصوبے کے تحت کر رہا ہے۔ اور اگر خدا مسیح کے ساتھ ہے اور سب اُس کی مرضی سے ہو رہا ہے تو اُس کی تعلیم و کلام بھی خدا ہی کی طرف سے ہے۔

بجائے اِس کے کہ وہ مسیح کی اِلٰہی تعلیم و پیغام کو قبول کر کے اپنی غلطی کو تسلیم

کرتے، اُنہوں نے حسد کی آگ میں جل کر مسیح کی الُوہیت، قدرت و قوت پر اِلزام تراشی شروع کر دی اور دعویٰ کرنے لگے کہ وہ شیطان کی طاقت سے بدرُوحوں کو نکالتا ہے۔

مسیح نے اُن کی اِلزام تراشی کا جواب دو مثالوں سے دیا۔ پہلی خانہ جنگی کے حوالے سے تھی کہ اگر کِسی سلطنت یا گھر میں پُھوٹ پڑ جائے تو اُس کا قائم رہنا مشکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کی کامیابی کا راز متحد رہنے میں ہے۔ اگر کِسی مُلک کے شہری یا گھر کے فرد ایک دوسرے کے مخالف ہو جائیں اور لڑائی جھگڑا شروع کر دیں تو اُن کا انجام زوال و پستی ہے۔ اگر مسیح شیطان کے کاموں کو نیست و نابود کرنے کے لئے شیطان ہی کی طاقت اِستعمال کرتا تو صریحاً اِس میں شیطان کی حکومت کی تباہی و بربادی ہے۔

دوسری مثال مسیح نے ایک ایسے آدمی کی دی جو اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر چور گھر کے مالک سے زور آور نہیں تو گھر میں گھس کر چوری نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اگر مسیح یسوع، شیطان کے کاموں کو تباہ و برباد کر سکتے جیسا کہ اُن کے معجزات سے ظاہر ہوتا ہے تو یقیناً اُن کی طاقت و قوت شیطان سے کہیں زیادہ ہے۔ اور اَب سوال یہ ہے کہ اگر وہ شیطان سے زیادہ طاقت ور ہیں تو جو وہ کر رہے تھے اُس کے لئے اُن کو شیطان کی طاقت اِستعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

مذہبی لیڈروں کی پست حالی دیکھ کر مسیح نے اُنہیں خبردار کرتے ہوئے کہا، سارے گناہ اور سارا کفر بکنا معاف کِیا جائے گا، لیکن جو کوئی رُوح القُدس کے حق

میں کفر بکے گا وہ ابد تک معافی نہ پائے گا۔ مسیح نے یہ واضح نہیں کِیا کہ ایسا کیوں ہو گا، مگر ہم پاک صحائف میں دوسرے مقامات پر دیکھتے ہیں کہ خدا پاک رُوح کے وسیلہ سے ہمارے ضمیر کو جھنجھوڑ کر ہمیں قصوروار ٹھہراتا ہے (یوحنا ٨:١٦)۔ اگر ہمارے ضمیر اِتنے ہی مُردہ ہو چکے ہیں کہ ہم خدا کے پاک کلام کی آواز ہی نہیں سُن سکتے تو پھر وہ ہمیں ملامت نہیں کرے گا۔ ایسی صورت میں ہم اپنے گناہوں کو پہچان کر خدا کے حضور توبہ و معافی کے طلبگار نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ خدا ہمیں ہمارے گناہوں سے چُھٹکارا دے کر معاف نہیں کرنا چاہتا مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے دِل اِتنے سخت ہو چکے ہوتے ہیں کہ ہم اُس کے پاس معافی و توبہ کے لئے آتے ہی نہیں۔ یہی حال اُن مذہبی رہنماؤں کا تھا کہ جو جان بوجھ کر مُسلسل مسیح کا اِنکار کر کے اور اُس کے بارے میں جھوٹ بول بول کر اُن کے دِل سخت ہو گئے تھے اور وہ تباہی و بربادی کے دھانے پر کھڑے تھے کہ اُن کی خدا کے پاک رُوح کی باتیں سُننے اور سمجھنے کی حِس ہی ختم ہو چکی تھی۔

اَب جبکہ مذہبی لیڈروں کا مسئلہ کھڑا تھا، اُسی وقت مسیح کے خاندان کے لوگ بھی آ پہنچے۔ جب کِسی نے آ کر مسیح کو خبر دی کہ تیرے خاندان کے لوگ تیرے بارے میں پوچھ رہے ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلے وہی میرا خاندان ہے۔ یہ سب پڑھنے اور سمجھنے کے بعد آج ہمیں اپنے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے کہ ہمارے لئے کیا اہم و ضروری ہے؟ ہمارا جسمانی خاندان یا خدا کی مرضی اور اِرادہ کو پورا کرنا؟ کیا ہم رُوحانی طور پر اِس قابل ہیں کہ

مسیح ہمارے بارے میں دعوے سے کہہ سکے کہ یہ دیکھو، یہ ہے میرا خاندان؟

بارھواں باب

پھل دار اور ناپھل دار زمین

(مرقس۴:۱۔۲۰)

آسان طرزِ بیاں یعنی اپنے نکتۂ نظر کو بہتر طور پر سُنانا اور سمجھانا بھی ایک فن ہے۔ کِسی کے سامنے سادہ الفاظ میں اپنا موقف بیان کرنا یا اِس طرح سے پیغام و تعلیم دینا کہ آسانی سے اُس کا مفہوم و مطلب سمجھ آ جائے، ایک خدا داد صلاحیت و قابلیت ہے۔ ایک اچھا اُستاد یا تعلیم دینے والا اپنے نکتۂ نظر کی وضاحت کے لئے روزمرہ زندگی کی ایسی مثالیں پیش کرے گا کہ سُننے والے کو نہ صرف سمجھ آ جائے بلکہ ہمیشہ یاد رہے۔ مسیح یسوع ایک عظیم نبی اور حیرت انگیز معجزات دِکھانے والے تو تھے ہی مگر اِس کے علاوہ اُن کی نمایاں خوبی یہ بھی تھی کہ وہ باہمی ربط و روابط، بات چیت اور تعلیم و پیغام دینے کا فن بھی خوب جانتے تھے۔ یقیناً اِس کام میں اُن کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ لوگوں کے سامنے رُوحانی حقائق اِتنی خوبصورتی اور سادگی سے پیش کرتے تھے کہ کوئی بھُولنا بھی چاہے تو نہ بھُول پائے۔

بائبل مُقدس میں مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۴ باب کی ۱ سے ۱۲ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس، مسیح یسوع کی ایک تمثیل کا یوں ذِکر کرتا ہے، ”وہ پھر جھیل کے کنارے تعلیم دینے لگا اور اُس کے پاس ایسی بڑی بھیڑ جمع ہو گئی کہ وہ جھیل

میں ایک کشتی میں جا بیٹھا اور ساری بھیڑ خشکی پر جھیل کے کنارے رہی۔ اور وہ اُن کو تمثیلوں میں بہت سی باتیں سِکھانے لگا اور اپنی تعلیم میں اُن سے کہا، سُنو! دیکھو ایک بُونے والا بیج بُونے نکلا۔ اور بُوتے وقت یوں ہُوا کہ کچھ راہ کے کنارے گِرا اور پرندوں نے آ کر اُسے چُگ لیا۔ اور کچھ پتھریلی زمین پر گِرا جہاں اُسے بہت مٹی نہ مِلی اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب سے جلد اُگ آیا، اور جب سُورج نکلا تو جل گیا اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سُوکھ گیا۔ اور کچھ جھاڑیوں میں گِرا اور جھاڑیوں نے بڑھ کر اُسے دبا لیا اور وہ پھل نہ لایا۔ اور کچھ اچھی زمین میں گِرا اور وہ اُگا اور بڑھ کر پھلا اور کوئی تیس گُنا، کوئی ساٹھ گُنا، کوئی سو گُنا پھل لایا۔ پھر اُس نے کہا، جس کے سُننے کے کان ہوں وہ سُن لے۔ جب وہ اکیلا رہ گیا تو اُس کے ساتھیوں نے اُن بارہ سمیت اُس سے اِن تمثیلوں کی بابت پوچھا۔ اُس نے اُن سے کہا کہ تم کو خدا کی بادشاہی کا بھید دیا گیا ہے مگر اُن کے لئے جو باہر ہیں سب باتیں تمثیلوں میں ہوتی ہیں تاکہ وہ دیکھتے ہوئے دیکھیں اور معلوم نہ کریں اور سُنتے ہوئے سُنیں اور نہ سمجھیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رجوع لائیں اور معافی پائیں۔" (مرقس ۴:۱-۱۲)

ایک خاص بات جو مسیح کے کلام اور بولنے کے انداز میں نمایاں تھی کہ وہ روزمرہ زندگی کے عام سے واقعات و حالات کو تمثیل کی شکل میں اپنی تعلیم میں شامل کرتے تھے یعنی ایسی باتیں جن سے لوگ پہلے سے واقف ہوتے تھے۔ اِسی لئے لوگوں کو اُن کا رُوحانی نکتۂ نظر سمجھنے میں آسانی ہوتی تھی۔ اُس کا کلام سُننے والے زیادہ تر دیہاتی ماحول سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ خوب اچھی طرح سے

جانتے تھے کہ کھیتوں میں بیج بونے اور فصل اُگانے میں کیا کیا دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ ۲۰۰۰ ہزار سال بعد بھی مختلف تہذیب و تمدن کے لوگ جو بڑے بڑے شہروں میں رہتے ہیں، خوب اچھی طرح سے اِن تمثیلوں کے پس منظر کو سمجھ سکتے ہیں۔ بیج بونے والے کی تمثیل سُن کر کون ہے جو کھیتی باڑی یا فصل اُگانے یا بیج بونے کو اپنے اُسی انداز سے دیکھتا ہو گا؟ بلکہ وہ بھی جن کا کھیتی باڑی سے کوئی تعلق نہیں، اِس تمثیل کے مطلب و مفہوم کو خوب اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔

ایک لحاظ سے مسیح نے جو تمثیل پیش کی اُس کے تصور کو سمجھنا بہت آسان ہے مگر پھر بھی پوری طرح سمجھ حاصل کرنا اِتنا آسان نہیں۔ بظاہر یہ تمثیل بھُولی بھالی اور سادہ سی ہے۔ مسیح کی کہی ہوئی باتیں اِتنی سادہ اور پُرمعنی ہوتی ہیں کہ اُن کی تصویر کشی، تشریح و وضاحت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ اپنے کلام میں تمثیلوں کا اِستعمال کیوں کرتے تھے؟ اُن کا مقصد کیا تھا؟ یہاں تک کہ اُن کے شاگرد بھی پریشانی کے سبب سے پوچھتے تھے کہ وہ تعلیم دیتے ہوئے ایسا طریقہ اِستعمال کیوں کرتے ہیں۔

اِس بارے میں مسیح کا جواب دو وجوہات پر مشتمل ہوتا تھا کہ وہ تمثیلوں کو کیوں اپنی تعلیم میں شامل کرتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ تمثیلوں کے ذریعہ اپنے شاگردوں پر خدا کی بادشاہی کے بھید کو ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ تمثیلیں بھُولی بھالی اور سادہ سی ہوتی ہیں مگر اُن میں بہت گہرے حقائق چھُپے ہوتے ہیں۔ اگر ہم پوری توجہ سے اِن پر دھیان دیں تو واضح ہو گا کہ خدا کیا کر رہا ہے۔

دوسری طرف وہ اِن کا اِستعمال اِس لئے بھی کرتے تھے کہ الٰہی حقائق و سچائی کو اپنے دُشمنوں سے چھپائے رکھیں۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۳ باب کی آیت ۶ میں مرقس لکھتا ہے کہ مذہبی رہنما نفرت کی آگ میں جل کر مسیح کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ وہ موقع کی تلاش میں تھے کہ وہ کچھ ایسا کہے یا کوئی ایسا کام کرے کہ اُس کو پکڑ کر اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کریں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ کیسے محض کھیتوں میں بیج بُونے والے کی سادہ سی تمثیل سے اُس پر کفر یا حکومت کے خلاف بغاوت کا اِلزام لگا سکتے تھے؟ مسیح کے دُشمن تو اکثر اُن کی کہی ہوئی تمثیلوں کو سمجھتے بھی نہ تھے۔ پولس رسول زندہ خدا کے اِلہامی کلام میں لکھتا ہے، ”...نفسانی آدمی خدا کے رُوح کی باتیں قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ اُس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں اور نہ اُنہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ رُوحانی طور پر پَرکھی جاتی ہیں۔“(۱- کرنتھیوں۲:۱۴)

مسیح یسوع نے اپنے تمثیلوں میں باتیں کرنے کی وضاحت یسعیاہ نبی کے اُن الفاظ سے کی جو پاک صحائف میں درج ہیں۔ اِس کی روشنی میں بظاہر یوں لگتا ہے کہ مسیح نے جان بوجھ کر تمثیلوں کا اِستعمال کِیا تاکہ لوگوں کے لئے ناممکن ہو کہ توبہ کر کے خدا کے ساتھ اپنا ٹوٹا ہُوا رشتہ بحال کریں۔ مگر ایسا ہرگز نہیں۔ یسعیاہ نبی کے زمانے میں لوگوں نے خدا کے کلام کو تو سُنا مگر قبول نہ کِیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کے دِل سخت ہو گئے، اور اُن کے اندر خدا کی سچائی کو جاننے، سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت نہ رہی۔ اپنی اِس سخت دِلی کی وجہ سے وہ رُوحانی شِفا و ترقی سے محروم ہو گئے۔ اِسی طرح مذہبی رہنما پہلے ہی مسیح کو رَد کر

چکے تھے۔ اُن کے سخت دِلوں نے اُن کو رُوحانی طور پر اندھا اور بہرہ کر دیا کہ وہ خدا کے اِلہامی کلام کی باتیں اور تمثلیں نہ سمجھ سکے۔ اِسی لئے وہ توبہ کر کے خدا کے ساتھ اپنا رشتہ بحال نہ کر سکے۔ اِس میں قصور تمثیلوں کا نہیں بلکہ اُن کے دِلوں کی سختی تھی جس کے باعث اُن کی توبہ تک نوبت نہ پہنچی۔

بدقسمتی سے صرف مذہبی رہنما ہی نہیں جنہیں بعض اوقات مسیح یسوع کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی تھی بلکہ اُس کے اپنے شاگردوں کو بھی تشریح و وضاحت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۴ باب کی ۱۳ سے ۲۰ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس لکھتا ہے، ''پھر اُس نے اُن سے کہا، کیا تم تمثیل نہیں سمجھے؟ پھر سب تمثیلوں کو کیونکر سمجھو گے؟ بُونے والا کلام بُوتا ہے۔ جو راہ کے کنارے ہیں جہاں کلام بُویا جاتا ہے یہ وہ ہیں کہ جب اُنہوں نے سُنا تو شیطان فی الفور آ کر اُس کلام کو جو اُن میں بُویا گیا تھا اُٹھا لے جاتا ہے۔ اور اِسی طرح جو پتھریلی زمین میں بُوئے گئے یہ وہ ہیں جو کلام کو سُن کر فی اُلفور خوشی سے قبول کر لیتے ہیں، اور اپنے اندر جڑ نہیں رکھتے بلکہ چند روزہ ہیں۔ پھر جب کلام کے سبب سے مُصیبت یا ظلم برپا ہوتا ہے تو فی اُلفور ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور جو جھاڑیوں میں بُوئے گئے وہ اَور ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے کلام سُنا، اور دُنیا کی فکر اور دولت کا فریب اور اَور چیزوں کا لالچ داخل ہو کر کلام کو دبا دیتے ہیں اور وہ بے پھل رہ جاتا ہے۔ اور جو اچھی زمین میں بُوئے گئے یہ وہ ہیں جو کلام کو سُنتے اور قبول کرتے اور پھل لاتے ہیں۔ کوئی تیس گُنا، کوئی ساٹھ گُنا، کوئی سَو گُنا۔'' (مرقس ۴: ۱۳-۲۰)

مسیح یسوع کے کہنے کا مقصد بالکل واضح اور صاف ہے کہ خدا سب کو بِلا رنگ و نسل اور بغیر کِسی مذہبی اور دینی اختلاف کے یکساں موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ کلامِ اِلٰہی سُنیں، سمجھیں اور قبول کریں۔ مگر خدا کا کلام سُننے کے بعد ہر کِسی کا اپنا فیصلہ ہے کہ سچے دِل سے قبول کرے یا نہیں۔ یہ سُننے والے پر منحصر ہے کہ اُس کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے۔ کلام سُننے والے کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ نہ صرف سُنے بلکہ عمل بھی کرے۔ جیسا کہ مسیح کے زمانہ کے مذہبی رہنما اِتنے سخت دِل اور تکبر سے بھرے ہوئے تھے کہ وہ خدا کے زندہ کلام کو اپنے دِلوں میں جگہ ہی نہیں دیتے تھے کہ کچھ اثر کرے۔ کچھ نے بڑی خوشی سے قبول تو کِیا مگر اتنی سمجھ و گہرائی سے نہیں۔ درحقیقت اُنہوں نے خدا کے کلام کو موقع ہی نہیں دیا کہ اُن کے اندر رُوحانی ترقی و تبدیلی پیدا ہو۔ کچھ نے خدا کے کلام کے مقابلہ میں دُنیاوی چیزوں کو زیادہ اہمیت دی کہ وہ اُنہی میں پھنس کے رہ گئے۔ اور کچھ نے خدا کے کلام کو نہ صرف سُنا بلکہ سمجھا اور عمل بھی کِیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے پاک رُوح نے اُنہیں کلام میں اَور مضبوط کِیا اور وہ دِن بدن ترقی کرتے اور رُوحانی طور پر بڑھتے چلے گئے۔ مسیح کے زمانے میں کسان بُوئے ہوئے بیج میں صرف ۵ گُنا اضافہ دیکھ سکتے تھے۔ مگر جو ہم اِنسانوں کے لئے ناممکن ہے وہ خدا کے لئے ہر لحاظ سے ممکن اور معمول کی بات ہے۔ اگر ہم اُس کے زندہ کلام کو اپنے اندر بُونے یعنی سوچنے، سمجھنے اور پلنے کا موقع دیں تو صرف ۵ گُنا نہیں بلکہ اپنے اندر ایسی ترقی و تبدیلی دیکھ سکتے ہیں جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم کیسی زمین ہیں؟ خدا کے کلام کے بیج کو تر

و تازہ کر کے زرخیز بنانے والی یا کانٹوں، پتھروں اور جھاڑیوں سے بھری ہوئی بنجر زمین جس میں کبھی کچھ اُگ ہی نہیں سکتا؟ آیئے اپنے اندر جھانک کر اپنی زمین کا سچے دِل سے جائزہ لیں کہ خدا کے کلام کے بیج کو قبول کرنے اور اُگانے کے قابل ہے یا نہیں؟

تیرھواں باب
بادشاہی کی تمثیلیں
(مرقس۴:۲۱-۴۱)

لوگ کہانیاں سُننا پسند کرتے ہیں۔ کہانیاں نہ صرف ہمارے جذبات کی عکاسی کرتی ہیں بلکہ ہمارے دِل و دماغ پر بھی گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ ویسے بھی حقائق و دلائل سے زیادہ کہانیوں کو یاد رکھنا آسان ہوتا ہے۔ اِسی لئے ماہر اور تجربہ کار اُستاد سچائی و حقائق کو سُنانے اور سمجھانے کے لئے کہانیوں کا سہارا لیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حق و سچائی کو کہانیوں کے ساتھ جوڑ کر سچ یاد رہ جاتا ہے۔ وہ مشکل سے مشکل تصور کو عام فہم سادہ سی کہانیوں کا حِصہ بنا کر بہت آسانی سے لوگوں کو سمجھا دیتے ہیں۔ مسیح یسوع کو تمثیلوں میں باتیں کرنے کا فن خوب آتا تھا۔ وہ بڑی سے بڑی سچائی کو تمثیلوں کے رنگ میں ڈھال کر اِس طرح بیان کرتے تھے کہ ایک سادہ سا اِنسان بھی اُس کے مطلب و مفہوم کو بخوبی سمجھ سکتا تھا۔ اُس نے سادہ سی تمثیلوں، کہاوتوں اور روزمرہ زندگی کی کہانیوں کو اپنی تعلیم و پیغام کو اِس خوبصورتی سے اِستعمال کِیا کہ اُس کے پیروکار بڑی آسانی سے سمجھ کر ہمیشہ یاد رکھ سکتے تھے۔ مگر دوسری طرف تمثیلیں اور کہانیاں وہ اِس لئے بھی اِستعمال کرتے تھے کہ خدا کی ازلی سچائی کو اپنے مخالفین سے چھپا سکیں۔

مرقس کی اِلہامی اِنجیل میں خدا کا پیارا بندہ مرقس، مسیح کی کچھ تمثیلوں کا ذِکر کرتا

ہے، جیسا کہ ''اور اُس نے اُن سے کہا، کیا چراغ اِس لئے لاتے ہیں کہ پیمانہ یا پلنگ کے نیچے رکھا جائے؟ کیا اِس لئے نہیں کہ چراغدان پر رکھا جائے؟ کیونکہ کوئی چیز چھپی نہیں مگر اِس لئے کہ ظاہر ہو جائے اور پوشیدہ نہیں ہوئی مگر اِس لئے کہ ظہور میں آئے۔ اگر کِسی کے سُننے کے کان ہوں تو سُن لے۔ پھر اُس نے اُن سے کہا، خبردار رہو کہ کیا سُنتے ہو۔ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمہارے لئے ناپا جائے گا اور تم کو زیادہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا اور جس کے پاس نہیں ہے اُس سے وہ بھی جو اُس کے پاس ہے لے لیا جائے گا۔'' (مرقس ۴:۲۱-۲۵)

مسیح یسوع نے اِس تمثیل میں جو فرمایا اِتنا عام فہم ہے کہ اِسے در گزر کِیا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ چراغ کا کام روشنی پھیلانا ہے۔ اَب مسیح اِس تمثیل سے جو گہری سچائی بیان کرنا چاہتے تھے اُسے سمجھنا آسان نہیں تھا۔ کچھ سُننے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنی تعلیم کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے اِسے نہ تو وہ چھپا سکتے تھے اور نہ ہی غیر واضح زبان میں بیان کر سکتے تھے۔ اِلٰہی پیغام و تعلیم کی روشنی کو کھلم کھلا لوگوں کے سامنے لانا ضروری تھا تاکہ دُنیا میں جہاں جہاں اندھیرا ہے وہاں اُجالا ہو جائے۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ مسیح اپنے ہی بارے میں بات کر رہے ہوں، کیونکہ اُس وقت تک اُن کی شناخت و پہچان چھپی ہوئی تھی یا یوں کہہ لیں کہ لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ ہیں کون۔ مگر وہ دِن آنے والا تھا کہ اُن کے نُور کی کرنیں دُنیا کے کونے کونے کو منور کریں۔ ایک اَور موقع پر اُنہوں نے فرمایا، ''...دُنیا کا نُور مَیں ہوں۔ جو میری پیروی

کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نُور پائے گا۔'' (یوحنا ۱۲:۸)
پھر مسیح نے خبردار کِیا کہ جو مَیں نے فرمایا اُس پر بڑی احتیاط سے توجہ دیں۔ اگر ہم اُس کو اور اُس کے پاک کلام کو سُن کر دِل و جان سے قبول کرتے ہیں تو ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ سمجھ و حکمت حاصل ہوتی ہے، اور جو اُس کو اور اُس کے زندہ کلام کو رَد کرتے ہیں وہ اُس کے دُشمن بن جاتے ہیں اور اُن کی رہی سہی سمجھ بھی جاتی رہتی ہے۔
مرقس ہمیں مسیح کے تمثیلوں میں تعلیم دینے کے ایک اَور انداز پر روشنی ڈالتا ہے، ''اور اُس نے کہا، خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے۔ اور رات کو سوئے اور دِن کو جاگے، اور وہ بیج اِس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے۔ زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے۔ پہلے پتی، پھر بالیں، پھر بالوں میں تیار دانے۔ پھر جب اناج پک چُکا تو وہ فی اُلفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آ پہنچا۔'' (مرقس ۲۶:۴-۲۹)
اگرچہ یہ تمثیل بہت چھوٹی ہے مگر اِس میں بہت گہری سچائی چھپی ہوئی ہے۔ ایک تو یہ کہ خدا کی بادشاہی میں ہر ایک کے لئے کچھ نہ کچھ کام ضرور ہے۔ خدا اپنے ازلی منصوبہ اور اِرادے کو اپنے لوگوں ہی کے وسیلہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ اِس تمثیل میں بیج خود بخود بُویا نہیں جاتا بلکہ کِسی نہ کِسی کو بُونے کا یہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اِسی طرح لوگ ہیں جو خدا کی بادشاہی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ صرف کلیسیا کے رہنماؤں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ کلیسیائی کام کریں، اِس لئے کہ ہم اُنہیں اِسی کام کے پیسے دیتے

ہیں۔ مگر مسیح کے ہر پیرو کار کا فرض ہے کہ وہ کلیسیا کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حِصہ لے۔

پولس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''کیونکہ ہم اُسی کی کاریگری ہیں اور مسیح یسوع میں اُن نیک اعمال کے واسطے مخلوق ہوئے جن کو خدا نے پہلے سے ہمارے کرنے کے لئے تیار کِیا تھا۔'' (افسیوں ۲:۱۰)

کچھ لوگ اِس تکبر و غرور کا شکار ہوتے ہیں کہ خدا کی بادشاہی صرف اُنہی کی کوششوں سے پھل پھول رہی ہے۔ وہ اپنے بارے میں حقیقت پسندی کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ خدا کے کلام کا بیج جب ایک بار بُویا گیا تو پھر ہم کچھ بھی کرلیں اِسے بڑھنا ہی بڑھنا ہے۔ مسیح کی خوشخبری کو پھیلانے کے بارے میں پولس رسول اپنی کوششوں کا ذِکر کرتے ہوئے کہتا ہے، ''مَیں نے درخت لگایا اور اُپلوس نے پانی دیا مگر بڑھایا خدا نے۔ پس نہ لگانے والا کچھ چیز ہے نہ پانی دینے والا، مگر خدا جو بڑھانے والا ہے۔'' (۱۔کرنتھیوں ۳:۶۔۷)

دوسری سچائی یہ ہے کہ ہم اُس وقت تک فصل نہیں کاٹ سکتے جب تک بیج نہیں بُوئیں گے۔ ایک اَور تمثیل میں مسیح نے خدا کے کلام کو بیج سے تشبیہ دی ہے۔ اگر ہم اپنے آپ میں رُوحانی ترقی محسوس نہیں کرتے، اگر ہماری زندگیوں سے راستبازی کے پھل نظر نہیں آتے تو صاف ظاہر ہے کہ ہم میں خدا کے کلام نے جڑ نہیں پکڑی۔

مسیح یسوع نے لوگوں کو ایک اَور تمثیل سُناتے ہوئے کہا، ''...ہم خدا کی بادشاہی کو

کِس سے تشبیہ دیں اور کِس تمثیل میں اُسے بیان کریں؟ وہ رائی کے دانے کی مانند ہے کہ جب زمین میں بُویا جاتا ہے تو زمین کے سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے، مگر جب بو دیا گیا تو اُگ کر سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا ہے اور ایسی بڑی ڈالیاں نکالتا ہے کہ ہَوا کے پرندے اُس کے سایہ میں بسیرا کر سکتے ہیں۔ اور وہ اُن کو اِس قِسم کی بہت سی تمثیلیں دے دے کر اُن کی سمجھ کے مطابق کلام سُناتا تھا۔ اور بے تمثیل اُن سے کچھ نہ کہتا تھا لیکن خلوت میں اپنے خاص شاگردوں سے سب باتوں کے معنی بیان کرتا تھا۔"

(مرقس۴:۳۰-۳۴)

اِس تمثیل سے مسیح کا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہے جو دیکھنے میں حقیر، چھوٹا یا بے فائدہ لگتا ہے حقیقت میں اُس کا بہت زیادہ پھل ہو۔ رائی کا دانہ بہت چھوٹا سا ہوتا ہے، مگر جب پھل پھول کر بڑا ہو جاتا ہے تو ۳ میٹر تک لمبائی ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح ممکن ہے اِنسانی نکتۂ نظر سے خدا کی بادشاہی کی کِسی کے دِل میں کوئی قدر و اہمیت نہ ہو کہ یہ تو دُنیاوی بادشاہی کے مقابلہ میں کمزور ہے، مگر اپنی تمام تر عاجزی و اِنکساری کے باوجود جلال و حشمت اور قدرت و طاقت میں بڑھتی چلی جاتی ہے۔ مسیح خود ایک غریب خاندان میں پیدا ہوئے، مگر اُن کی اِلٰہی خدمت نے دیکھتے ہی دیکھتے ساری دُنیا میں اِنقلاب برپا کر دیا۔ شائد ہم بھی اپنے آپ کو رائی کے دانے کی مانند معمولی سا اِنسان سمجھتے ہوں جس کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں، مگر یاد رکھیئے کہ اگر ہم خدا کی بادشاہی میں شامل ہیں تو ہم رائی کے دانے کی طرح پھل پھول کر قد آور درخت بن جائیں گے، جس کی

زندگی کا مقصد یہ ہو گا کہ اُس کی پُر سکون ڈالیوں پر بھٹکے ہوئے گمراہ و برگشتہ آرام پائیں۔

مسیح نے نہ صرف تمثیلوں کے ذریعہ لوگوں کو تعلیم دی بلکہ اُس نے یہ ثابت کِیا اور دِکھایا کہ وہ محض ایک اُستاد ہی نہیں، اِس سے کہِیں افضل و اعلیٰ اور قدرت و طاقت سے مالامال ہے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اُسی دِن جب شام ہوئی تو اُس نے اُن سے کہا آؤ پار چلیں۔ اور وہ بھیڑ کو چھوڑ کر اُسے جس حال میں وہ تھا کشتی پر ساتھ لے چلے اور اُس کے ساتھ اَور کشتیاں بھی تھیں۔ تب بڑی آندھی چلی اور لہریں کشتی پر یہاں تک آئیں کہ کشتی پانی سے بھری جاتی تھی اور وہ خود پیچھے کی طرف گدی پر سو رہا تھا۔ پس اُنہوں نے اُسے جگا کر کہا، اَے اُستاد کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں؟ اُس نے اُٹھ کر ہَوا کو ڈانٹا اور پانی سے کہا ساکت ہو! تھم جا! پس ہَوا بند ہو گئی اور بڑا امن ہو گیا۔ پھر اُن سے کہا، تم کیوں ڈرتے ہو؟ اَب تک اِیمان نہیں رکھتے؟ اور وہ نہایت ڈر گئے اور آپس میں کہنے لگے، یہ کون ہے کہ ہَوا اور پانی بھی اُس کا حکم مانتے ہیں؟'' (مرقس ۴:۳۵۔۴۱)

مسیح کے شاگردوں کی طرح ہمیں بھی اپنے آپ سے سوال پوچھنے کی ضرورت ہے کہ ''مسیح کون ہے؟'' کیا ہم اُسے صرف ایک ماہر و کامیاب اُستاد سمجھتے ہیں یا کھلے دِل سے تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اُستاد سے کہیں زیادہ ایک عظیم، اعلیٰ و افضل، اِلٰہی قدرت و طاقت سے مالامال ہستی ہے؟ کیا ہم بھی شاگردوں کی طرح ڈر اور خوف میں جکڑے ہوئے ہیں؟ کیا ہمارا اِیمان بھی شاگردوں کی طرح اِتنا کمزور

ہے کہ جب تکلیفوں اور مُصیبتوں کا طوفان ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہو تو خوف زدہ ہو جائیں یا ہمیں مکمل یقین و بھروسہ ہے خواہ کچھ بھی ہو مسیح ہمیں ہر آزمائش سے نکال کر آرام، سکون اور زندگی دے سکتا ہے؟

چودھواں باب

ناپاک رُوحوں پر اِختیار

(مرقس۵:۱-۲۰)

ایک کہاوت ہے کہ ''جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔'' اِس کا مطلب یہ ہے کہ کہنا آسان مگر کرنا مشکل۔ ہم کِسی کام کو کرنے کا دعویٰ تو کرسکتے ہیں مگر عملی طور پر کرنا پڑے تو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ کچھ لوگ باتوں کے شیر ہوتے ہیں، مگر بدقسمتی سے رُوحانی باتوں کے بارے میں کچھ ایسا ہی ہے۔ کچھ دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا جو کلام وہ کر رہے ہیں وہ خدا نے دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اُن کے فعل و عمل سے ایسا نظر بھی آتا ہے کہ یہ سچ ہے؟ مثال کے طور پر پولس رسول لکھتا ہے، ''...میری تقریر اور میری مُنادی میں حکمت کی لُبھانے والی باتیں نہ تھیں بلکہ وہ رُوح اور قدرت سے ثابت ہوتی تھی تاکہ تمہارا اِیمان اِنسان کی حکمت پر نہیں بلکہ خدا کی قدرت پر موقوف ہو۔'' (۱-کرنتھیوں۲:۴-۵)

مسیح یسوع نے دعوے سے کہا کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اُنہوں نے یہ بھی دعویٰ کِیا کہ اُن کا کلام، تعلیم و پیغام خدا نے اُنہیں دیا ہے۔ اَب سوال یہ ہے کہ ہم اِس دعوے کو کیسے سچ مانیں؟ مسیح نے اپنی تعلیم و پیغام کو سچا ثابت کرنے کے لئے انوکھے اور حیرت انگیز معجزات دِکھائے۔ اُس نے جنم جنم کے

اندھوں، بہروں اور لنگڑوں کو شفا دی۔ اُس نے پانی میں اُٹھتے ہوئے طوفان کو حکم دیا اور وہ تھم گیا۔ ایک اَور اہم بات یہ کہ بدرُوحیں یعنی شیطانی طاقتیں بھی اُسے دیکھ کر تھر تھر کانپتی تھیں۔ اُن پر مسیح کا مکمل اِختیار و کنٹرول تھا۔

مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۵ باب کی پہلی ۲۰ آیات میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اور وہ جھیل کے پار گراسِینیوں کے علاقہ میں پہنچے۔ اور جب وہ کشتی سے اُترا تو فی اُلفور ایک آدمی جس میں ناپاک رُوح تھی قبروں سے نکل کر اُس سے مِلا۔ وہ قبروں میں رہا کرتا تھا، اور اَب کوئی اُسے زنجیروں سے بھی نہ باندھ سکتا تھا کیونکہ وہ بار بار بیڑیوں اور زنجیروں سے باندھا گیا تھا لیکن اُس نے زنجیروں کو توڑا اور بیڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کِیا تھا اور کوئی اُسے قابو میں نہ لا سکتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ رات دِن قبروں اور پہاڑوں میں چِلاتا اور اپنے تیئں پتھروں سے زخمی کرتا تھا۔ وہ یسوع کو دُور سے دیکھ کر دوڑا اور اُسے سجدہ کِیا، اور بڑی آواز سے چِلا کر کہا، اَے یسوع خدا تعالیٰ کے فرزند مجھے تجھ سے کیا کام؟ تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے عذاب میں نہ ڈال۔ کیونکہ اُس نے اُس سے کہا تھا، اَے ناپاک رُوح اِس آدمی میں سے نکل آ۔ پھر اُس نے اُس سے پوچھا، تیرا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا، میرا نام لشکر ہے کیونکہ ہم بہت ہیں۔ پھر اُس نے اُس کی بہت مِنت کی کہ ہمیں اِس علاقہ سے باہر نہ بھیج۔ اور وہاں پہاڑ پر سوأروں کا ایک بڑا غول چر رہا تھا۔ پس اُنہوں نے اُس کی مِنت کر کے کہا کہ ہم کو اُن سوأروں میں بھیج دے تاکہ ہم اُن میں داخل ہوں۔ پس اُس نے اُن کو اِجازت دی اور ناپاک رُوحیں نکل کر سوأروں میں داخل ہو گئیں اور

وہ غول جو کوئی دو ہزار کا تھا کڑاڑے پر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور جھیل میں ڈوب مَرا۔ اور اُن کے چرانے والوں نے بھاگ کر شہر اور دیہات میں خبر پہنچائی۔ پس لوگ یہ ماجرا دیکھنے کو نکل کر یسوع کے پاس آئے اور جس میں بدرُوحیں یعنی بدرُوحوں کا لشکر تھا اُس کو بیٹھے اور کپڑے پہنے اور ہوش میں دیکھ کر ڈر گئے۔ اور دیکھنے والوں نے اُس کا حال جس میں بدرُوحیں تھیں اور سوأروں کا ماجرا اُن سے بیان کِیا۔ وہ اُس کی مِنت کرنے لگے کہ ہماری سرحد سے چلا جا۔ اور جب وہ کشتی میں داخل ہونے لگا تو جس میں بدرُوحیں تھیں اُس نے اُس کی مِنت کی کہ مَیں تیرے ساتھ رہوں۔ لیکن اُس نے اُسے اِجازت نہ دی بلکہ اُس سے کہا کہ اپنے لوگوں کے پاس اپنے گھر جا اور اُن کو خبر دے کہ خداوند نے تیرے لئے کیسے بڑے کام کِئے اور تجھ پر رحم کِیا۔ وہ گیا اور دِکپلُس میں اِس بات کا چرچا کرنے لگا کہ یسوع نے اُس کے لئے کیسے بڑے کام کِئے اور سب لوگ تعجب کرتے تھے۔"(مرقس۵:۱-۲۰)

گلیل کی جھیل کے مشرقی حِصہ پر گراسینیوں کا علاقہ ایک زمانے میں قدیم اِسرائیلی بادشاہت کے تحت تھا۔ لیکن مسیح کے زمانے میں لوگوں کی اکثریت غیر یہودی تھی۔ اِس کو دِکپلُس یعنی دَس شہروں کا علاقہ بھی کہتے تھے کیونکہ یونان کے دَس شہر وہاں آباد تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ یونانی اثر و رُسوخ وہاں بہت زیادہ تھا کیونکہ قریب ہی سوأروں کے بڑے بڑے غول تھے۔ موسوی شریعت کے مطابق سوّر ناپاک جانور تھا اور یہودی اُن سے نفرت کرتے تھے۔ مسیح کا اِس علاقہ میں آنا اِس بات کی طرف اِشارہ دیتا ہے کہ وہ صرف یہودیوں کی خدمت

کرنے یہاں نہیں آیا تھا۔ اُس نے صلیب پر ہم سب کے گناہوں کا کفارہ ادا کِیا خواہ ہم یہودی ہوں یا غیر یہودی۔

جب مسیح کشتی سے اُترا تو فوراً ایک آدمی جس میں ناپاک رُوح تھی اُس سے مِلا۔ اُس آدمی میں اِتنی زیادہ طاقت تھی کہ بیڑیوں اور زنجیروں سے باندھنے کے باوجود کِسی کے قابو میں نہ آتا تھا۔ وہ آبادی سے دُور، رات دِن قبروں اور پہاڑوں میں رہتا تھا۔ اِنسانی معاشرہ اُسے رَد کر چکا تھا اور وہ خود بھی اِنسانی معاشرے کے معیار سے نیچے گِر چکا تھا اور اِس قابل نہیں تھا کہ اِنسانوں میں رہ سکے۔ وہ بغیر کپڑوں کے ننگا، پہاڑوں، پتھروں اور قبروں میں اِدھر اُدھر چِلاتا اور اپنے آپ کو زخمی کرتا پھرتا تھا۔

اگرچہ کوئی بھی اُس کو پوری کوشش کے باوجود قابو میں نہ رکھ سکتا تھا، مگر مسیح میں اُس کو وہ اِلٰہی قدرت و طاقت نظر آ گئی جو ایک ہی حکم سے اُس کو شیطانی پنجے سے چُھڑا سکتی تھی۔ یہ بڑی غور طلب بات ہے کہ بدرُوحوں کو خدا کے چُنے ہوئے لوگوں یعنی یہودیوں سے زیادہ مسیح کی پہچان تھی۔ اُس آدمی نے یا اُس کے اندر بدرُوحوں نے مسیح کو فوراً پہچان کر سجدہ کِیا اور بڑی آواز سے چِلا کر کہا، ''اَے یسوع خدا تعالیٰ کے فرزند مجھے تجھ سے کیا کام؟'' بہت سے لوگ مسیح کے اِس خطاب یعنی ''خدا کا بیٹا'' کو پسند نہیں کرتے ہیں کیونکہ اُن میں اکثریت کو پتہ ہی نہیں کہ اِس کا مطلب کیا ہے۔ وہ اِس خطاب کو جسمانی نظر سے دیکھتے ہیں حالانکہ یہ رُوحانی حقائق کی عکاسی کرتا ہے۔ بائبل مُقدس میں لفظ ''بیٹا'' ایک رشتہ کو واضح کرتا ہے۔ مسیح کے بارے میں خدا کے زندہ کلام

میں لکھا ہے، ''وہ اُس کے (یعنی خدا کے) جلال کا پرتَو اور اُس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔...'' (عبرانیوں ۱:۳) دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح اِنسانی رُوپ میں خدا کا ظہور ہیں۔ دُنیاوی بیٹا اپنے باپ سے شکل و صورت میں مِلتا جُلتا ہے۔ کیونکہ مسیح میں خدا کی طبیعت، طاقت، قدرت و اُلوہیت ہے، لہٰذا نہایت مناسب ہے کہ اُسے خدا کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے۔

ناپاک رُوحوں کے قبضہ میں جکڑے ہوئے آدمی نے مسیح یسوع کی مِنت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے عذاب میں نہ ڈال اور اِس علاقہ سے باہر نہ بھیج۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ بدرُوحیں دوسروں کو اذیت و عذاب میں ڈالتی ہیں مگر جب خود پر عذاب نازل ہوتا ہے تو برداشت نہیں ہوتا۔ اِس سے بھی ضروری و اہم بات یہ کہ شیطانی طاقتیں مسیح کو پہچانتی تھیں کہ کون ہے۔ وہ اُس کے اِختیار، قدرت و طاقت کو جانتی تھیں، اور یہ بھی کہ اُن کے پاس اُس کے حکم کی بجاآوری کے سِوا کوئی اَور راستہ نہیں۔ پاک صحائف میں لکھا ہے کہ آخرِ کار مسیح اپنے اِختیار و کنڑول کو اِستعمال کرتے ہوئے ہر ایک کی عدالت کریں گے۔ شیطان کے چیلے یعنی ناپاک رُوحیں اور بُرے کام کرنے والے جہنم کی آگ میں پھینک دیئے جائیں گے۔

ایک اَور قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب مسیح نے بدرُوحوں کو سوٗروں کے غول میں داخل ہونے کی اِجازت دی تو وہ پہاڑ پر سے گر کر تباہ و برباد ہو گئے۔ ناپاک رُوحوں کے لشکر نے سوٗروں کو نیست و نابود بھی کِیا اور اُن کے مالکوں کو

مالی نقصان بھی پہنچایا۔ یہ شیطان کا پسندیدہ ہتھکنڈا ہے کہ وہ لوگوں کو عیش و عشرت، مال و دولت اور طاقت و اِختیار کا لالچ دے کر اپنے شیطانی جال میں پھنسا لیتا ہے۔ مگر یاد رکھیئے کہ شیطان کی راہ پر چلنا اور اُس کے گندے اور مکروہ عزائم کو پورا کرنا ہمیشہ تباہی و بربادی کا سبب ہی بنتا ہے۔ جیسا کہ خدا کے زندہ کلام میں لکھا ہے، ''تم ہوشیار اور بیدار رہو۔ تمہارا مُخالف اِبلیس گرجنے والے شیر ببر کی طرح ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ کِس کو پھاڑ کھائے۔'' (۱۔پطرس ۸:۵)

جب اُس علاقہ کے لوگ اِس ماجرے کا سُن کر تحقیقات کرنے آئے تو دیکھا کہ بدرُوحوں میں جکڑا شخص کپڑے پہنے پورے ہوش و حواس کے ساتھ بیٹھا ہے۔ جو مسیح نے اُس کے لئے کِیا وہ کوئی اَور نہیں کر سکتا تھا۔ ہمیں رُوحانی بیماری سے مسیح کے علاوہ کوئی اَور نہیں بچا سکتا۔ اِسی لئے اُس نے اپنے بارے میں دعوے سے کہا، ''...مَیں اِس لئے آیا کہ وہ زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔'' (یوحنا ۱۰:۱۰)

اَب ذرا لوگوں کا حال دیکھئے کہ بجائے اِس کے کہ وہ یہ ماجرا دیکھ کر دِل میں خوشی اور تسلی محسوس کرتے، اُنہوں نے مسیح کی مِنت کرتے ہوئے کہا کہ ہماری سرحد سے چلا جا۔ اِس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ سچائی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا آج ہم بھی دِکپُلِس کے لوگوں کی طرح مسیح کو اپنی سرحد یعنی اپنے اندر آنے سے رُوک رہے ہیں؟ کیا ہم اُس آدمی کی طرح جس نے بدرُوحوں کے لشکر سے نجات پانے کے بعد مسیح کی درخواست پر

ہر ایک کو یہ خوشخبری سُنائی کہ کل تک مَیں شیطان کے قبضہ میں تھا مگر آج مسیح کے وسیلہ سے آزاد ہوں۔ دیکھو! مسیح نے میرے لئے کِتنا عجیب اور انو کھا کام کِیا ہے؟

پندرھواں باب

موت پر قوّت

(مرقس۵:۲۱-۴۳)

دُنیا میں لوگ مختلف تہذیب و تمدن اور رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہیں، مگر خواہ ہم کوئی بھی کیوں نہ ہوں ایک چیز کا ہم سب کو ایک نہ ایک دِن سامنا کرنا ہے اور وہ ہے موت۔ جیسا کہ بائبل مُقدس میں سلیمان بادشاہ نے کیا خوب لکھا ہے، ''سب کچھ سب پر یکساں گذرتا ہے۔ صادِق اور شریر پر۔ نیکوکار اور پاک اور ناپاک پر۔ اُس پر جو قربانی گذرانتا ہے اور اُس پر جو قربانی نہیں گذرانتا۔ ایک ہی حادثہ واقع ہوتا ہے۔ جیسا نیکوکار ہے ویسا گنگاہگار ہے۔ جیسا وہ جو قَسم کھاتا ہے ویسا ہی وہ جو قَسم سے ڈرتا ہے۔'' (واعظ ۹:۲)

لوگ موت سے ڈرتے ہیں اور زندگی کے دِن بڑھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، مگر وہ جِتنے بھی ہاتھ پاؤں مارلیں ایک دِن اُنہیں موت کا سامنا کرنا ہی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مسیح کا مُردوں کو زندہ کرنا ایک ثبوت ہے کہ اُس کے پاس آسمانی طاقت و قدرت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ زندگی اور موت دونوں پر اُس کو مکمل اِختیار ہے۔

گلیل کی جھیل کے مشرقی کنارے پر بسنے والے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بدرُوحوں کے قبضہ میں جکڑا ہُوا آدمی مکمل طور پر شفا پا گیا ہے، مگر

اُنہوں نے مسیح کی حمد و تمجید کرنے کی بجائے مِنت کی کہ وہ اُن کی سرحد سے نکل جائے۔

مرقس کی اِلہامی انجیل کے ۵ باب کی ۲۱ سے ۴۳ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس بتاتا ہے کہ پھر کیا ہُوا، ''جب یسوع پھر کشتی میں پار گیا تو بڑی بھیڑ اُس کے پاس جمع ہوئی اور وہ جھیل کے کنارے تھا۔ اور عبادت خانہ کے سرداروں میں سے ایک شخص یائیر نام آیا اور اُسے دیکھ کر اُس کے قدموں پر گرا، اور یہ کہہ کر اُس کی بہت مِنت کی کہ میری چھوٹی بیٹی مرنے کو ہے۔ تُو آ کر اپنے ہاتھ اُس پر رکھ تا کہ اچھی ہو جائے اور زندہ رہے۔ پس وہ اُس کے ساتھ چلا اور بہت سے لوگ اُس کے پیچھے ہو لئے اور اُس پر گرے پڑتے تھے۔

پھر ایک عورت جس کے بارہ برس سے خون جاری تھا، اور کئی طبیبوں سے بڑی تکلیف اُٹھا چکی تھی اور اپنا سب مال خرچ کر کے بھی اُسے کچھ فائدہ نہ ہُوا تھا بلکہ زیادہ بیمار ہو گئی تھی۔ یسوع کا حال سُن کر بھیڑ میں اُس کے پیچھے آئی اور اُس کی پوشاک کو چُھوا، کیونکہ وہ کہتی تھی کہ اگر مَیں صرف اُس کی پوشاک ہی چُھو لوں گی تو اچھی ہو جاؤں گی۔ اور فی اُلفور اُس کا خون بہنا بند ہو گیا اور اُس نے اپنے بدن میں معلوم کِیا کہ مَیں نے اِس بیماری سے شفا پائی۔ یسوع نے فی اُلفور اپنے میں معلوم کر کے کہ مجھ میں سے قوت نکلی، اُس بھیڑ میں سے پیچھے مُڑ کر کہا، کِس نے میری پوشاک چُھوئی؟ اُس کے شاگردوں نے اُس سے کہا، تُو دیکھتا ہے کہ بھیڑ تجھ پر گری پڑتی ہے پھر تُو کہتا ہے مجھے کِس نے چُھوا؟ اُس نے چاروں طرف نگاہ کی تا کہ جس نے یہ کام کِیا تھا اُسے دیکھے۔ وہ

عورت جو کچھ اُس سے ہُوا تھا محسوس کر کے ڈرتی اور کانپتی ہوئی آئی اور اُس کے آگے گر پڑی اور سارا حال سچ سچ اُس سے کہہ دیا۔ اُس نے اُس سے کہا، بیٹی تیرے اِیمان سے تجھے شفا مِلی۔ سلامت جا اور اپنی اِس بیماری سے بچی رہ۔ وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ عبادت خانہ کے سردار کے ہاں سے لوگوں نے آ کر کہا کہ تیری بیٹی مر گئی۔ اَب اُستاد کو کیوں تکلیف دیتا ہے؟ جو بات وہ کہہ رہے تھے اُس پر یسوع نے توجہ نہ کر کے عبادت خانہ کے سردار سے کہا، خوف نہ کر۔ فقط اعتقاد رکھ۔ پھر اُس نے پطرس اور یعقوب اور یعقوب کے بھائی یُوحنا کے سِوا اور کِسی کو اپنے ساتھ چلنے کی اِجازت نہ دی۔ اور وہ عبادت خانہ کے سردار کے گھر میں آئے اور اُس نے دیکھا کہ ہُلڑ ہو رہا ہے اور لوگ بہت رو پیٹ رہے ہیں۔ اور اندر جا کر اُن سے کہا، تم کیوں غُل مچاتے اور روتے ہو؟ لڑکی مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے۔ وہ اُس پر ہنسنے لگے لیکن وہ سب کو نکال کر لڑکی کے ماں باپ کو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر جہاں لڑکی پڑی تھی اندر گیا۔ اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اُس سے کہا،تلیتا قُومی، جس کا ترجمہ ہے، اَے لڑکی مَیں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ۔ وہ لڑکی فی اُلفور اُٹھ کر چلنے پھرنے لگی کیونکہ وہ بارہ برس کی تھی۔ اِس پر لوگ بہت ہی حیران ہوئے۔ پھر اُس نے اُن کو تاکید سے حکم دیا کہ یہ کوئی نہ جانے اور فرمایا کہ لڑکی کو کچھ کھانے کو دیا جائے۔'' (مرقس ۵:۲۰-۴۳)

مسیح یسوع کی سب سے زیادہ مخالفت مذہبی رہنماؤں نے کی۔ ہم نہیں جانتے کہ یائیر بھی اُن احتجاج کرنے والوں میں شامل تھا جب مسیح نے سبت کے دِن

عبادت خانہ میں ایک آدمی کو شفا دی۔ یہ شخص وہی تھا یا نہیں، مگر جب اُس کی اپنی بیٹی بیمار پڑ گئی تو اُس نے مسیح کی مِنت کی کہ اُسے شفا دے۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یائیر نے اپنی بیٹی کے علاج کے لئے کوئی کسَر اُٹھا نہ رکھی ہو گی، مگر اُسے ہر طرف سے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا ہو گا۔ یہ ایک بہت ہی غور طلب بات ہے کہ مذہبی رہنما اور اِختیار والے بظاہر مسیح کی مخالفت تو کرتے تھے مگر یہ حقیقت بھی جانتے تھے کہ اُس کے معجزات میں کوئی دھوکا فریب نہیں، بالکل سچ ہیں۔ یائیر نے مسیح سے اپنی بیٹی کے لئے مِنت کر کے مذہبی لیڈروں کے سامنے اپنی عزت اور رُتبہ کو داؤ پر لگا دیا۔ اِس واقعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسیح کے اندر لوگوں کے لئے کِتنی محبت و ہمدردی تھی۔ خواہ کوئی بھی مدد کے لئے پکارتا وہ ہر کِسی کی مشکل اور تکلیف دُور کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

یائیر کی طرح ایک اَور حاجت مند بھی تھا جو مسیح کے پاس مدد کے لئے آیا۔ یہ ایک عورت تھی جس نے اپنے علاج کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کر دیا تھا مگر پھر بھی کہیں سے شفا نہ مِل سکی۔ یائیر نے تو کھلم کھلا مسیح سے اپنی بیٹی کی شفا کے لئے درخواست کی مگر اِس عورت نے چوری چھپے اپنی خواہش کی تکمیل کی۔ اُس نے کچھ پانے کی اُمید پر، اپنی جان بھی داؤ پر لگا دی۔ یائیر نے تو مسیح سے اپنی بیٹی کے لئے شفا کی دراخواست کر کے اپنے ہم پلہ رہنماؤں کے سامنے اپنی عزت کھو دی مگر جو اُس عورت نے کِیا وہ موسوی شریعت کے بالکل خلاف تھا، جس کی سنگین سزا ہو سکتی تھی۔ موسوی شریعت میں واضح طور پر لکھا ہے کہ جس

عورت کے خون آ رہا ہو وہ ناپاک ہے۔ وہ کِسی بھی ہجوم یا اِجتماع میں نہیں جا سکتی اور نہ ہی کِسی کو چُھو سکتی ہے۔

بجائے اِس کے مسیح اُس عورت کو ڈانٹتے اور بُرا بھلا کہتے کہ اُس نے شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے ساتھ سب کو ناپاک کر دیا ہے، اُنہوں نے ہمدردانہ لہجے میں اُس کے مضبوط اِیمان کی تعریف کی، کیونکہ یہ اُس کا اِیمان ہی تھا جس کے وسیلہ سے اُس نے شفا پائی۔ یہ بھی دِلچسپ بات ہے کہ مسیح کے شاگرد اِیمان اور شفا کے گہرے تعلق کو پہچان ہی نہ سکے۔ اور جب اُستاد نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ کِس نے میری پوشاک کو چُھوا تو اُنہوں نے لوگوں کی بڑی بھیڑ کی طرف اشارہ کِیا کہ دیکھ، لوگ تجھ پر گرے پڑتے ہیں اور تُو چُھونے کی بات کر رہا ہے۔ اَب سوال یہ ہے کہ مسیح نے صرف اُسی پر کیوں اپنی ساری توجہ کی؟ فرق یہ ہے کہ بھیڑ میں سے کِسی نے بھی اُسے اِیمان سے نہ چُھوا۔ اُس عورت نے اِیمان و اِعتقاد سے مسیح کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اپنی مُراد پائی۔

عبادت خانہ کے سردار یائیر نے بھی بھرپور اِیمان کا مظاہرہ کِیا۔ جب اُسے پتہ چلا کہ اُس کی بیٹی مر گئی ہے تو اُس نے اُمید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور مسیح کو اپنے گھر میں بُلایا۔

یائیر کے گھر میں مسیح کی ملاقات ایسے لوگوں سے ہوئی جو قدرت کے عجیب اور انوکھے کاموں کو نہ تو سمجھتے تھے اور نہ ہی یقین رکھتے تھے۔ درحقیقت وہ پیشہ ور ماتم کرنے والے اور رونے پیٹنے والے تھے کیونکہ جب مسیح نے کہا کہ لڑکی مر

نہیں گئی بلکہ سوتی ہے تو وہ قہقہے مار مار کر ہنسنے لگے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ لڑکی مُردہ ہے۔ مسیح کی کیا حیثیت ہے کہ وہ کہے کہ وہ سوتی ہے؟ مگر یائیر کا اِیمان اور اِعتقاد اِن لوگوں کی طرح مُردہ نہیں تھا اور نہ ہی اُس پر اُن کے قہقہوں کا کچھ اثر ہُوا بلکہ جو مسیح نے کہا اُس نے ویسا ہی کِیا، اور اُس کو اپنے مضبوط اِیمان کا پھل یہ مِلا کہ اُس کی بیٹی کو مسیح نے زندہ کر کے ماں باپ کی خوشیوں کو دُوبالا کر دیا۔

ہمیں اِن اِلٰہی معجزات سے کیا سبق ملتا ہے؟ شائد ہم اپنے اندر اِلٰہی طاقت محسوس نہیں کرتے کیونکہ ہمارا ایمان اِتنا مضبوط نہیں جِتنا ہونا چاہیے۔ شائد ہم دوسروں کی مخالفت کے ڈر سے مسیح کی طرف امن و شفا کے واسطے رُجوع کرنے کے لئے تیار نہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوست رشتہ دار ہم سے تعلق ہی نہ توڑ لیں۔ اِس سے اہم و ضروری بات یہ ہے کہ پاک صحائف ہمیں بار بار یقین دِلاتے ہیں کہ مسیح کا موت اور زندگی دونوں پر اِختیار ہے۔ جس طرح اُس نے یائیر کی مُردہ بیٹی کو زندہ کر دیا، آج وہ ہمیں بھی جو اپنے گناہوں اور قصوروں کے سبب سے مُردہ ہیں زندہ کر کے ہمیشہ کی زندگی دے سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہمارا اِیمان یائیر جیسا اور اُس عورت جیسا ہے؟ یا ہم بھی مُردہ اِیمان والے اُن لوگوں میں شامل ہیں جو مسیح پر ہنس رہے اور قہقہے لگا رہے تھے؟ کیا ہم تیار ہیں کہ آج مسیح ہمیں بھی نجات دے کر خدا کے ساتھ ہمارا رشتہ بحال کر دے جس طرح اُس نے مُردہ لڑکی کو زندہ کر کے، ماں باپ اور بیٹی کا رشتہ پھر سے بحال کر دیا؟

سولھواں باب

ناصرۃ میں بے عزّتی

(مرقس۶:۱-۱۳)

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب ہمارا کوئی ہمدرد ہمیں نیکی، راستبازی اور پاکیزگی کی راہ پر لگانے کی کوشش کرتا ہے تو ہم اُس کے مشورے اور تنبیہ کو دَرگزر کر دیتے ہیں۔ ہم ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ ''تم مجھے سمجھانے والے کون ہوتے ہو؟'' ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم باہر والے یعنی غیر کی بات سُن لیں گے مگر اپنے جان پہچان والے کی بات کو خواہ وہ کِتنی ہی مُفید کیوں نہ ہو رَد کر دیں گے۔

مسیح کو بھی کچھ ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا جب وہ اپنے گاؤں ناصرۃ گئے جہاں اُن کا بچپن گزرا تھا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۶ باب کی ۱ سے ۶ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ''پھر وہاں سے نکل کر وہ اپنے وطن میں آیا اور اُس کے شاگرد اُس کے پیچھے ہو لئے۔ جب سبت کا دِن آیا تو وہ عبادتخانہ میں تعلیم دینے لگا اور بہت سے لوگ سُن کر حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ باتیں اِس میں کہاں سے آ گئیں؟ اور یہ کیا حِکمت ہے جو اِسے بخشی گئی اور کیسے معجزے اُس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں؟ کیا یہ وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب اور یوسیس اور یہوداہ اور شمعون کا بھائی ہے؟ اور کیا اُس کی

بہنیں یہاں ہمارے ہاں نہیں؟ پس اُنہوں نے اُس کے سبب سے ٹھوکر کھائی۔ یسوع نے اُن سے کہا نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سِوا اَور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ اور وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دِکھا سکا۔ صرف تھوڑے سے بیماروں پر ہاتھ رکھ کر اُنہیں اچھا کر دیا۔ اور اُس نے اُن کی بے اِعتقادی پر تعجب کِیا۔ اور وہ چاروں طرف کے گاؤں میں تعلیم دیتا پھرا۔ '' (مرقس ۶:۱-۱۶)

یہ بات نہایت غور طلب ہے کہ بہت کم لوگ ایسے تھے جنہوں نے مسیح کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کی تھی، مگر جس کا بھی ایک بار اُس سے آمنا سامنا ہو جاتا تو وہ یقیناً تبدیل ہو جاتا۔ کچھ اُس کے پیروکار بن گئے، کچھ نے اُس کی تعلیم کو رَد کِیا اور اُس کے دُشمن بن گئے۔ پہلے پہل تو مسیح کے گاؤں ناصرۃ کے لوگ اُس کی حیرت انگیز باتیں اور معجزات دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پھر اُنہیں شک، بے اعتباری اور بے اعتقادی نے آ گھیرا، اور اُس پر طرح طرح کے طنز کرنے لگے۔

سوال یہ ہے کہ اُنہوں نے مسیح کی تعلیم اور معجزات کو کیوں ٹھکرایا؟ اُن کے حیرت زدہ ہونے اور طنز و تکرار کا بُنیادی سبب کیا تھا؟ لوگوں کے سوال سے اُن کی ناخوشی اور ناقدری کا نچوڑ نکل آتا ہے، ''یہ باتیں اِس میں کہاں سے آ گئیں؟'' اِس کا مطلب یہ تھا کہ ناصرۃ کے لوگ اِس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ یہ ہمیں بیوقوف بنا رہا ہے۔ خوامخواہ اپنے آپ کو کچھ سمجھ رہا ہے حالانکہ یہ تو محض ایک بڑھئی ہے۔ یہ فضول میں اپنے آپ کو ہم سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہا

ہے ورنہ ہم اِسے خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ کون ہے۔
''یہ کیا حکمت ہے جو اُسے بخشی گئی؟''لوگوں نے نہ صرف مسیح کے مقصد بلکہ اُس کی عقل و حکمت پر بھی سوالات اُٹھائے۔ وہ اِس حقیقت کا اِنکار نہیں کر سکتے تھے کہ اُس کے پاس معجزات کرنے کی طاقت ہے لیکن وہ اِس شک میں تھے کہ یہ قدرت خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔
''کیا یہ وہی بڑھئی نہیں؟'' دوسرے لفظوں میں اُن کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ خدا محنت مزدوری یعنی کام کرنے والے کو اپنا نبی نہیں چُن سکتا! اِس سے نہ صرف اُن کی محنت کش طبقے کے لئے نفرت و حقارت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے ماضی یعنی اپنی تاریخ ہی بھول گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے اکثر محنت کرنے والوں کو چُنا کہ وہ اُس کے لئے کام کریں۔ جدعون ایک کسان تھا، مگر خدا نے اُسے چُنا کہ بنی اِسرائیل کو غلامی کی زنجیروں سے چھٹکارا دے۔ داوٗد نبی ایک چرواہا تھا جب خدا نے اُسے اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے چُنا۔ عاموس نبی اِنجیر کے درختوں کی رکھوالی کرتا تھا جب خدا نے اُسے بطور نبی مُقرر کِیا۔ آج بھی اکثر لوگ محنت کش مزدور طبقہ کے لئے یہی غلط تصور رکھتے ہیں کہ خدا کی نظر میں اِن کی کوئی عزت و قدر نہیں۔ مگر مسیح کے پیروکاروں کو چاہیے کہ محنت کشوں کے لئے ایسا کوئی تصور نہ رکھیں۔ خواہ ہم محنت کش مزدور ہوں یا کوئی بڑے افسر، خدا کی نظر میں دونوں کا مقام بہت اُونچا ہے مگر شرط یہ ہے کہ آپ یہ سب خدا کے لئے کر رہے ہیں۔ پولس رسول اِس بارے میں لکھتا ہے، ''جو کام کرو جی سے کرو۔ یہ جان کر کہ خداوند کے لئے کرتے ہو نہ کہ آدمیوں کے

لئے۔'' (کلسیوں ۳:۲۳)

''کیا یہ مریم کا بیٹا نہیں؟'' یہودی تہذیب و کلچر کے مطابق کِسی کی پہچان باپ سے ہوتی تھی کہ وہ فلاں کا بیٹا ہے نہ کہ ماں کے نام سے۔ ماں کے نام سے منسُوب کرنا بہت توہین اور بے عزتی کی بات سمجھی جاتی تھی۔ مسیح کو ماں کے نام سے پکار کر وہ یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ وہ ناجائز پیدائش ہیں۔ ہاں، یہ سچ ہے کہ مسیح کا کوئی جسمانی باپ نہیں تھا۔ اُن کا جنم خدا کی پاک رُوح کی قدرت سے ایک کنواری کے ہاں ہُوا۔ شائد مسیح کے گاؤں ناصرۃ کے لوگ اِس مسلمہ حقیقت سے یا تو بے خبر تھے یا جان بوجھ کر تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے، حالانکہ مسیح کی اعلیٰ سیرت و کردار اور اِلٰہی کلام و معجزات اُن کے سامنے تھے مگر پھر بھی ہر سچائی کو پَرے پھینک کر اُس کے ماں باپ اور پیدائش کے چکر میں ہی پھنسے ہوئے تھے۔

''کیا اِس کے بھائی بہن ہمارے اِسی گاؤں میں نہیں رہتے؟'' ایسا کہنے سے وہ مسیح کے اِلٰہی رُتبہ اور اُلوہیت کا اِنکار کر رہے تھے کہ وہ تو ناصرۃ کے ایک عام سے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ خدا کا نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ کہتے ہیں کہ جتنا زیادہ کِسی کے بارے میں جانو گے اُتنا اُس کے عیب تلاش کرو گے، مگر مسیح نے اپنے آپ کا دفاع کرنے یا بحث مُباحثہ کرنے کی بجائے اُن سے صرف یہ کہا کہ ''نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سِوا اَور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔''

اپنے گاؤں ناصرۃ کے لوگوں کی ہٹ دھرمی، ضد اور کم اِعتقادی کی وجہ سے مسیح

اُن کے لئے کچھ نہ کر سکے حالانکہ اُن کے ساتھ پلے بڑھے تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسیح اِلٰہی قدرت و طاقت کے مالک ہیں، اُن کے لئے کچھ بھی کرنا ممکن ہے۔ مگر پھر بھی کچھ چیزیں ہیں جو وہ نہیں کر سکتے یعنی اگر کوئی اُن سے مدد لینا نہیں چاہتا اور اپنی ہی ضد پر اڑا ہُوا ہے تو مسیح اُس کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں۔ اپنی اِسی کم اِعتقادی کی وجہ سے وہ اِلٰہی قدرت و طاقت سے محروم رہے۔ لہٰذا مسیح کے پاس کوئی اور راستہ نہ تھا کہ وہ اپنے گاؤں کو خیرباد کہیں اور چاروں طرف کے دوسرے علاقوں میں تعلیم دیں۔

مسیح نے نہ صرف لوگوں کی خدمت کی بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی سکھایا کہ وہ دوسروں کی خدمت کریں۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ٦ باب کی آیت ۷ سے ۱۳ میں خدا کا پیارا بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اور اُس نے اُن بارہ کو اپنے پاس بُلا کر دو دو کر کے بھیجنا شروع کِیا اور اُن کو ناپاک رُوحوں پر اِختیار بخشا، اور حکم دیا کہ راستہ کے لئے لاٹھی کے سِوا کچھ نہ لو، نہ روٹی، نہ جھولی، نہ اپنے کمر بند میں پیسے، مگر جوتیاں پہنو اور دو کُرتے نہ پہنو۔ اور اُس نے اُن سے کہا، جہاں تم کِسی گھر میں داخل ہو تو اُسی میں رہو جب تک وہاں سے روانہ نہ ہو۔ اور جس جگہ کے لوگ تم کو قبول نہ کریں اور تمہاری نہ سُنیں وہاں سے چلتے وقت اپنے تلوؤں کی گرد جھاڑ دو تا کہ اُن پر گواہی ہو۔ اور اُنہوں نے روانہ ہو کر مُنادی کی کہ توبہ کرو۔ اور بہت سی بدرُوحوں کو نکالا اور بہت سے بیماروں کو تیل مَل کر اچھا کِیا۔'' (مرقس٦:۷-۱۳)

اِس واقعہ سے مسیح یسوع نے ایک اچھے مسیحی رہنما کا بہترین نمونہ پیش کِیا ہے:

نمبر ۱۔ مسیح نے اپنے شاگردوں کو ایسا کچھ کرنے کو نہیں کہا جو وہ خود کرنے کو تیار نہ تھا۔ شاگردوں نے اپنی آنکھوں سے مسیح کو لوگوں کی خدمت کرتے دیکھا تھا۔

نمبر ۲۔ مسیح نے اُن کو صاف صاف ہدایات دیں۔ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ اُس کے شاگرد کچھ اور تعلیم دیتے، پیغام وہی تھا جو یوحنا بپتسمہ دینے والے اور مسیح نے سُنایا کہ لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔

نمبر ۳۔ مسیح نے اپنے شاگردوں کو اِختیار اور قابلیت بخشی کہ وہ اُس کی ہدایات پر عمل کریں۔

نمبر ۴۔ مسیح نے شاگردوں کو وہ تمام مدد مُہیا کی جس کی اُن کو ضرورت تھی۔ اُس نے اُنہیں دو دو کر کے بھیجا تا کہ وہ ایک دوسرے کا حوصلہ بھی بڑھا سکیں اور مدد بھی کر سکیں۔ دو دو کر کے بھیجنا موسوی شریعت کے مطابق بھی تھا کہ جو کچھ بھی ہو اُس کے دو یا تین گواہ ہوں۔

نمبر ۵۔ مسیح کو اپنے شاگردوں پر مکمل اِعتماد اور بھروسہ تھا کہ جو کام اُنہیں سُونپا گیا ہے اُسے پوری جانفشانی اور اِیمانداری سے کریں گے، اگرچہ وہ اُن کے ساتھ نہیں گیا۔ دوسری طرف شاگردوں کو بھی پورا اِعتماد تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو اُن کی ہر ضرورت پوری ہو گی۔

دونوں طرف اِعتماد و بھروسہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ شاگردوں کو تعلیم دینے، بدرُوحوں کو نکالنے اور بیماروں کو شفا دینے میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔

سترھواں باب

سالگرہ پر نذرانہ

(مرقس۶: ۱۴-۲۹)

مسیح یسوع کی تعلیم اور معجزات جہاں لوگوں کے لئے نجات اور تسلی کا سبب بنے وہیں تفرقہ اور جھگڑے بھی شروع ہوگئے۔ لوگ حیرت زدہ تھے کہ اِس میں اِتنی قدرت وطاقت کہاں سے آ گئی۔ اُن کو سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ مسیح ہے کون۔ صرف عام لوگ ہی اِس سبب سے پریشان نہیں تھے بلکہ اُس زمانے میں ایک بادشاہ یسوع کے بارے میں خاص طور پر حیران اور خوف زدہ تھا کہ یہ یسوع ہو کون سکتا ہے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۶ باب کی ۱۴ سے ۲۹ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اور ہیرودیس بادشاہ نے اُس کا ذِکر سُنا کیونکہ اُس کا نام مشہور ہو گیا تھا اور اُس نے کہا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے کیونکہ اُس سے معجزے ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر بعض کہتے تھے کہ ایلیا ہے اور بعض یہ کہ نبیوں میں سے کِسی کی مانند ایک نبی ہے۔ مگر ہیرودیس نے سُن کر کہا کہ یوحنا جس کا سَر مَیں نے کٹوایا وہی جی اُٹھا ہے۔ کیونکہ ہیرودیس نے آپ آدمی بھیج کر یوحنا کو پکڑوایا اور اپنے بھائی فلپّس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب سے اُسے قید خانہ میں باندھ رکھا تھا کیونکہ ہیرودیس نے اُس سے بیاہ کر لیا تھا، اور یوحنا نے اُس سے کہا تھا کہ اپنے بھائی کی بیوی کو رکھنا تجھے روا

نہیں۔ پس ہیرودیاس اُس سے دُشمنی رکھتی اور چاہتی تھی کہ اُسے قتل کرائے مگر نہ ہو سکا، کیونکہ ہیرودیس، یوحنا کو راستباز اور مُقدس آدمی جان کر اُس سے ڈرتا اور اُسے بچائے رکھتا تھا اور اُس کی باتیں سُن کر بہت حیران ہو جاتا تھا مگر سُنتا خوشی سے تھا۔ اور موقع کے دِن جب ہیرودیس نے اپنی سالگرہ میں اپنے امیروں اور فوجی سرداروں اور گلیل کے رئیسوں کی ضیافت کی، اور اُسی ہیرودیاس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرودیس اور اُس کے مہمانوں کو خوش کِیا تو بادشاہ نے اُس لڑکی سے کہا، جو چاہے مجھ سے مانگ۔ مَیں تجھے دُوں گا۔ اور اُس سے قَسم کھائی کہ جو تُو مجھ سے مانگے گی اپنی آدھی سلطنت تک تجھے دے دُوں گا۔ اور اُس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ مَیں کیا مانگوں؟ اُس نے کہا، یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سَر۔ وہ فی اُلفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اُس سے عرض کی مَیں چاہتی ہوں کہ تُو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سَر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوا دے۔ بادشاہ بہت غمگین ہُوا مگر اپنی قَسموں اور مہمانوں کے سبب سے اُس سے اِنکار کرنا نہ چاہا۔ پس بادشاہ نے فی اُلفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اُس کا سَر لائے۔ اُس نے جا کر قید خانہ میں اُس کا سَر کاٹا، اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا۔ پھر اُس کے شاگرد سُن کر آئے اور اُس کی لاش اُٹھا کر قبر میں رکھی۔" (مرقس۶: ۱۴-۲۹)

یہ وہی ہیرودیس تھا جس کے باپ ہیرودیس نے یسوع کی پیدائش کے فوراً بعد بیت لحم کے بچوں کو قتل کروا دیا تھا۔ اُس نے اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی بیوی سے بے وفائی کی اور معصوم جانوں کا خون کِیا۔ مگر گناہ کی

قیمت ہمیشہ چُکانا ہی پڑتی ہے۔ بہت سے شیطان صِفت لوگ حساب برابر ہونے کے خوف میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب ہیرودیس نے مسیح کے عجیب اور انوکھے معجزات کے بارے میں سُنا تو وہ سمجھا کہ یوحنا مُردوں میں سے زندہ ہو گیا ہے، اور اَب وہ مجھ سے بدلہ لے گا۔

اگر یوحنا بپتسمہ دینے والا، ہیرودیس بادشاہ کو اپنی بھتیجی اور بھائی کی بیوی یعنی بھابی سے شادی کرنے پر لعنت ملامت نہ کرتا تو یقیناً وہ اُس کو کبھی قتل نہ کرواتا۔ بھائی کی بیوی سے شادی کرنا جبکہ بھائی زندہ ہے موسوی شریعت کی صریحاً خلاف ورزی تھی۔ احبار کی کتاب کے ۲۰ باب کی ۲۱ آیت میں واضح طور پر لکھا ہے، ''اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی بیوی کو رکھے تو یہ نجاست ہے۔ اُس نے اپنے بھائی کے بدن کو بے پردہ کِیا۔...'' (احبار ۲۰:۲۱)

اِس سے ہمیں یہ سبق مِلتا ہے کہ بادشاہ اور بڑے بڑے عہدوں والے بھی خدا کے اخلاقی معیار سے بچ نہیں سکتے۔ اُن کو بھی ہر حال میں اِلٰہی قوانین اور اُصولوں کی پابندی کرنا ہے۔ درحقیقت یہ رہنماؤں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا ایک بہترین نمونہ اور مثال قائم کریں۔

دوسرا سبق ہمیں یہ مِلتا ہے کہ ہماری ذمہ داری ہے کہ خواہ سامنے کوئی بھی کیوں نہ کھڑا ہو بلا ڈر و خوف حق و سچائی کی بات کریں۔ جیسا کہ بائبل مُقدس میں لکھا ہے، ''تم فیصلہ میں ناراستی نہ کرنا۔ نہ تو تُو غریب کی رعایت کرنا اور نہ بڑے آدمی کا لحاظ بلکہ راستی کے ساتھ اپنے ہمسایہ کا اِنصاف کرنا۔'' (احبار ۱۹:۱۵) بعض اوقات سچ بات کہنے پر ہم مشکل میں بھی پھنس سکتے ہیں جیسا کہ یوحنا کو

اپنی جان کی قیمت ادا کرنا پڑی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم حق و سچائی پر قائم رہنے کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں؟

اگرچہ ہیرودیس بادشاہ نے یوحنا کو جیل میں بند کر دیا مگر پھر بھی اُس نے اُسے ہیرودیاس کے قہر و غضب سے بچانے کی کوشش کی۔ ہیرودیاس سے اُس نے اِلٰہی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شادی کی تھی۔ ہیرودیس نے یوحنا کا دفاع کرنے کی اِس لئے کوشش کی، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یوحنا نیک و راستباز آدمی ہے۔ اِس لئے وہ اُس سے ڈرتا بھی تھا۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ بُرے لوگ اچھے لوگوں سے ڈرتے ہیں، مگر اچھوں کو بُروں سے ڈرنے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔ پولس رسول نے پاک رُوح کی تحریک سے معمور ہو کر کیا خوب لکھا ہے، ''کون ہم کو مسیح کی محبت سے جُدا کرے گا؟ مُصیبت یا تنگی یا ظلم یا کال یا ننگاپن یا خطرہ یا تلوار؟ چُنانچہ لکھا ہے کہ ہم تیری خاطر دِن بھر جان سے مارے جاتے ہیں۔ ہم تو ذبح ہونے والی بھیڑ کے برابر گنے گئے۔ مگر اُن سب حالتوں میں اُس کے وسیلہ سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ خدا کی جو محبت ہمارے خداوند مسیح یسوع میں ہے اُس سے ہم کو نہ موت جُدا کر سکے گی نہ زندگی، نہ فرشتے نہ حکومتیں، نہ حال کی نہ اِستقبال کی چیزیں، نہ قدرت نہ بلندی، نہ پستی نہ کوئی اَور مخلوق۔'' (رومیوں ۸:۳۵-۳۹)

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگرچہ ہیرودیس، یوحنا کی باتیں خوشی سے سُنتا اور بہت حیران ہوتا تھا، یقیناً کلام کی باتیں اُس کے ذہن میں ہلچل مچاتی ہوں گی،

مگر وہ اُنہیں سمجھ نہیں سکتا تھا۔ ایسی حالت اکثر اُن لوگوں کی ہوتی ہے جو خدا کی راہ پر چلنے کی بجائے عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ پاک کلام میں لکھا ہے، ''...نفسانی آدمی خدا کے رُوح کی باتیں قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ اُس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں اور نہ وہ اُنہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ رُوحانی طور پر پرکھی جاتی ہیں۔'' (۱۔ کرنتھیوں۲: ۱۴)

اِنتقام کا موقع ہیرودیس کی سالگرہ کی پارٹی میں آیا۔ وہ اپنی بیوی ہیرودیاس کی بیٹی کے ناچ سے بہت خوش ہُوا، اور اعلان کِیا کہ جو وہ مانگے گی دے گا یہاں تک آدھی سلطنت تک دینے کو تیار ہو گیا۔ یقیناً یہ حماقت اور اِنتہا کی بیوقوفی تھی کہ کوئی حکمران صرف ناچ رنگ سے خوش ہو کر آدھی سلطنت تک دینے کی قَسم کھا لے۔ ایسے پاگل پن کی توقع خدا کے اِلٰہی اُصولوں اور معیار کی پیروی کرنے والوں سے نہیں بلکہ ہَوس پرست خواہشات کے دیوانوں ہی سے رکھی جا سکتی ہے۔

جب بیٹی نے اپنی ماں سے پوچھا کہ وہ بادشاہ سے کیا مانگے تو اُس نے کہا، یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سَر مانگ۔ یہ بات بھی نہایت غور طلب ہے کہ وہ لڑکی اِسقدر سنگدِل اور بے حِس تھی کہ ماں کی فرمائش پر فوراً ہاں کر دی۔ ایسا کہیں بھی اِشارہ نہیں کہ اُس نے ذرا برابر بھی جھجھک محسوس کی ہو۔ درحقیقت اُس نے اِس کو ایک مذاق سمجھا۔ اُس نے یوحنا کا سَر ایک تھال میں طلب کِیا، جیسے سالگرہ کی محفل کو دوبالا کرنے لئے مہمانوں کو کھانے میں ایک اَور مزیدار ڈِش پیش کی جا رہی ہو۔ ایسا سوچ کر ہی ذہن چکرا جاتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ

ہمارے نزدیک ایک اِنسانی زندگی کی اہمیت و قدر کیا ہے؟ کیا ہمارے لئے دوسروں کا قتل و خون محض ایک تفریح یا مذاق ہے؟ ہیرودیس بادشاہ کے لئے اِنکار کرنا بہت آسان تھا۔ وہ کہہ سکتا تھا کہ یوحنا کے سَر کی اہمیت و قدر میری آدھی سلطنت سے کہیں زیادہ ہے۔ اگرچہ وہ بہت غمگین تھا مگر تو بھی اُس نے حکم دیا کہ سَر تھال میں پیش کِیا جائے۔ وہ اپنے مہمانوں کے سامنے اپنی قَسم کی لاج رکھنا چاہتا تھا، اور نہیں چاہتا تھا کہ شرمندہ ہو۔ لہذا اُس نے بھری محفل کے سامنے شرمندگی اُٹھانے سے بہتر سمجھا کہ ایک معصوم و نیک اِنسان کا خون کردے، اور قتل و خون کے سنگین گناہ کو اُٹھائے پھرے۔ آج ہمیں اپنے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے کہ ہم اپنی اَنا اور گھمنڈ کے نشہ میں چور ہو کر دِن میں کِتنی بار خدا کے اِلٰہی اُصولوں اور قوانین کو توڑتے ہیں؟

اٹھارھواں باب

بیابان میں ضیافت

(مرقس۶:۳۰-۵۶)

ہر کِسی کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے یہاں تک کہ خدا نے بھی دُنیا کی تخلیق کے بعد آرام کِیا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۶ باب کی آیت ۳۰ سے ۳۲ میں خدا کا نیک بندہ مرقس، مسیح کے بارے میں لکھتا ہے کہ جب اُنہوں نے کچھ آرام کرنا چاہا تو کیا ہُوا، ''اور رسول یسوع کے پاس جمع ہوئے اور جو کچھ اُنہوں نے کِیا اور سِکھایا تھا سب اُس سے بیان کِیا۔ اُس نے اُن سے کہا، تم آپ الگ اور ویران جگہ میں چلے آؤاور ذرا آرام کرو۔...'' (مرقس ۶:۳۰-۳۱)

کئی وجوہات تھیں کہ مسیح کِسی الگ جگہ میں جا کر آرام کرنا چاہتا تھا۔ اُس کے شاگرد ایک طویل تبلیغی سفر کے بعد کافی تھک گئے تھے۔ اِسی دوران اُسے یہ خبر مِلی کہ ہیرودیس بادشاہ نے اُس کے رشتہ دار یوحنا اصطباغی کا قتل کر دیا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ مسیح کو بہت دُکھ ہُوا اور وہ کچھ وقت تنہائی میں گزارنا چاہتا تھا۔ تیسری وجہ یہ کہ اُس کے سَر پر منسٹری یعنی تبلیغی خدمت کا بوجھ اِتنا زیادہ تھا کہ نہ اُس کے پاس اور نہ ہی شاگردوں کے پاس کھانا کھانے کا بھی وقت تھا۔ اُس کی یہ خواہش کہ کچھ وقت آپس میں کِسی پُرسکون جگہ پر گزاریں بالکل دُرست تھی۔ مگروہ اِس خواہش کی تکمیل نہ کرسکا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کی آیت

۳۳ سے ۳۴ میں مرقس لکھتا ہے، ''اور لوگوں نے اُن کو جاتے دیکھا اور بہتیروں نے پہچان لیا اور سب شہروں سے اِکٹھے ہو کر پیدل اُدھر دوڑے اور اُن سے پہلے جا پہنچے۔ اور اُس نے اُتر کر بڑی بھیڑ دیکھی اور اُسے اُن پر ترس آیا کیونکہ وہ اُن بھیڑوں کی مانند تھے جن کا چرواہا نہ ہو اور وہ اُن کو بہت سی باتوں کی تعلیم دینے لگا۔'' (مرقس ۶: ۳۳۔۳۴)

مسیح یسوع کے صبر و تحمل اور لوگوں سے محبت کی اِنتہا ہے کہ بجائے وہ اُن پر ناراض ہوتا یا اُلجھتا اُسے بھیڑ پر رحم آیا۔ مسیح کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے آج ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ کیا ہم دوسروں کی ضرورتوں اور حاجات کو اپنی ضرورتوں اور حاجات پر ترجیح دیتے ہیں؟

خدا کا پیارا بندہ مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل میں اِس رُوح پرور حوالہ کو جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے، ''جب دِن بہت ڈھل گیا تو اُس کے شاگرد اُس کے پاس آ کر کہنے لگے یہ جگہ ویران ہے اور دِن بہت ڈھل گیا ہے۔ اِن کو رُخصت کر تاکہ چاروں طرف کی بستیوں اور گاؤں میں جا کر اپنے لئے کچھ کھانے کو مول لیں۔ اُس نے اُن سے جواب میں کہا، تم ہی اِنہیں کھانے کو دو۔ اُنہوں نے اُس سے کہا، کیا ہم جا کر دو سَو دینار کی روٹیاں مول لائیں اور اِن کو کِھلائیں؟ اُس نے اُن سے کہا، تمہارے پاس کِتنی روٹیاں ہیں؟ جاؤ دیکھو۔ اُنہوں نے دریافت کر کے کہا، پانچ اور دو مچھلیاں۔ اُس نے اُن کو حکم دیا کہ سب ہری گھاس پر دستہ دستہ ہو کر بیٹھ جائیں۔ پس وہ سَو سَو اور پچاس پچاس کی قطاریں باندھ کر بیٹھ گئے۔ پھر اُس نے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لِیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر

برکت دی اور روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیتا گیا کہ اُن کے آگے رکھیں۔ اور وہ دو مچھلیاں بھی اُن سب میں بانٹ دِیں۔ پس وہ سب کھا کر سیر ہو گئے۔ اور اُنہوں نے ٹکڑوں اور مچھلیوں سے بارہ ٹوکریاں بھر کر اُٹھائیں۔ اور کھانے والے پانچ ہزار مرد تھے۔" (مرقس ۶:۳۵-۴۴)

اَب سوال یہ ہے کہ کیا شاگرد واقعی لوگوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کو سمجھتے تھے یا وہ مسیح کے رحم و کرم کو لوگوں سے جان چھڑانے کا ایک ذریعہ سمجھ رہے تھے تا کہ تھکاوٹ سے چُور بدن کو آرام دے سکیں؟ اگر وہ لوگوں کی بُھوک پیاس کی حاجت اور مسیح کے اُن پر ترس کھانے کو چُھٹکارا پانے کا ایک ذریعہ سمجھ رہے تھے تو وہ بالکل غلط تھے۔ اِسی لئے مسیح نے پلٹ کر اُن سے کہا کہ اگر تمہیں لوگوں کی اِتنی ہی فکر ہے تو اِن کے لئے کھانے کا اِنتظام بھی کرو۔ شاگردوں کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اور کہاں سے اِتنے لوگوں کے لئے کھانا لائیں۔ حیرت کی بات ہے کہ زندگی کی روٹی اُن کے سامنے تھی مگر وہ ابھی تک روٹی کی تلاش میں تھے۔ مگر جب مسیح نے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی روٹیاں ہیں جاؤ دیکھو، تو وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لائے۔ اگرچہ لوگ ہزاروں میں تھے اور کھانا بہت ہی کم تھا، بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا، مگر مسیح یسوع نے پھر بھی جو سامنے تھا اُس کا شکر ادا کِیا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ ہمیں جو خدا نے دیا ہے، کم یا زیادہ، کیا ہم اُس کا شکر ادا کرتے ہیں؟ مسیح کے سامنے کم بھی بہت زیادہ ہے۔ خواہ ہمارے پاس دُنیا کا مال کِتنا ہی کم کیوں نہ ہو پھر بھی خوش دِلی سے اُس کے قدموں میں رکھیں تو وہ تھوڑے میں بھی برکت بخشے گا جس طرح اُس

نے پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں پر برکت چاہی تو ہزاروں کھا کر سَیر ہو گئے، اور نہ صرف اُنھوں نے پیٹ بھر کر کھایا بلکہ بچے ہوئے ٹکڑوں سے بارہ ٹوکریاں اُٹھائیں۔

شاگرد چاہتے تھے کہ مسیح ہجوم سے جلد چُھٹکارا پائے مگر لوگوں کو کھانا کِھلانے کے بعد اُس نے شاگردوں کو رُخصت کِیا۔ جیسا کہ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ٦ باب کی ۴۵ سے ۵۲ آیت میں لکھا ہے، ''اور فی الفُور اُس نے اپنے شاگردوں کو مجبور کِیا کہ کشتی پر بیٹھ کر اُس سے پہلے اُس پار بیت صیدا کو چلے جائیں جب تک وہ لوگوں کو رُخصت کرے۔ اور اُن کو رُخصت کر کے پہاڑ پر دُعا کرنے چلا گیا۔ اور جب شام ہوئی تو کشتی جھیل کے بیچ میں تھی اور وہ اکیلا خُشکی پر تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ وہ کھینے سے بہت تنگ ہیں کیونکہ ہَوا اُن کے مخالف تھی تو رات کے پچھلے پہر کے قریب وہ جھیل پر چلتا ہُوا اُن کے پاس آیا اور اُن سے آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن اُنھوں نے اُسے جھیل پر چلتے دیکھ کر خیال کِیا کہ بُھوت ہے اور چِلا اُٹھے، کیونکہ سب اُسے دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔ مگر اُس نے فی الفُور اُن سے باتیں کِیں اور کہا، خاطر جمع رکھو۔ مَیں ہوں۔ ڈرو مت۔ پھر وہ کشتی پر اُن کے پاس آیا اور ہَوا تھم گئی اور وہ اپنے دِل میں نہایت حیران ہوئے، اِس لئے کہ وہ روٹیوں کے بارے میں نہ سمجھے تھے بلکہ اُن کے دِل سخت ہو گئے تھے۔'' (مرقس ٦:۴۴-۵۲)

مسیح نے کیوں چاہا کہ اُس کے شاگرد اُسے تنہا چھوڑ دیں؟ ہم اِنجیلِ مُقدس میں کِسی اَور مقام پر اِسی واقعہ کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ لوگوں کا ہجوم اُسے

بادشاہ بنانا چاہتا تھا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ شاگرد خواہش مند تھے کہ خدا کی بادشاہی میں اُنہیں کوئی بڑا عُہدہ مِلے گا۔ عین ممکن ہے کہ مسیح نے اُنہیں رُوکے رکھا تاکہ وہ بھی لوگوں کے ساتھ مِل کر اُس کے سَر پر دُنیاوی بادشاہت کا تاج پہنانے کی کوشش نہ کریں۔ جب کبھی ہم کِسی ایسی مشکل کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے ہماری شخصی ترقی رُک جاتی ہے تو سوچنا چاہیے کہ شائد خدا ہماری بہتری اور فائدہ کے لئے ہمیں آزمائش سے دُور رکھ رہا ہے۔

یہ بھی غور طلب بات ہے کہ جب مسیح پانی پر چل کر کشتی کی طرف گیا تو اُس نے اپنے آپ کی پہچان کروائی کہ ''مَیں ہوں۔'' ہر یہودی یہ دو لفظ سُن کر سمجھ سکتا تھا کہ مسیح کیا کہہ رہا ہے کیونکہ ''مَیں ہوں'' وہ نام تھا جس سے خدا نے جلتی جھاڑی کے مقام پر اپنے آپ کو اپنے بندے موسیٰ پر ظاہر کِیا۔ اور کیونکہ مسیح ''مَیں ہوں'' ہے تو اگر ہم اُس کے ہیں تو پھر ہمیں کِسی بات کا ڈر خوف نہیں ہونا چاہیے۔ سب کچھ اُس کے اِختیار و کنٹرول میں ہے۔ یہاں تک کہ طوفانی ہَوائیں اور سمندر کی خطرناک لہریں بھی جو ہمیں پل بھر میں نیست و نابود کر سکتی ہیں۔

اگرچہ شاگردوں نے اپنی آنکھوں سے پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے پانچ ہزار کے جمع کو سَیر ہوتے دیکھا، مسیح کو پانی پر چلتے اور ہَوا کو ایک ہی حکم سے تھمتے دیکھا مگر وہ پھر بھی اپنے اُستاد و خداوند کی قدرت و طاقت کو نہ سمجھ سکے۔ ایک اَور مقام پر لکھا ہے کہ جب مسیح شاگردوں کے پاس کشتی پر چلا گیا تو اُنہوں نے اُس کی حمد و تمجید کی، مگر مرقس لکھتا ہے کہ پھر بھی اُن کے دِل سخت تھے۔

ایسا بھی ممکن ہے کہ ہم کِسی کو دِل سے قبول نہیں کرتے مگر ڈر کے مارے پھر بھی سجدے کِئے جاتے ہیں۔ کیا ہم خدا کی حمد و ستائش ڈر خوف کی وجہ سے کرتے ہیں یا دِل سے اُسے قبول بھی کرتے ہیں؟

مسیح کو واپسی پر بھی کوئی آرام نہ مِل سکا۔ آیت ۵۳ سے ۵۶ میں مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے، ''اور وہ پار جا کر گنیسرت کے علاقہ میں پہنچے اور کشتی گھاٹ پر لگائی۔ اور جب کشتی پر سے اُترے تو فی الفور لوگ اُسے پہچان کر اُس سارے علاقہ میں چاروں طرف دوڑے اور بیماروں کو چارپائیوں پر ڈال کر جہاں کہیں سُنا کہ وہ ہے وہاں لئے پھِرے۔ اور وہ گاؤں، شہروں اور بستیوں میں جہاں کہیں جاتا تھا لوگ بیماروں کو بازاروں میں رکھ کر اُس کی مِنت کرتے تھے کہ وہ صرف اُس کی پوشاک کا کنارہ چھُو لیں اور جِتنے اُسے چھُوتے تھے شِفا پاتے تھے۔'' (مرقس ۶: ۵۳-۵۶)

اُنّیسواں باب

پاک اور ناپاک

(مرقس ۷:۱-۲۳)

دُنیا میں بہت سے مذاہب اور عقائد ایک دوسرے سے نہ صرف مختلف ہیں بلکہ اُن میں نمایاں فرق بھی ہوتا ہے۔ مگر ایک چیز جس پر تقریباً سب مُتفق ہیں وہ ہے باطنی صفائی یعنی پاکیزگی و راستبازی۔ خدا پاک ہے اور ہم ناپاک۔ لہذا ناپاک، پاک کی حضوری میں نہ تو حاضر ہو سکتا ہے اور نہ ہی اُس کی حمد و تمجید کر سکتا ہے۔ پاک کے ہاں آنے کے لئے لازم ہے کہ ہم پاک ہوں۔ مگر اَب سوال یہ ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جو ہمیں ناپاک بناتی ہے اور کون سی چیز ہماری ناپاکی کو دُور کر کے خدا کے ہاں مقبول ٹھہراتی ہے؟ مگر اِس سے بھی ضروری مسئلہ یہ ہے کہ وہ کون ہے جو ہمیں ناپاک ٹھہرا سکتا ہے اور کون ہے جو ہماری ناپاکی کو دُور کر سکتا ہے۔ کیا ہم رسم و رواج کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اہم فیصلہ کرتے ہیں یا کوئی اَور معیار ہے؟

اُس زمانے کے مذہبی رہنماؤں کی مسیح کے ساتھ اِنہی سوالوں کے بارے میں اکثر تکرار و تصادم رہتا تھا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۷ باب کی ۱ سے ۱۳ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ''پھر فریسی اور بعض فقیہ اُس کے پاس جمع ہوئے۔ وہ یروشلیم سے آئے تھے، اور اُنہوں نے دیکھا کہ اُس کے

بعض شاگرد ناپاک یعنی بِن دُھوئے ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں۔ کیونکہ فریسی اور سب یہودی بزرگوں کی روایت کے مطابق جب تک اپنے ہاتھ خوب دُھو نہ لیں نہیں کھاتے۔ اور بازار سے آ کر جب تک غُسل نہ کرلیں نہیں کھاتے اور بہت سی اَور باتوں کہ جو اُن کو پہنچی ہیں پابند ہیں جیسے پیالوں اور لوٹوں اور تانبے کے برتنوں کو دُھونا۔ پس فریسیوں اور فقِیہوں نے اُس سے پوچھا، کیا سبب ہے کہ تیرے شاگرد بزرگوں کی روایت پر نہیں چلتے بلکہ ناپاک ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں؟ اُس نے اُن سے کہا، یسعیاہ (نبی) نے تم ریاکاروں کے حق میں کیا خوب نبوت کی جیسا کہ لکھا ہے، یہ لوگ ہونٹوں سے میری تعظیم کرتے ہیں لیکن اِن کے دِل مجھ سے دُور ہیں۔ اور یہ بیفائدہ میری پرستِش کرتے ہیں کیونکہ اِنسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں۔ تم خدا کے حکم کو ترک کرکے آدمیوں کی روایت کو قائم رکھتے ہو۔ اور اُس نے اُن سے کہا، تم اپنی روایت کو ماننے کے لئے خدا کے حکم کو بالکل رَد کر دیتے ہو۔ کیونکہ موسیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت کر اور جو کوئی باپ یا ماں کو بُرا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔ لیکن تم کہتے ہو اگر کوئی باپ یا ماں سے کہے کہ جس چیز کا تجھے مجھ سے فائدہ پہنچ سکتا تھا وہ قربان، یعنی خدا کی نذر ہو چکی، تو تم اُسے پھر باپ یا ماں کی کچھ مدد کرنے نہیں دیتے۔ یوں تم خدا کے کلام کو اپنی روایت سے جو تم نے جاری کی ہے باطل کر دیتے ہو۔ اور ایسے بُہتیرے کام کرتے ہو۔" (مرقس۷:۱۔۱۳)

مرقس ہمیں نہیں بتاتا کہ فریسی اور فقِیہ یعنی شریعت کے اُستاد کیوں یروشلیم سے

آئے کہ دیکھیں کہ مسیح کیا کر رہا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مذہبی رہنماؤں کی ذمہ داری تھی کہ وہ لوگوں کو بِدعتی تعلیم سے بچائیں۔ اور اگر اُن کا مقصد مسیح کی تعلیم کی پرکھ و پہچان کرنا تھا کہ حق و سچائی پر مبنی ہے یا نہیں تو یقیناً اُن کو مایوسی ہو گی کہ مسیح پاکیزگی کا پرچار کیسے کر سکتا ہے جبکہ اُس کے شاگرد بزرگوں کی روایات و رسم رواج کا اِنکار کرتے ہیں جن پر عمل کر کے پاکیزگی قائم رکھی جا سکتی ہے؟

مگر مسیح نے مذہبی لیڈروں کو ایسا جواب دیا جِسے سُن کر وہ تِلمِلا اُٹھے کہ تم خدا کے احکامات و تعلیم کو رَد کر کے بزرگوں کی روایات و رسم و رواج کو زیادہ اہمیت دیتے ہو۔ اور اپنے اِس نکتہٗ نظر کی وضاحت کے لئے اُس نے موسیٰ نبی کی معرفت دی گئی موسوی شریعت کے دو حوالے پیش کِئے جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کو اپنے باپ اور ماں کی عزت و احترام کرنا چاہیے۔ مگر اِس واضح حکم کے باوجود مذہبی رہنما لوگوں کو اُبھارتے تھے کہ وہ روایات اور رسم و رواج کی پیروی کرتے ہوئے اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنے سے باز رہیں۔ مسیح کے بیان کا مطلب بالکل صاف ہے کہ مذہبی لیڈر کیسے بڑے بڑے دعوے کر سکتے ہیں کہ وہ خدا کی خدمت کرتے اور قربانی گذرانتے ہیں حالانکہ خدا کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کرتے تھے؟ وہ منافق اور ریاکار تھے۔

یہ صرف کل کا مسئلہ نہیں بلکہ آج بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ خدا کی پرستِش و پوجا کرتے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی مذہبی سرگرمیوں میں گزر جاتی ہے مگر وہ خدا کے اُن احکامات کی پیروی نہیں کرتے جو

پاک صحائف میں درج ہیں۔ ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا ہے کہ کیا ہم خدا کے احکامات و ہدایات پر عمل کرتے ہیں یا آدمیوں کی روایات اور رسم و رواج کی پیروی کرتے ہیں؟

مذہبی رہنماؤں نے کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دُھونے کے مسئلہ کی طرف اِشارہ کِیا۔ اِس بارے میں مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۷ باب کی ۱۴ سے ۲۳ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اور وہ (یعنی مسیح) لوگوں کو پھر پاس بُلا کر اُن سے کہنے لگا، تم سب میری سُنو اور سمجھو۔ کوئی چیز باہر سے آدمی میں داخل ہو کر اُسے ناپاک نہیں کر سکتی مگر جو چیزیں آدمی میں سے نکلتی ہیں وہی اُس کو ناپاک کرتی ہیں۔ [اگر کِسی کے سُننے کے کان ہوں تو سُن لے۔] اور جب وہ بھیڑ کے پاس سے گھر میں گیا تو اُس کے شاگردوں نے اُس سے اِس تمثیل کے معنی پوچھے۔ اُس نے اُن سے کہا، کیا تم بھی ایسے بے سمجھ ہو؟ کیا تم نہیں سمجھتے کہ کوئی چیز جو باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے اُسے ناپاک نہیں کر سکتی، اِس لئے کہ وہ اُس کے دِل میں نہیں بلکہ پیٹ میں جاتی ہے اور مزبلہ میں نکل جاتی ہے؟ یہ کہہ کر اُس نے تمام کھانے کی چیزوں کو پاک ٹھہرایا۔ پھر اُس نے کہا، جو کچھ آدمی میں سے نکلتا ہے وہی اُس کو ناپاک کرتا ہے۔ کیونکہ اندر سے یعنی آدمی کے دِل سے بُرے خیال نکلتے ہیں، حرامکاریاں، چوریاں، خونریزیاں، زناکاریاں، لالچ، بدیاں، مکر، شہوت پرستی، بدنظری، بدگوئی، شیخی، بیوقوفی۔ یہ سب بُری باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔'' (مرقس ۷: ۱۴-۲۳)

لوگوں کی تعلیم کے برعکس مسیح کی تعلیم بالکل واضح اور صاف ہے یعنی جو چیز

ہمارے جسم میں جاتی ہے وہ ہمیں ناپاک نہیں کرتی بلکہ جو ہمارے دِل میں ہے، وہ ہماری رُوحانی حالت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہاں، یہ دُرست ہے کہ موسوی شریعت میں خدا نے یہودی لوگوں کو کچھ چیزیں کھانے سے منع کِیا تھا، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کچھ چیزوں سے پرہیز کرتے ہوئے بھی ناپاک ہوں۔ خدا کے نزدیک محض باہر کی تبدیلی کوئی معنی نہیں رکھتی جب تک ہم باطنی طور پر پاک صاف نہ ہوں۔ کھانے سے پہلے بظاہر ہاتھ دُھو لینے سے ہمارا اندر پاک صاف نہیں ہو سکتا۔ ایک اَور موقع پر مسیح نے فرمایا، ''اَے ریاکار فقیہُو اور فریسیو، تم پر افسوس! کہ پیالے اور رکابی کو اُوپر سے صاف کرتے ہو مگر وہ اندر لُوٹ اور ناپرہیزگاری سے بھرے ہیں۔ اَے اندھے فریسی! پہلے پیالے اور رکابی کو اندر سے صاف کرتا کہ اُوپر سے بھی صاف ہو جائیں۔'' (متی ۲۳:۲۵-۲۶)

ہمارے دِل کے اندر کی چیزیں ہمیں ناپاک کرتی ہیں نہ کہ وہ جو ہم کھاتے ہیں۔ ہم اِس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ کوئی بھی کھانے کی چیز بذاتِ خود ناپاک نہیں۔ ہم کھائیں یا نہ کھائیں اِس سے ہم نہ تو پاک ٹھہرتے ہیں اور نہ ہی ناپاک بلکہ ہماری رُوحانی حالت ہے جو ہمیں کھانے اور نہ کھانے کے بارے میں خدا کے احکامات کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اِسی لئے خدا کا بندہ مرقس کہتاہے کہ مسیح نے کھانے کی ہر چیز کو پاک ٹھہرایاہے۔

مسیح کے زمانے کے مذہبی لیڈروں کی طرح آج بھی لوگوں کا تصور یہی ہے کہ ہمارے فعل و عمل ہمیں ناپاک کرتے ہیں جبکہ مسیح یسوع فرماتے ہیں کہ بُرے خیال ہمارے دِل سے نکلتے اور ہمیں بدی پر اُکساتے ہیں۔ بُرے فعل و عمل

ہمارے دِل سے نکلنے والے شیطانی خیالات کا نتیجہ ہیں۔ ایسا ممکن ہے کہ اِنسان بدی سے تو باز رہے مگر دِل بُری خواہشات و تصورات سے بھرا ہُوا ہو۔ خواہ ہم بُرائی کریں یا صرف بُرے خیال باندھیں دونوں حالتوں میں ناپا کی میں گھِرے ہوئے ہیں اور یہی وہ باطنی بُرائی ہے جو ہمیں ناپاک کرتی ہے۔ ایک اَور موقع پر مسیح نے فرمایا، ''تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا۔ لیکن مَیں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کِسی نے بُری خواہش سے کِسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دِل میں اُس کے ساتھ زنا کر چکا۔'' (متی ۵:۲۷-۲۸)

اَب سوال یہ ہے کہ ہماری رُوحانی حالت کیسی ہے؟ کیا ہماری نیکی، پرہیز گاری اور راستبازی محض دِکھاوا ہے یا ہم باطنی طور پر بھی پاک صاف ہیں؟

بیسواں باب

غیر مُلک میں معجزات

(مرقس۷: ۲۴-۳۷)

اکثر لوگ جب کِسی ایسے شخص کی صُحبت و قربت میں بیٹھتے ہیں جس کا رہن سہن، مسکن و ٹھکانہ، ذات پات اور اِیمان و عقیدہ اُن جیسا نہیں ہوتا، یا کِسی غیر مُلکی باشندے سے ملتے ہیں تو ناگواری و جھجھک کا احساس ہوتا ہے۔ اِس کی ایک وجہ تعلیم و علم کی کمی ہے۔ ہمیں ڈر ہوتا ہے کہ کیونکہ دوسرے شخص کی عادات اور سوچ ہم سے قطعی مختلف ہے، لہذا ہمارے لئے اُس کو سمجھنا مشکل ہو گا۔ اِس سے بھی بُرا یہ کہ ہم دوسرے عقائد، ذات پات اور تہذیب و تمدن سے تعلق رکھنے والوں کے لئے نفرت و حقارت سی بھی محسوس کرتے ہیں کیونکہ ہم اپنی محدُود سمجھ کے مطابق یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ ہم اُن سے ہر لحاظ سے اچھے ہیں۔ مسیح کے زمانہ میں یہودی لوگ غیر یہودیوں سے کچھ اِسی طرح کا رویہ رکھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ خدا نے اُنہیں موسوی شریعت دی تھی، اور وہ خدا کے چُنے ہوئے پسندیدہ لوگ تھے۔ لہذا وہ اِس خوش فہمی کا شکار رہتے تھے کہ کیونکہ وہ خدا کے چُنے ہوئے ہیں اِس لئے باقی قوموں کی خدا کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو یہودی نہیں وہ ناپاک ہے، اور اگر کوئی غیر یہودی کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا یا کھاتا پیتا تو اُس کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا جاتا۔ وہ بھول گئے

تھے کہ خدا کا اُن کو چُننے کا مقصد یہ تھا کہ اُن کی بدولت بنی نوع اِنسان اور خدا کے بیچ جُدائی کی دیوار ختم ہو جائے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اُن کو ٹوٹے ہوئے رشتے کو جوڑنے کے لئے بحالی کا کام کرنا تھا۔

مسیح نے غیر مُلکیوں اور دوسرے عقائد، ذات پات اور تہذیب و تمدن کے لوگوں سے نفرت نہیں رکھی بلکہ وہ سب سے بِلا تفریق و اِمتیاز مِلتے جُلتے تھے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۷ باب کی ۲۴ سے ۳۰ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس لکھتا ہے، ''پھر وہاں سے اُٹھ کر صُور اور صیدا کی سرحدوں میں گیا اور ایک گھر میں داخل ہُوا اور نہ چاہتا تھا کہ کوئی جانے۔ مگر پوشیدہ نہ رہ سکا بلکہ فی الفُور ایک عورت جس کی چھوٹی بیٹی میں ناپاک رُوح تھی اُس کی خبر سُن کر آئی اور اُس کے قدموں پر گری۔ یہ عورت یونانی تھی اور قوم کی سُورفینیکی۔ اُس نے اُس سے درخواست کی کہ بد رُوح کو اُس کی بیٹی میں سے نکالے۔ اُس نے اُس سے کہا، پہلے لڑکوں کو سیر ہونے دے کیونکہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔ اُس نے جواب میں کہا، ہاں خداوند، کتے بھی میز کے تلے لڑکوں کی روٹی کے ٹکڑوں سے کھاتے ہیں۔ اُس نے اُس سے کہا، اِس کلام کی خاطر جا، بد رُوح تیری بیٹی سے نکل گئی ہے۔ اور اُس نے اپنے گھر میں جا کر دیکھا کہ لڑکی پلنگ پر پڑی ہے اور بد رُوح نکل گئی ہے۔'' (مرقس ۷:۲۴-۳۰)

مرقس یہ نہیں بتاتا کہ مسیح اِسرائیل کو چھوڑ کر صُور اور صیدا کے گرد و نواح میں کیوں گیا۔ یہ علاقہ آج کل لبنان میں واقع ہے۔ جیسا کہ مرقس نے پہلے لکھا کہ مسیح اور اُس کے شاگرد اِس قدر مصروف تھے کہ اُن کے پاس کھانا کھانے کو

بھی وقت نہیں تھا۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ مسیح اِسرائیل سے آرام کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ اِسی لئے وہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگ اُس کے آرام میں خلل ڈالیں لہذا پوشیدہ رکھنا ہی بہتر تھا۔

اگر مسیح کا اِرادہ لوگوں سے دُور جا کر آرام کرنے کا تھا تو وہ اِس میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ ایک عورت نے پہچان لیا اور اُس کی منت کی کہ میری بیٹی کو شفا دے۔ مرقس لکھتا ہے کہ وہ یونانی تھی۔ یہودی لوگ یہ اِصطلاح غیر یہودیوں کے لئے اِستعمال کرتے تھے۔ متی رسول اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے کہ وہ کنعانی عورت تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہ غیر یہودی ہوتے ہوئے بھی مسیح کی اِلٰہی قدرت و طاقت کو جانتی تھی جبکہ بہت سے یہودی اِس حقیقت سے بے خبر تھے۔ متی رسول کے مطابق اُس نے مسیح کو اِبنِ داوٗد کہہ کر مخاطب کِیا یعنی وہ داوٗد بادشاہ کے تخت کا جائز وارث تھا۔ اُس نے مسیح کو بحیثیت خداوند کے بھی قبول کِیا۔

مسیح نے اُس عورت کی درخواست کا جواب ایک مثال سے دیا۔ ''لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔'' ہاں، یہ سچ ہے کہ مسیح اِس لئے دُنیا میں آیا کہ بنی نوع اِنسان کا خدا کے ساتھ ٹوٹا ہُوا رشتہ بحال کرے، خواہ کوئی یہودی ہو یا غیر یہودی۔ مگر یہ بھی نہایت اہم حقیقت تھی کہ یہ کام یہودیوں سے شروع ہو۔ ایک اَور موقع پر مسیح نے فرمایا، ''... نجات یہودیوں میں سے ہے۔'' (یوحنا ۴:۲۲)

سوال یہ ہے کہ مسیح نے کیوں کہا کہ مناسب نہیں کہ اُس عورت کی درخواست پر

عمل کِیا جائے۔ ممکن ہے کہ بہت سے لوگوں نے مسیح کے جواب کو پسند نہ کِیا ہو، ''بے شک وہ نبی ہے مگر اُس نے مجھے کتا کہا ہے!'' اُس عورت کا اِیمان تو مضبوط تھا ہی مگر اُس کی حسِ مزاح بھی بہت تیز تھی۔ بجائے اِس کے وہ اپنی بے عزتی سمجھتی، اُس نے جواب دیا کہ کتوں کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ کتے بھی میز کے تلے لڑکوں کی روٹی کے ٹکڑوں میں سے کھاتے ہیں۔ اِس حکمت سے بھرپور جواب کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح نے اُس کی بیٹی کو شفا دے دی۔ اَب سوال یہ ہے کہ ہماری حالت کیا ہے؟ جب ہم مسیح سے کچھ مانگتے ہیں تو کیا ہم اُس پر زور ڈالتے ہیں کہ وہ ہماری مرضی اور خواہش کے مطابق اُسی وقت ہمیں دے؟ کیا ہم مسیح کی مدد پا کر خفا ہو جاتے ہیں یا دِل سے شکر گزار ہوتے ہیں کہ وہ ہماری مدد کو تیار ہُوا؟

مسیح صرف صُور، صیدا اور گرد و نواح کے غیر یہودی علاقہ میں ہی نہیں گیا بلکہ مرقس اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے ۳۱ سے ۳۷ آیت میں لکھتا ہے، ''اور وہ پھر صُور کی سرحدوں سے نکل کر صیدا کی راہ سے دکپلِس کی سرحدوں سے ہوتا ہُوا گلیل کی جھیل پر پہنچا۔ اور لوگوں نے ایک بہرے کو جو ہکلا بھی تھا اُس کے پاس لا کر اُس کی منت کی کہ اپنا ہاتھ اُس پر رکھ۔ وہ اُس کو بھیڑ میں سے الگ لے گیا اور اپنی اُنگلیاں اُس کے کانوں میں ڈالِیں اور تھوک کر اُس کی زبان چُھوئی۔ اور آسمان کی طرف نظر کر کے ایک آہ بھری اور اُس سے کہا، اِفتح یعنی کھل جا۔ اور اُس کے کان کھل گئے اور اُس کی زبان کی گرہ کھل گئی اور وہ صاف بولنے لگا۔ اور اُس نے اُن کو حکم دیا کہ کِسی سے نہ کہنا لیکن جتنا وہ اُن

کو حکم دیتا رہا اُتنا ہی زیادہ وہ چرچا کرتے رہے۔ اور اُنہوں نے نہایت ہی حیران ہو کر کہا، جو کچھ اُس نے کِیا سب اچھا کِیا۔ وہ بہروں کو سُننے کی اور گونگوں کو بولنے کی طاقت دیتا ہے۔'' (مرقس ۷: ۳۱-۳۷)

جہاں یہ معجزہ ہُوا اُس جگہ کا نام دکپلِس ہے۔ یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کا ترجمہ ہے ''دَس شہر۔'' اِن دَس شہروں کی بُنیاد یونانیوں نے رکھی اور اُنہوں نے ہی تعمیر کِیا۔ یہ علاقہ آجکل اُردن میں واقع ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ جس بہرے شخص کو مسیح نے شفا دی وہ یہودی تھا یا غیر یہودی۔ ہم صرف اِتنا جانتے ہیں کہ لوگوں نے اُس کی منت کی کہ اِسے شفا بخشے اور اُس نے اُسے شفا دی۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اُن لوگوں نے اپنے فائدے کے لئے مسیح سے کچھ نہیں مانگا بلکہ کِسی دوسرے کی مدد کے لئے خداوند سے اِلتجا کی۔ اور شائد یہ ایک وجہ ہے کہ آج ہم اپنی زندگیوں میں خدا کے عجیب اور انوکھے کام نہیں دیکھتے کیونکہ ہم صحیح نیت و مقصد کے ساتھ نہیں مانگتے۔ خدا کا نیک بندہ یعقوب اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''... تمہیں اِس لئے نہیں مِلتا کہ مانگتے نہیں۔ تم مانگتے ہو اور پاتے نہیں، اِس لئے کہ بُری نیت سے مانگتے ہو تاکہ اپنی عیش وعشرت میں خرچ کرو۔'' (یعقوب ۴: ۲-۳)

اِس معجزے میں ہمیں مسیح کی لوگوں کے لئے محبت و ہمدردی صاف نظر آتی ہے۔ پہلا یہ کہ وہ اُس بہرے شخص کو الگ لے گیا، اِس لئے کہ وہ اُس کی بے بسی، بے چارگی اور کمزوری کو جانتا تھا کہ اُس نے پہلے ہی لوگوں کے تمسخر اور اذیت کو برداشت کِیا ہو گا۔ لوگ یقیناً اُس کی اِس حالت سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش

کرتے ہوں گے۔ مسیح کا مقصد یہ تھا کہ وہ اُس کا حوصلہ بڑھائیں، اُس کی مدد و رہنمائی کریں تا کہ وہ مزید لوگوں کے ٹھٹھوں اور مذاق کا نشانہ نہ بنے۔ دوسرا یہ کہ مسیح نے اُس آدمی کی اِجازت کے بغیر کچھ نہ کِیا۔ وہ آدمی بہرہ تھا اور بول بھی نہیں سکتا تھا تو یقیناً اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہو گا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ نہ ہی وہ مسیح سے مخاطب ہو سکتا تھا اور نہ ہی اُسے کوئی بات سمجھ آ رہی ہو گی۔ اِسی لئے مسیح صورتِ حال کو بھانپ کر اُسے الگ لے گیا اور اُسے اِشارہ کر کے شفا دینے کی اِجازت مانگی۔ اُس آدمی نے مسیح کو اِجازت دی کہ وہ اُسے چھوئے۔ اِسی سے اُس کا اِیمان ظاہر ہُوا اور اِسی سے اُس نے مسیح کی مرضی میں اپنی مرضی شامل کی۔ جب مسیح نے اُسے چُھوا تو اُس نے نہ رُوکا۔ مسیح کا ایک ہی لفظ اُسے شفا دینے کے لئے کافی تھا۔

اِس معجزے نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا اور وہ اِس کا چرچا کرنے لگے اِس کے باوجود کہ مسیح نے اُنہیں ایسا کرنے سے منع کِیا تھا۔

اکیسواں باب

فریسیوں کے خمیر

(مرقس۸:۱۔۲۱)

ہم سب جو اِسکول میں پڑھتے رہے ہیں جانتے ہیں کہ کبھی کبھی ایک ہی سبق کو بار بار سُننے کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ اچھی طرح سمجھ آسکے۔ اِنسانی دماغ ہر وقت پہلی ہی بار کِسی بات کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ مگر ایک اَور وجہ بھی ہے کہ لوگ بعض اوقات کِسی بات کو نہیں سمجھ پاتے، اور وہ ہے دِلوں کی سختی۔ خدا کا کلام و پیغام اکثر اِس لئے اثر نہیں کرتا کیونکہ وہ جو سُننا چاہتے ہیں اُس کے بالکل برعکس ہے یا جس کے بارے میں وہ پہلے ہی ٹھوس نتیجہ نکال چکے ہوتے ہیں تو ظاہری بات ہے کہ خواہ آپ کچھ بھی کہیں اُن پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔

مسیح کے شاگردوں کے ساتھ کچھ ایسا ہی حال تھا۔ اُنہوں نے مسیح کو عجیب اور انوکھے معجزے کرتے ہوئے دیکھا تھا، پانچ ہزار لوگوں کو پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے سیر کرنا، مسیح کو گلیل کی جھیل پر چل کر اپنی کشتی کی طرف آتے دیکھنا۔ پاک کلام میں لکھا ہے کہ ”...وہ اپنے دِل میں نہایت حیران ہوئے۔ اِس لئے کہ وہ روٹیوں کے بارے میں نہ سمجھے تھے بلکہ اُن کے دِل سخت ہو گئے تھے۔“(مرقس۶:۵۱۔۵۲)

اِس کے بعد مسیح نے اپنے شاگردوں کو سیکھنے کا ایک اَور موقع دیا۔ ۸ باب کی ا

سے ۲۱ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے۔ "اُن دِنوں میں جب پھر بڑی بِھیڑ جمع ہوئی اور اُن کے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پاس بُلا کر اُن سے کہا، مجھے اِس بِھیڑ پر ترس آتا ہے کیونکہ یہ تین دِن سے برابر میرے ساتھ رہی ہے اور اِن کے پاس کچھ کھانے کو نہیں۔ اگر مَیں اِن کو بُھوکا گھر کو رُخصت کروں تو راہ میں تھک کر رہ جائیں گے اور بعض اِن میں سے دُور کے ہیں۔ اُس کے شاگردوں نے اُسے جواب دیا کہ اِس بیابان میں کہاں سے کوئی اِتنی روٹیاں لائے کہ اِن کو سیر کر سکے؟ اُس نے اُن سے پوچھا تمہارے پاس کِتنی روٹیاں ہیں؟ اُنہوں نے کہا سات۔ پھر اُس نے لوگوں کو حُکم دیا کہ زمین پر بیٹھ جائیں اور اُس نے وہ سات روٹیاں لِیں اور شُکر کرکے توڑیں اور اپنے شاگردوں کو دیتا گیا کہ اُن کے آگے رکھیں اور اُنہوں نے لوگوں کے آگے رکھ دِیں۔ اور اُن کے پاس تھوڑی سی چھوٹی مچھلیاں تھیں۔ اُس نے اُن پر برکت دے کر کہا کہ یہ بھی اُن کے آگے رکھ دو۔ پس وہ کھا کر سیر ہوئے اور بچے ہوئے ٹکڑوں کے سات ٹوکرے اُٹھائے۔ اور لوگ چار ہزار کے قریب تھے۔ پھر اُس نے اُن کو رُخصت کِیا، اور وہ فی اُلفور اپنے شاگردوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر دَلمنُوتہ کے علاقہ میں گیا۔

پھر فریسی نکل کر اُس سے بحث کرنے لگے اور اُسے آزمانے کے لئے اُس سے کوئی آسمانی نشان طلب کِیا۔ اُس نے اپنی رُوح میں آہ کھینچ کر کہا، اِس زمانہ کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں؟ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اِس زمانہ

کے لوگوں کو کوئی نشان دِیا نہ جائے گا۔ اور وہ اُن کو چھوڑ کر پھر کشتی میں بیٹھا اور پار چلا گیا۔

اور وہ روٹی لینا بھول گئے تھے اور کشتی میں اُن کے پاس ایک سے زیادہ روٹی نہ تھی۔ اور اُس نے اُن کو یہ حکم دیا کہ خبردار فریسیوں کے خمیر اور ہیرودیس کے خمیر سے ہوشیار رہنا۔ وہ آپس میں چرچا کرنے اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس روٹی نہیں۔ مگر یسوع نے یہ معلوم کر کے اُن سے کہا، تم کیوں چرچا کرتے ہو کہ ہمارے پاس روٹی نہیں؟ کیا اَب تک نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے؟ کیا تمہارا دِل سخت ہو گیا ہے؟ آنکھیں ہیں اور تم دیکھتے نہیں؟ کان ہیں اور سُنتے نہیں؟ اور کیا تم کو یاد نہیں؟ جس وقت مَیں نے وہ پانچ روٹیاں پانچ ہزار کے لئے توڑیں تو تم نے کِتنی ٹوکریاں ٹکڑوں سے بھری ہوئی اُٹھائیں؟ اُنہوں نے اُس سے کہا بارہ۔ اور جس وقت سات روٹیاں چار ہزار کے لئے توڑیں تو تم نے کِتنے ٹوکرے ٹکڑوں سے بھرے ہوئے اُٹھائے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا سات۔ اُس نے اُن سے کہا، کیا تم اَب تک نہیں سمجھتے؟'' (مرقس ۸:۱-۲۱)

اگرچہ شاگرد پہلے ہی مسیح کی عجیب قدرت دیکھ چکے تھے کہ اُس نے تھوڑے سے کھانے میں اِتنی برکت بخشی کہ پانچ ہزار لوگ کھا کر سیر ہو گئے، مگر وہ اپنے دِلوں کی سختی کی وجہ سے اِس اِلٰہی معجزے کی اہمیت کو نہ سمجھ سکے۔ اِسی لئے جب مسیح کو بھُوکے مجمع پر ترس آیا تو شاگردوں نے سوال کِیا کہ اِتنے بڑے مجمع کو کھلانے کے لئے کھانا کہاں سے لائیں۔ مسئلہ یہ تھا کہ مسیح کے انوکھے اور عجیب معجزات دیکھنے کے باوجود شاگردوں کو احساس یا سمجھ نہیں تھی کہ یسوع ہے

کون۔ یسوع ایک اِنسان سے کہیں عظیم تر تھا، کیونکہ خدا اُس کے ساتھ تھا۔ حقیقت میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے بہت پہلے ہی رُوح اُلقدس کی تحریک سے لکھ دیا تھا کہ یسوع کا نام عِمانوایل بھی ہو گا جس کا ترجمہ ہے ''خدا ہمارے ساتھ'' (یسعیاہ ۷:۱۴، متی ۱:۲۳) جبکہ خدا عظیم تر اور سب سے اعلیٰ و افضل ہے تو ظاہر ہے مسیح کچھ بھی پاس نہ ہونے کے باوجود لوگوں کو روٹی کِھلا سکتے تھے۔ اُنہوں نے سات روٹیوں اور کچھ مچھلیوں کو اِستعمال کِیا کہ خدا کا جلال ظاہر کریں۔ یوحنا رسول رُوح اُلقدس کی تحریک سے اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے، ''وہ دُنیا میں تھا اور دُنیا اُس کے وسیلہ سے پیدا ہوئی اور دُنیا نے اُسے نہ پہچانا۔'' (یوحنا ۱:۱۰)

اُس وقت تک مسیح کے شاگرد اُنہیں نہ پہچان سکے کہ وہ ہیں کون۔ وہ معجزہ دیکھ کر بھی کوئی نتیجہ نہ نکال سکے کہ اِتنے عجیب اور انوکھے اِلٰہی کام کرنے والی ہستی درحقیقت ہے کون۔ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یسوع مسیح، خدا ہے جو اُن کے ساتھ ساتھ چلتا پھرتا اور اُن سے باتیں کرتا ہے۔ وہ نہ صرف جسمانی بلکہ رُوحانی ضروریات بھی پوری کر سکتا ہے۔ بہت سال بعد جب پطرس رسول کو حقیقت کا پتہ چل گیا کہ مسیح ہی خدا ہے تو اُس نے خدا کی تحریک سے اپنے اِلہامی خط میں لکھا، ''...اُس کی اِلٰہی قدرت نے وہ سب چیزیں جو زندگی اور دینداری سے مُتعلق ہیں ہمیں اُس کی پہچان کے وسیلہ سے عنایت کیں جس نے ہم کو اپنے خاص جلال اور نیکی کے ذریعہ سے بُلایا۔'' (۲۔پطرس۱:۳)

صرف مسیح کے شاگرد ہی نہیں جو دِل کی سختی کے باعث سوالات کرتے تھے بلکہ

اُس زمانہ کے مذہبی رہنما یعنی فریسی بھی اُس سے آسمانی نشان طلب کرتے تھے۔ ایسا کرنے سے وہ مسیح کی اِلٰہی طاقت و قدرت پر شک کرتے تھے، حالانکہ یہ ایک بہت ہی مضحکہ خیز بات تھی کیونکہ مسیح نے سب کے سامنے معجزہ کرکے اپنی قدرت کا کھلم کھلا مظاہرہ کِیا تھا۔ اُن کو اِس کے علاوہ کیا ثبوت چاہیے تھا؟ مسیح کے بپتسمہ کے موقع پر آسمان سے آواز آئی جس سے خدا نے خود اُس کی شناخت و تصدیق کر دی تھی۔ مسیح نے پہلے ہی اَن گنت لوگوں کو معجزانہ طور پر شفا بخشی، اور اَب اُس نے ہزاروں کے مجمع کو سات روٹیوں اور کچھ مچھلیوں سے سیر کِیا۔ اگر یہ سب معجزات خدا کی طرف سے نشان نہیں تھے تو پھر اُنہیں اَور کون سا نشان اور گواہی چاہیے تھی؟ اگر سب کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بھی اُنہیں مسیح کی الُوہیت پر یقین نہیں آیا تو پھر اور کیا ثبوت چاہیے تھا؟ مسیح کوئی جادوگر نہیں تھے کہ حکم مِلتے ہی کرشمہ دِکھانا شروع کر دیتے۔ اُنہوں ایسے لوگوں کے سامنے آسمانی نشان دِکھانے سے اِنکار کر دیا جو پہلے سے دِکھائے گئے نشانوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔

ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ آج بھی بہت سے لوگ دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر وہ اپنی آنکھوں سے مسیح کے معجزات دیکھیں گے تو اُن پر اِیمان لے آئیں گے۔ مگر وہ اُن لوگوں کی گواہی قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے جو خود مسیح کے انوکھے اور عجیب اِلٰہی کام دیکھ چکے ہیں۔ ذرا ٹھنڈے دِل سے سوچیئے کہ اگر کوئی کلامِ مُقدس میں قلمبند مسیح کی اُلوہیت اور جلالی آسمانی شخصیت سے متاثر نہیں ہُوا تو فقیہوں اور فریسیوں کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے

معجزات دیکھ کر بھی کبھی اِیمان نہیں لائے گا۔ اَب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا آسمانی نشان ہے جو آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اِیمان لائیں؟

اور جب جھیل کے پار چلا گیا تو یسوع نے شاگردوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ فریسیوں اور ہیرودیس کے خمیر سے ہوشیار رہو۔ پاک صحائف میں خمیر کو اِصطلاح یا اِستعارے کے طور پر بُرائی یا گناہ کے لئے اِستعمال کِیا جاتا ہے۔ تھوڑا سا خمیر جس طرح تھوڑے سے آٹے کو سارا خمیرا کر دیتا ہے اُسی طرح بُرائی یا گناہ کا بیج جب بُویا جاتا ہے کہ پھیل کر گرد و نواح کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ خمیر کی اِصطلاح یا اِستعارہ اِستعمال کرنے سے مسیح اپنے شاگردوں پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ فریسیوں کی طرح ریاکاری اور مُنافقت کا شکار نہ ہو جائیں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے معجزات ہوتے دیکھ کر بھی آسمانی نشان طلب کریں۔ پہلے دیئے گئے انوکھے اور عجیب معجزات اور نشانوں پر یقین نہ کرنے سے بے اعتقادی اور بے اِیمانی کے سِوا اَور کچھ حاصل نہ ہو گا۔

مگر افسوس کہ مسیح کے خبردار کرنے کے باوجود شاگرد سمجھ نہ سکے۔ وہ اِس غلط فہمی کا شکار تھے کہ مسیح شائد روٹیاں بھول جانے کی وجہ سے ناراض ہیں۔ مگر مسیح نے اُن کی ناسمجھی اور نادانی کو پسند نہ کِیا اور جھڑکا کہ اگر ایک آدمی ہزاروں کے مجمع کو کھانا کِھلا سکتا ہے تو کیا وہ چند آدمیوں کو روٹی نہیں دے سکتا! وہ فریسیوں کی طرح آنکھوں سے دیکھ کر بھی اِیمان نہ لانے کے خطرے سے دُوچار تھے۔

بائِیسواں باب

صاف نظر

(مرقس۸:۲۲-۹:۱)

نظر کی عینک اِسی لئے ہوتی ہے کہ جو لوگ صاف نہیں دیکھ سکتے وہ ہر چیز کو اچھی طرح سے دیکھ سکیں، کیونکہ اُس کے بغیر دُھندلا سا دِکھائی دیتا ہے۔ رُوحانی باتوں کے بارے میں بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ جب تک ہم مسیح کو صحیح اور دُرست طور پر نہیں جانیں گے، ہمارے لئے رُوحانی سچائی کو جاننا نہایت مشکل ہو گا۔ جب تک ہم مسیح کی مکمل پہچان نہیں کریں گے تب تک ہم بنی نوع اِنسان کے لئے خدا کے ازلی و ابدی منصوبے و اِرادے کو سمجھ نہیں پائیں گے۔ اِس ٹھوس حقیقت کی وضاحت کے لئے خدا کا نیک بندہ مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۸ باب کی ۲۲ سے ۲۶ آیت میں ایک شخص کے بارے میں لکھتا ہے جس کو مسیح نے شِفا دی، ''پھر وہ بیت صیدا میں آئے اور لوگ ایک اندھے کو اُس کے پاس لائے اور اُس کی مِنت کی کہ اُسے چُھوئے۔ وہ اُس اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اُسے گاؤں سے باہر لے گیااور اُس کی آنکھوں میں تھوک کر اپنے ہاتھ اُس پر رکھے اور اُس سے پوچھا، کیا تُو کچھ دیکھتا ہے؟ اُس نے نظر اُٹھا کر کہا، مَیں آدمیوں کو دیکھتا ہوں کیونکہ وہ مجھے چلتے ہوئے ایسے دِکھائی دیتے ہیں جیسے درخت۔ پِھر اُس نے دوبارہ اُس کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھے اور اُس نے غور

سے نظر کی اور اچھا ہو گیا اور سب چیزیں صاف صاف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے اُس کو اُس کے گھر کی طرف روانہ کِیا اور کہا کہ اِس گاؤں کے اندر قدم بھی نہ رکھنا۔"(مرقس۸:۲۲-۲۶)

شائد یہ معجزہ کچھ عجیب سے دِکھائی دیتا ہے کیونکہ مسیح نے اُس آدمی کو فوراً شفا دینی چاہیے تھی جیسا کہ اُس نے دوسرے لوگوں کے ساتھ کِیا، مگر اِس صورتِ حال میں اُس نے دو مراحل میں اندھے کو بِینائی دی، کیوں؟ اگرچہ مرقس ہمیں اِس کی کوئی وجہ نہیں بتاتا، مگر ہم مرقس کے بیان کِئے ہوئے ایسے ہی واقعات سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ مسیح نے دو موقعوں پر ہزاروں لوگوں کو چند روٹیوں اور مچھلیوں سے معجزانہ طور پر سیر کِیا، ایک پانچ ہزار کا اور دوسرا چار ہزار کا مجمع تھا۔ اِس کے باوجود کہ شاگردوں نے مسیح کے اِس اِلٰہی جلال و قدرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح نے کچھ نہ ہونے کے باوجود ہزاروں کو کھانا کِھلایا، مگر وہ پھر بھی اِس مسلمہ سچائی کو نہ سمجھ سکے کہ مسیح محض ایک معجزہ دِکھانے والا ہی نہیں بلکہ اُس کی قدرت و طاقت، اور آسمانی جلال و عظمت اِس سے کہیں زیادہ ہے۔ درحقیقت وہ جسمانی شکل میں خدا تھا جو ہم اِنسانوں کے بیچ میں رہ رہا تھا۔ مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے کہ دِلوں کی سختی نے فریسیوں اور شاگردوں کی عقل و دانش پر پردہ ڈال دیا کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے خدا کے حشمت و جلال سے بھرپور کام دیکھ کر بھی اُسے پہچان نہ سکے۔ ہاں، اُنہوں نے خدا کی ازلی و ابدی سچائی کی ایک جھلک تو دیکھی مگر پورے طور پر نہ تو اُسے دیکھ سکے اور نہ ہی سمجھ سکے۔ اُن کا مسیح کے

بارے میں تصور خدا کے منصوبے و اِرادے سے بالکل الگ تھا۔
صرف شاگرد ہی نہ تھے جن کو مسیح کی اُلوہیت اور قدرت و جلال صاف دِکھائی نہیں دے رہا تھا بلکہ اُس زمانہ کے مذہبی رہنما بھی سب کچھ دیکھنے کے باوجود اُس سے آسمانی نشان طلب کرتے تھے کیونکہ اُنہوں نے پہلے سے دِکھائے گئے معجزے اور نشان دیکھ کر مسیح کی حشمت و جلال کو تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیا۔ اُن کی آنکھیں رُوحانی سچائی کو دیکھنے سے محروم ہی رہیں، اِسی لئے مسیح خداوند کی حقیقی پہچان اُن سے چھپی ہی رہی۔ جب مسیح نے اندھے شخص کو چُھوا اور پوچھا کہ کیا وہ دیکھ سکتا ہے تو اُس نے کہا، ''مَیں آدمیوں کو دیکھتا ہوں کیونکہ وہ مجھے چلتے ہوئے ایسے دِکھائی دیتے ہیں جیسے درخت۔'' اِس اِقرار کے بعد کہ وہ صاف طور پر نہیں دیکھ سکتا مسیح نے اُسے مکمل طور پر شفا بخشی۔ اِس سے یہ سبق مِلتا ہے کہ جب ہم اپنی رُوحانی کمزوریوں کو تسلیم کرتے ہیں تو مسیح ہمیں اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔ لازم ہے کہ ہم اِقرار کریں کہ اپنے گناہوں، قصوروں اور کمزوریوں کے سبب سے اندھے ہیں تاکہ خداوند اپنے بھرپور جلال، قدرت و طاقت سے ہمارے دِل و دماغ کو مکمل طور پر روشن کرے۔

اِس واقعہ کے بعد مسیح نے اِشارۃً اپنے شاگردوں سے اُن کے رُوحانی تصور و گہرائی بارے سوال کِیا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں؟ مرقس ۸ باب اُس کی ۲۷ سے ۳۰ آیت میں مرقس لکھتا ہے، ''پھر یسوع اور اُس کے شاگرد قیصریہ فلپی کے گاؤں میں چلے گئے اور راہ میں اُس نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ لوگ

مجھے کیا کہتے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا اور بعض ایلیاہ اور بعض نبیوں میں سے کوئی۔ اُس نے اُن سے پوچھا، لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں اُس سے کہا، تُو مسیح ہے۔ پھر اُس نے اُن کو تاکید کی کہ میری بابت کِسی سے یہ نہ کہنا۔" (مرقس ۲۷-۳۰)

اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شاگردوں کو باقی لوگوں کے مقابلہ میں مسیح کے بارے میں زیادہ علم و پہچان تھی۔ جیسا کہ آج، مسیح کے زمانہ میں بھی لوگ اُنہیں نبی ماننے کو تیار تھے۔ وہ تسلیم کرتے تھے کہ مسیح خدا کی طرف سے پیغام لے کر آئے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ ایک پیغامبر سے کہیں اعلیٰ و افضل تھے۔ پطرس رسول نے دعوے سے کہا کہ یسوع، مسیح ہے۔ صدیوں پہلے خدا کے سچے نبیوں نے یہودی لوگوں کو یہ خوشخبری دی کہ ایک دِن خدا دُنیا میں مسیح کو بھیجے گا۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح کون ہے؟ اور مسیح کا مطلب کیا ہے؟ مسیح کا مطلب ہے "مَسح" کیا ہُوا۔ مسیح ایک نبی کی حیثیت سے نہ صرف خدا کی طرف سے کلام کرے گا بلکہ وہ سردار کاہن کا کام بھی سَر انجام دے گا جو گناہگاروں کی خاطر کفارے کے طور پر قربانی بھی گزرانے گا، اور خدا اُسے یہ اِختیار بھی بخشے گا کہ وہ بادشاہ کی طرح حکمرانی کرے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح وہ ہستی ہے جس کو خدا نے چُنا کہ وہ بنی نوع اِنسان کا نجات دہندہ ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کا عدل و اِنصاف بھی کرے۔ مسیح کی یہی وہ پہچان تھی جس کا پطرس رسول نے اِقرار و دعویٰ کِیا۔

بدقسمتی سے شاگردوں کا رُوحانی تصور ابھی بھی صاف نہیں تھا۔ اِس کے باوجود کہ

اُنہوں نے تسلیم کِیا کہ یسوع ہی مسیح ہے۔ ۸ باب کی ۳۱ سے ۹ باب کی پہلی آیت میں مرقس لکھتا ہے، ''پھر وہ اُن کو تعلیم دینے لگا کہ ضرور ہے کہ ابنِ آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہ اُسے رَد کریں اور وہ قتل کِیا جائے اور تین دِن کے بعد جی اُٹھے۔ اور اُس نے یہ بات صاف صاف کہی۔ پطرس اُسے الگ لے جا کر اُسے ملامت کرنے لگا، مگر اُس نے مُڑ کر اپنے شاگردوں پر نگاہ کر کے پطرس کو ملامت کی اور کہا، اَے شیطان میرے سامنے سے دُور ہو کیونکہ تُو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔ پھر اُس نے بِھیڑ کو اپنے شاگردوں سمیت پاس بُلا کر اُن سے کہا، اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے اِنکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے۔ کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچانا چاہے وہ اُسے کھوئے گا اور جو کوئی میری اور اِنجیل کی خاطر اپنی جان کھوئے گا وہ اُسے بچائے گا۔ اور آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہو گا؟ اور آدمی اپنی جان کے بدلے کیا دے گا؟ کیونکہ جو کوئی اِس زناکار اور خطاکار قوم میں مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائے گا، ابنِ آدم بھی جب اپنے باپ کے جلال میں پاک فرشتوں کے ساتھ آئے گا تو اُس سے شرمائے گا۔ اور اُس نے اُن سے کہا، مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آیا ہُوا نہ دیکھ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔'' (مرقس ۸:۳۱-۹:۱)

پطرس رسول کا مسیح کے بارے میں تصور حقیقت سے بہت مختلف تھا۔ جیسا کہ آج

لوگ سمجھتے ہیں، وہ بھی اِسی غلط فہمی کا شکار تھا کہ خدا کا چُنا ہُوا نیک بندہ اِذیت، ظلم اور موت کا سامنا نہیں کر سکتا کیونکہ خدا اُس کے ساتھ ایسا ناروا سلوک نہیں ہونے دے گا۔ پطرس رسول بھی دُنیاوی عقل و حکمت سے سوچ رہا تھا۔ اُس کو سمجھ ہی نہیں تھی کہ خدا کیسے اپنی اِلٰہی قدرت سے کام کرتا ہے۔ اُس کو پتہ ہی نہیں تھا کہ ہمیں زندگی دینے کے لئے لازم تھا کہ مسیح اپنی جان کا نذرانہ دے، اور خدا کے اِس منصوبہ اور اِرادے کی مخالفت کرنا، بالکل ایسا ہی تھا جیسا شیطان کی حمایت میں کچھ بولنا۔

مسیح نے اپنے اِس نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے مزید کہا کہ اگر ہم اپنی جان بچانا چاہیں گے تو اُسے کھو دیں گے۔ ہاں سارے جہان کا مال و دولت تو ہم لے سکتے ہیں مگر کیا فائدہ اگر اپنی جان کو کھو دیں؟ ہم صرف اُسی صورت میں اپنی جان بچا سکتے ہیں جب اپنی زندگی مسیح اور اِنجیل کی خاطر دے دیں۔ خدا کی نظر میں مقبول ہونے کے لئے لازم ہے کہ دُنیا میں مسیح کے نام سے یا مسیحی کہلاتے ہوئے یا مسیح کے نام سے ظلم و اِذیت سہتے ہوئے شرمندہ نہ ہوں۔ مسیح کا سچا پیروکار اپنے مالک و خداوند یسوع مسیح کے نقشِ قدم پر چلے گا یعنی جیسے وہ بنی نوع اِنسان کی خاطر ظلم و ستم سہتے ہوئے صلیب پر قربان ہو گیا، ویسے ہم بھی مصیبتیں اور تکلیفیں سہنے اور قربان ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح کی خاطر اپنی جان سمیت اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں تاکہ ہمیشہ کے لئے اپنی جان بچا سکیں؟ مسیح نے اپنی تبلیغی خدمت کا آغاز اِس اعلان و دعوے کے ساتھ کِیا کہ آسمان کی بادشاہی

نزدیک آ گئی ہے۔ اَب اُس نے اعلان و دعویٰ کِیا کہ جو اُس کے کلام کو سُنتا اور عمل کرتا ہے وہ اُس وقت تک موت کا مزہ نہیں چکھے گا جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آیا ہُوا دیکھ نہ لے۔

تیئیسواں باب

یِسُوع کی عظمت

(مرقس ۹:۲-۱۳)

کبھی کبھی ہمارے لئے سچائی کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات ہم کِسی چیز کے لئے پہلے سے ہی سوچ لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہو گا جس کی وجہ سے ہماری توجہ حقائق و سچائی سے ہٹ جاتی ہے، اور کبھی کبھی ہم نہایت اہم معلومات یا علم سے محروم رہتے ہیں جس کو جاننے سے ہماری منفی سوچ میں تبدیلی آ سکتی ہے۔ مگر سب سے ضروری بات یہ کہ ہم بھول جاتے ہیں کہ دُنیا میں مال و دولت اور شان و شوکت کے پیچھے بھاگنا ہی سب کچھ نہیں۔ ایسی رُوحانی اور اِلٰہی حدود بھی ہیں جن میں رہتے ہوئے ہمیں اپنے ہر فعل کا جواب دینا ہے۔ ذہن میں رہے کہ رُوحانی طاقتیں مسلسل اپنا کام کر رہی ہیں۔ یہ الگ بات کہ ہم اُن کو دیکھ نہیں سکتے کیونکہ وہ ہماری سمجھ و فہم اور عقل وادراک سے باہر ہیں۔

مرقس کی اِلہامی اِنجیل میں خدا کا پیارا بندہ مرقس لکھتا ہے کہ کیسے مسیح کے کچھ شاگردوں کو ایک نایاب موقع مِلا کہ وہ اِلٰہی عجائب و سچائی کی ایک جھلک دُنیاوی سمجھ و فہم اور عقل وادراک کی ساری حدیں پھلانگ کر دیکھ سکیں۔ ۹ باب کی ۲ سے ۸ آیت میں وہ لکھتا ہے، ''چھ دِن بعد یسوع نے پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو ہمراہ لیا اور اُن کو الگ ایک اُونچے پہاڑ پر تنہائی میں لے گیا اور اُن

کے سامنے اُس کی صورت بدل گئی، اور اُس کی پوشاک ایسی نورانی اور نہایت سفید ہو گئی کہ دُنیا میں کوئی دھوبی ویسی سفید نہیں کر سکتا۔ اور ایلیاہ، موسیٰ کے ساتھ اُن کو دِکھائی دیا اور وہ یسوع سے باتیں کرتے تھے۔ پطرس نے یسوع سے کہا، ربی! ہمارا یہاں رہنا اچھا ہے۔ پس ہم تین ڈیرے بنائیں، ایک تیرے لئے، ایک موسیٰ کے لئے، ایک ایلیاہ کے لئے۔ کیونکہ وہ جانتا نہ تھا کہ کیا کہے اِس لئے کہ وہ بہت ڈر گئے تھے۔ پھر ایک بادل نے اُن پر سایہ کر لیا اور اُس بادل میں سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے، اِس کی سُنو۔ اور اُنہوں نے یکایک جو چاروں طرف نظر کی تو یسوع کے سِوا اَور کِسی کو اپنے ساتھ نہ دیکھا۔'' (مرقس۹:۲-۸)

اِس واقعہ کے کچھ ہی دیر پہلے پطرس نے دعوے سے کہا تھا کہ یسوع ہی مسیح ہے، یعنی وہ جس کو خدائے واحد نے بنی نوع اِنسان کے ساتھ اپنا ٹوٹا ہُوا رشتہ بحال کرنے کے لئے چُنا۔ پطرس، یعقوب اور یوحنا کو ڈرامائی انداز میں ثبوت مِلا کہ پطرس کا دعویٰ بالکل سچا ہے کہ مسیح واقعی خدا کا چُنا ہُوا ہے۔

نہ صرف مسیح کی صورت بدل گئی بلکہ اُس کی پوشاک بھی نُورانی اور سفید ہو گئی کہ کوئی دھوبی بھی ایسی سفید نہ کر سکتا تھا۔ لوقا کی اِلہامی اِنجیل میں اِسی بارے میں لکھا ہے کہ ''...اُس کی پوشاک سفید براق ہو گئی۔'' (لوقا۹:۲۹) سوال یہ ہے کہ اِس واقعہ کی اہمیت کیا تھی؟ اِس سے پہلے مسیح نے اپنے شاگردوں کو بتایا تھا کہ وہ اپنے باپ یعنی خدا کے جلال میں پاک فرشتوں کے ساتھ آئے گا (مرقس۸:۳۸) اِس میں کوئی شک نہیں کہ جو پطرس رسول، یعقوب رسول اور

یوحنا رسول نے دیکھا وہ اِسی جلال کی ایک جھلک تھی۔ کچھ دیر کے لئے اُن کو یہ شرف حاصل ہُوا کہ مسیح کو اپنے اُسی رُوپ یعنی جاہ و جلال میں دیکھیں جو دُنیا میں آنے سے پیشتر آسمان پر خدا کے ساتھ تھا، جِسے اُس نے ہم گناہگاروں کی خاطر اِنسانی شکل میں مجسم ہو کر چھوڑ دیا۔ بہت سال بعد پطرس رسول نے خدا کے رُوح کی تحریک سے معمور ہو کر لکھا، ''...جب ہم نے تمہیں اپنے خداوند یسوع مسیح کی قدرت اور آمد سے واقف کِیا تھا تو دغابازی کی گھڑی ہوئی کہانیوں کی پیروی نہیں کی تھی بلکہ خود اُس کی عظمت کو دیکھا تھا۔'' (۲-پطرس۱:۱۶)

پہاڑ پر شاگردوں نے صرف مسیح کا جاہ و جلال ہی نہیں دیکھا بلکہ اُنہوں نے موسیٰ اور ایلیاہ کو بھی دیکھا جو نورانی پوشاک پہنے اپنے خداوند سے باتیں کر رہے تھے۔ مرقس ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ اُن کی بات چیت کا موضوع کیا تھا۔ مگر لوقا اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے کہ وہ مسیح کے جانے یعنی اِنتقال کا ذِکر کر رہے تھے جو یروشلیم میں ہونا تھا۔ پاک کلام میں دوسرے مقامات پر لفظ اِنتقال، موت کے لئے اِستعمال کِیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہی لفظ بنی اِسرائیل کے لئے بھی اِستعمال ہُوا ہے جب اُنہوں نے مِصر سے خُروج کِیا۔ جس طرح خدا نے بنی اِسرائیل کی بحرِ قُلزم میں رہنمائی کی تاکہ فرعون کی غلامی سے نجات پائیں، اُسی طرح مسیح کی یروشلیم میں موت کے وسیلہ سے گناہ کی غلامی میں جکڑے ہوئے گناہ کی غلامی سے ہمیشہ کے لئے نجات پائیں گے۔

اَب سوال یہ ہے کہ صرف موسیٰ اور ایلیاہ ہی کیوں پہاڑ پر مسیح کے ساتھ تھے ؟ شائد اِس لئے کہ موسیٰ ہی تھا جس کے ذریعہ خدا نے اپنی شریعت بنی اِسرائیل کو

دی۔ موسوی قانون کے تحت ہی خدا نے بنی اِسرائیل کے ساتھ عہد کا رشتہ باندھا۔ اگر وہ شریعت کے مطابق خدا کی توقعات پر پورے اُترتے تو ہمیشہ کی زندگی پاتے۔ مگر بدقسمتی سے کوئی بھی خدا کے معیار تک پورا نہیں اُتر سکا۔ گناہ کی سزا موت ہے، اور یہ خدا سے ابدی و مُستقل جُدائی ہے۔ اگرچہ گناہ کے عوض شریعت نے قربانیاں تو گذرانیں مگر یہ گناہ سے نجات کے لئے کافی نہیں تھیں۔ پاک کلام میں لکھا ہے، ”... ممکن نہیں کہ بیلوں اور بکروں کا خون گناہوں کو دُور کرے۔ اِسی لئے وہ دُنیا میں آتے وقت کہتا ہے کہ تُونے قربانی اور نذر کو پسند نہ کِیا۔ بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کِیا۔ پوری سُوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تُو خوش نہ ہُوا۔ اُس وقت مَیں نے کہا کہ دیکھ! مَیں آیا ہوں، (کتابِ کے ورقوں میں میری نسبت لکھا ہُوا ہے) تا کہ اَے خدا! تیری مرضی پوری کروں۔“(عبرانیوں۱۰:۴۔۷)

بہت سے یہودی ایلیاہ کو موسیٰ کے بعد ایک عظیم نبی سمجھتے تھے، اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح وہ آتشی رتھ پر آسمان پر اُٹھا لیا گیا، ایک بہت ہی عجیب اور حیرت انگیز بات ہے (۲۔سلاطین ۲:۱۱) ایلیاہ کے بارے میں ملاکی نبی پیشین گوئی کرتے ہوئے کہتا ہے، ”دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دِن کے آنے سے پیشتر مَیں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا۔“ (ملاکی ۴:۵۔۶) اِن تمام باتوں کی روشنی میں موسیٰ نبی اور ایلیاہ نبی نے پہاڑ پر مسیح کو حوصلہ دیا کہ وہ خدا کے عظیم کام کو پورا کرے۔ ایسا کرنے سے اُن کی نجات کا اِنحصار بھی اُسی پر تھا۔

اِن سب باتوں کی روشنی میں شاگردوں کا خوف زدہ ہونا قدرتی اَمر تھا۔ اکثر لوگ خوف زدہ صورتِ حال میں بولنے لگتے ہیں تاکہ اپنا ڈر ختم کریں۔ اِسی طرح پطرس رسول نے بھی اپنے خوف کو کم کرنے کے لئے بولنا شروع کر دیا جب اُس نے مشورہ دیا کہ پہاڑ پر تین ڈیرے بنائے جائیں ایک مسیح کے لئے، دوسرا موسیٰ کے لئے اور تیسرا ایلیاہ کے لئے۔ شائد وہ بنی اِسرائیل کے کیمپ کے باہر اُسی ملاقاتی خیمہ کے بارے میں سوچ رہا تھا جہاں موسیٰ خدا سے ملتا تھا۔ وہ نہ جانے کِن سوچوں میں گُم تھا کہ اچانک ایک بادل نے اُن پر سایہ کر لیا اور اُس بادل میں سے آواز نے پطرس کو خاموش کر دیا کہ بولنا بند کرو اور سُنو۔ اِس میں اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ پطرس اور دوسرے ساتھیوں کو خدا کے پیارے بیٹے مسیح کی سُننا تھا۔ اِس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مسیح کا پیغام موسیٰ اور ایلیاہ سے کہیں عظیم تر ہے۔ اگرچہ دونوں خدا کے عظیم بندے تھے اور خدا کی طرف سے بولتے تھے مگر مسیح اُن سے نہایت افضل، اعلیٰ اور عظیم ہے۔ کیا ہم مسیح کی تعلیم و کلام کو سُنتے ہیں؟

اگرچہ خدا نے بڑی وضاحت و صفائی سے مسیح کی تصدیق و تائید کی، مگر یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ دُنیا کو بتایا جائے کہ کیا ہُوا تھا۔ آیت ۹ سے ۱۳ میں مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے، ”جب وہ پہاڑ سے اُترتے تھے تو اُس نے اُن کو حکم دیا کہ جب تک ابنِ آدم مُردوں میں سے جی نہ اُٹھے جو کچھ تم نے دیکھا ہے کِسی سے نہ کہنا۔ اُنہوں نے اِس کلام کو یاد رکھا اور وہ آپس میں بحث کرتے تھے کہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے کیا معنی ہیں؟ پھر اُنہوں نے اُس سے یہ

پوچھا کہ فقیہ کیونکر کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضرور ہے؟
اُس نے اُن سے کہا کہ ایلیاہ البتہ پہلے آ کر سب کچھ بحال کرے گا مگر کیا وجہ ہے کہ ابنِ آدم کے حق میں لکھا ہے کہ وہ بہت سے دُکھ اُٹھائے گا اور حقیر کِیا جائے گا؟ لیکن مَیں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آ چُکا اور جیسا اُس کے حق میں لکھا ہے اُنہوں نے جو کچھ چاہا اُس کے ساتھ کِیا۔'' (مرقس ۹:۹-۱۳)

اگرچہ پطرس، یعقوب اور یُوحنا، مسیح کے جاہ و جلال اور حشمت و عظمت کے چشم دیدہ گواہ تھے مگر وہ پھر بھی اُس کے زمین پر آنے کے مقصد کو نہ سمجھ پائے۔ اُن کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ مسیح کو صلیب پر اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کرنا ہے تا کہ گناہگاروں کو زندگی دے۔ اِسی لئے وہ بحث کرتے رہے کہ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا مطلب کیا ہے؟ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ خدا کا مسیح تکلیف اُٹھائے اور مر جائے۔ اُن کے اِس غلط تصور کے جواب میں مسیح نے واضح کِیا کہ اُس کا دُکھ تکلیف اُٹھانا، اُس کے بارے میں کی گئی پیشین گوئیوں کی تکمیل ہے۔ شاگردوں کو مسیح کے پیش رو یعنی پہلے آنے والے کے بارے میں بھی غلط فہمی تھی۔ اگر ہم تمثیلی طور پر دیکھیں تو یُوحنا اِصطباغی، ایلیاہ تھا جو مسیح سے پہلے آئے گا۔ یُوحنا نے نہ صرف مسیح کے لئے راہ تیار کی بلکہ اُس کا دُکھ تکلیف سہنا بھی اِس طرف اِشارہ تھا کہ مسیح بھی اِسی طرح ظلم و اِذیت سہیں گے۔

چوبیسواں باب

اگر تُو کرسکتا ہے!

(مرقس۹: ۱۴-۳۲)

خدا ہماری اِلتجا کیوں نہیں سُنتا جبکہ وہ فائدے اور بھلائی کے لئے ہی ہے؟ ایک وجہ یہ ہے کہ ہم اُس کی ہماری درخواست پوری کرنے کی قابلیت پر شک کرتے ہیں۔

اِسی طرح ایسا کیوں ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہماری خدا کی خدمت کرنے کی کوشِش و کاوش پُراثر نہیں ہوتی؟ کہیں ایسا تو نہیں ہم وہ نہیں کر رہے جو کامیابی کے لئے ضروری ہوتا ہے؟ مرقس کی اِلہامی اِنجیل میں خدا کا پیارا بندہ مرقس اِنہی باتوں کو سمجھانے کے لئے ایک واقعہ کا بیان کرتا ہے۔ مسیح یسوع اپنے تین شاگردوں کو لے کر پہاڑ پر گئے جہاں اُن کے سامنے اُس کی صورت بدل گئی اور اُنہوں نے اپنے اُستاد و خداوند کا آسمانی جلال دیکھا۔ ۹ باب کی ۱۴ سے ۲۹ آیت میں مرقس بتاتا ہے کہ جب وہ پہاڑ سے اُترے تو کیا ہُوا، ''اور جب وہ شاگردوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ اُن کی چاروں طرف بڑی بھیڑ ہے اور فقِیہ اُن سے بحث کر رہے ہیں۔ اور فی الفَور ساری بھیڑ اُسے دیکھ کر نہایت حیران ہوئی اور اُس کی طرف دوڑ کر اُسے سلام کرنے لگی۔ اُس نے اُن سے پوچھا تم اِن سے کیا بحث کرتے ہو؟ اور بھیڑ میں سے ایک نے اُسے جواب دیا کہ اَے

اُستاد مَیں اپنے بیٹے کو جس میں گونگی رُوح ہے تیرے پاس لایا تھا۔ وہ جہاں اُسے پکڑتی ہے پٹک دیتی ہے اور وہ کف بھر لاتا اور دانت پیستا اور سُوکھتا جاتا ہے۔ اور مَیں نے تیرے شاگردوں سے کہا تھا کہ وہ اُسے نکال دیں مگر وہ نہ نکال سکے۔ اُس نے جواب میں اُن سے کہا، اَے بے اِعتقاد قوم مَیں کب تک تمہارے ساتھ رہوں گا؟ کب تک تمہاری برداشت کروں گا؟ اُسے میرے پاس لاؤ۔ پس وہ اُسے اُس کے پاس لائے اور جب اُس نے اُسے دیکھا تو فی الفُور رُوح نے اُسے مرُوڑا اور وہ زمین پر گِرا اور کف بھر لا کر لوٹنے لگا۔ اُس نے اُس کے باپ سے پوچھا، یہ اِس کو کِتنی مُدت سے ہے؟ اُس نے کہا، بچپن سے، اور اُس نے اکثر اُسے آگ میں اور اکثر پانی میں ڈالا تاکہ اُسے ہلاک کرے لیکن اگر تُو کچھ کر سکتا ہے تو ہم پر ترس کھا کر ہماری مدد کر۔ یسوع نے اُس سے کہا، کیا! اگر تُو کر سکتا ہے! جو اِعتقاد رکھتا ہے اُس کے لئے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اُس لڑکے کے باپ نے فی لفُور چِلا کر کہا، مَیں اِعتقاد رکھتا ہوں، تُو میری بےاِعتقادی کا علاج کر۔ جب یسوع نے دیکھا کہ لوگ دوڑ دوڑ کر جمع ہو رہے ہیں تو اُس ناپاک رُوح کو جِھڑک کر اُس سے کہا، اَے گونگی بہری رُوح! مَیں تجھے حکم کرتا ہوں اِس میں سے نکل آ اور اِس میں پھر کبھی داخل نہ ہو۔ وہ چِلا کر اور اُسے بہت مرُوڑ کر نکل آئی اور وہ مُردہ سا ہو گیا ایسا کہ اکثروں نے کہا کہ وہ مر گیا۔ مگر یسوع نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُٹھایا اور وہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ جب وہ گھر میں آیا تو اُس کے شاگردوں نے تنہائی میں اُس سے پوچھا کہ ہم اُسے کیوں نہ نکال سکے؟ اُس نے اُن سے کہا کہ یہ قِسم دُعا کے

سِوا کِسی اَور طرح نہیں نکل سکتی۔‘‘ (مرقس ۹: ۱۴-۲۹)

مرقس ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ کِس بات پر بحث ہو رہی تھی اور بھیڑ مسیح کو دیکھ کر حیران کیوں ہوئی۔ شائد اِس لئے مسیح کی وہاں موجودگی ہی بحث کے خاتمہ کے لئے کافی تھی۔ وجہ کچھ بھی تھی، یہ بات بالکل واضح ہے کہ صورتِ حال مکمل طور پر مسیح کے اِختیار و کنٹرول میں تھی۔ جب مسیح نے پوچھا کہ بحث کیوں ہو رہی ہے تو بھیڑ میں سے ایک شخص نے اُسے جواب دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو شِفا کے لئے لایا ہے جس میں بدرُوحیں ہیں۔ لگتا ہے کہ وہاں بدرُوحوں اور اُن سے شِفا پانے کے لئے ہی بحث چل رہی تھی۔ خیر جب مسیح شِفا دینے کے لئے وہاں نہیں تھے تو اُس آدمی نے شاگردوں سے کہا کہ وہ شیطانی رُوحوں کو اُس کے بیٹے میں سے نکال دیں۔ شاگرد یہ سمجھ رہے تھے کہ اُن کے لئے بدرُوحوں کو نکالنا کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ مرقس پہلے ہی لکھ چکا تھا کہ اُن کو چُننے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ بدرُوحوں کو نکال سکیں (مرقس ۳: ۱۴-۱۵)۔ مسیح نے اپنے شاگردوں کو نہ صرف بدرُوحیں نکالنے کا اِختیار بخشا بلکہ اُنہوں نے گلیل میں تبلیغ کے دوران ایسا کر کے بھی دِکھایا (مرقس ۶: ۱۲-۱۳)۔ لہذا اُنہیں پورا یقین تھا کہ وہ اِس شخص کے بیٹے میں سے بھی بدرُوحوں کو نکال دیں گے۔

مگر وہ بھول گئے کہ اِختیار ہونے اور کام کو سَر انجام دینے کے لئے وسائل کا ہونا ہی کافی نہیں۔ وہ اُسے شِفا دینے میں ناکام رہے۔ مسیح یہ سُن کر بہت مایوس ہوئے کہ شاگرد اُس شخص کے بیٹے کو شِفا نہیں دے سکے۔ وہ اُن کی رُوحانی کمزوری دیکھتے دیکھتے تھک گئے تھے، اِسی لئے اُنہوں نے کہا کہ اِن کی ناکامی

کی وجہ اِن کا کمزور اِیمان ہے۔

شاگردوں کے اِیمان کی کمزوری ہمارے لئے بھی ایک سبق ہے۔ کئی سال بعد پطرس رسول نے خدا کے رُوح کی تحریک سے لکھا، ''...اُس کی اِلٰہی قدرت نے وہ سب چیزیں جو زندگی اور دینداری سے متعلق ہیں ہمیں اُس کی پہچان کے وسیلہ سے عنایت کِیں جس نے ہم کو اپنے خاص جلال اور نیکی کے ذریعہ سے بُلایا۔'' (۲۔پطرس۱:۳) پاک کلام کے اِس حوالہ کی روشنی میں جب ہم رُوحانی ناکامی کا سامنے کرتے ہیں تو اِس کا سبب یہ نہیں کہ مسیح نے ہمیں ہر چیز مُہیا نہیں کی بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے شاگردوں کی طرح عطا کردہ وسائل کو اِستعمال ہی نہیں کِیا۔

بدرُوح میں جکڑے ہوئے لڑکے کے باپ نے مسیح سے مِنت کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ کچھ کر سکتا ہے تو کرے۔ خواہ کچھ بھی کہیں اُس شخص کی نیت صاف تھی۔ ممکن ہے وہ شک میں ہو کہ مسیح بھی اُس کے بیٹے کو شِفا دے سکتا ہے یا نہیں۔ مگر جب مسیح نے اُسے کہا کہ جو اِیمان رکھتے ہیں وہ ہر ناممکن کام کر سکتے ہیں، اُس شخص نے اپنے ڈگمگاتے ہوئے اِیمان کا اِقرار کِیا۔ اور اِس سے اہم بات یہ کہ اُس نے مسیح سے اِلتجا کی کہ اُس کی مدد کرے کہ وہ اپنے اِیمان کی کمزوری سے چُھٹکارا پائے۔

مسیح کی ایک خوبصورت بات یہ بھی ہے وہ کِسی کی مدد کرنے سے پہلے یہ شرط عائد نہیں کرتے تھے کہ مانگنے والا سِیرت و کردار میں ہر لحاظ سے بہترین و مکمل ہو۔ وہ ہماری کمزوریوں کو جانتا ہے، اور کمزوریوں ہی میں ہماری مدد کرنا چاہتا

ہے بشرطیکہ ہم اپنے رویہ میں ایماندار ہوں۔ پاک کلام میں لکھا ہے، "...ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے بلکہ وہ سب باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تَو بھی بے گناہ رہا۔ پس آؤ ہم فضل کے تخت کے پاس دلیری سے چلیں تاکہ ہم پر رحم ہو اور وہ فضل حاصل کریں جو ضرورت کے وقت ہماری مدد کرے۔" (عبرانیوں ۴:۱۵-۱۶)

مسیح نے جب اُس لڑکے سے بدرُوحوں کو نکالا تو دیکھنے والے یہ سمجھے کہ وہ مر گیا ہے۔ مگر ظاہری حالت اکثر دُھوکا دیتی ہے۔ مسیح جب بھی کِسی کو شفا دیتے تو وہ مکمل شفا ہوتی ہے۔ اُس نے بیمار لڑکے کو ہاتھ سے پکڑ کر اُٹھایا وہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اِس حوالہ میں مرقس ایک طرح سے بہت بڑے واقعہ کی طرف اِشارہ کرتا ہے کہ مسیح خود مُردوں میں سے جی اُٹھے۔ لہذا اُن کے وسیلہ سے سب لوگ خواہ وہ کہیں بھی کیوں ہوں موت پر فتح پائیں گے۔

اِس کے بعد شاگردوں نے مسیح سے پوچھا کہ ہم اِس بدرُوح کو کیوں نہ نکال سکے؟ تو اُس نے اُن سے کہا کہ یہ قِسم صرف دُعا ہی سے نکل سکتی ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ شاگردوں نے دُعا پر زیادہ توجہ نہیں دی جس کی وجہ سے اُن کے اندر بے اِعتقادی پیدا ہو گئی۔ شائد وہ اِس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ بیماروں کو شفا دینے کی طاقت و قدرت اُنہیں ورثہ میں مِلی لہذا خدا سے مدد مانگنے کی ضرورت نہیں۔ شائد وہ شفا دینے کے مقصد کو ہی بھول گئے کہ مسیح کا پیغام و کلام جو اُنہیں لوگوں تک پھیلانے کو مِلا مُستند و ٹھوس ٹھہرے۔

اگرچہ مسیح شاگردوں کے بار بار اِیمان کی کمزوری اور ناسمجھی سے خاصے پریشان

تھے، مگر پھر بھی اُنہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ اُنہیں مُسلسل سِکھاتے اور سمجھاتے رہے۔ آیت ۳۰ سے ۳۲ میں مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے، ''پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور گلیل سے ہو کر گذرے اور وہ نہ چاہتا تھا کہ کوئی جانے، اِس لئے کہ وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا اور اُن سے کہتا تھا کہ ابنِ آدم آدمیوں کے حوالہ کِیا جائے گا، اور وہ اُسے قتل کریں گے اور وہ قتل ہونے کے تین دِن بعد جی اُٹھے گا۔ لیکن وہ اِس بات کو سمجھتے نہ تھے اور اُس سے پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے۔'' (مرقس ۹:۳۰-۳۲)

یہ دوسرا موقع تھا کہ مسیح نے شاگردوں کو اپنی موت کے بارے میں بتایا، مگر وہ اِسے بالکل سمجھ نہ سکے۔ بجائے سوال کر کے وضاحت طلب کرتے وہ آپس میں بحث کرنے لگے کہ اُن میں سے اول یعنی بڑا کون ہے؟

پچّیسواں باب

بڑا کون ہے؟

(مرقس۹: ۳۳-۵۰)

اکثر لوگ اپنی پہچان اور اپنے عہدے کو نمایاں کرنے کے لئے بے چین و بے قرار رہتے ہیں بلکہ اپنی نمود و نمائش کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ہم جہاں جائیں، جہاں بیٹھیں ہمارا اول مقام ہو۔ ہر وقت اپنی اہمیت جتانے کے چکر میں پڑے رہتے ہیں، اور اِسی خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ ہم دوسروں سے بہت ہی بہتر ہیں۔ یہی حال مسیح کے شاگردوں کا بھی تھا۔ وہ بھی اپنے آپ کو اول اور بڑا بنانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔

مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی ۳۳ سے ۳۷ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، "پھر وہ کفرنحُوم میں آئے اور جب وہ گھر میں تھا تو اُس نے اُن سے پوچھا کہ تم راہ میں کیا بحث کرتے تھے؟ وہ چُپ رہے کیونکہ اُنہوں نے راہ میں ایک دوسرے سے یہ بحث کی تھی کہ بڑا کون ہے؟ پھر اُس نے بیٹھ کر اُن بارہ کو بُلایا اور اُن سے کہا کہ اگر کوئی اول ہونا چاہے تو وہ سب میں پچھلا اور سب کا خادم بنے۔ اور ایک بچے کو لے کر اُن کے بِیچ میں کھڑا کِیا۔ پھر اُسے گود میں لے کر اُن سے کہا، جو کوئی میرے نام پر ایسے بچوں میں سے ایک کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو کوئی مجھے قبول

کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ اُسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے۔'' (مرقس ۹:۳۳-۳۷)

جب مسیح نے پوچھا کہ تم کیا بحث کرتے تھے تو شاگرد خاموش کیوں رہے؟ شائد وہ ڈر رہے تھے کہ مسیح اُنہیں نہیں چُنے گا اگر وہ اُسے کہیں کہ اول و بڑا ہونے کا معاملہ طے کر۔ یا شائد وہ شرمندگی اور ندامت محسوس کر رہے تھے۔ شائد اُنہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ مسیح اُن کی خود غرضی پر مبنی دُنیاوی خواہشات سے خوش نہیں ہو گا۔ اگرچہ وہ خاموش رہے مگر مسیح اُن کے اندر چھپی ہوئی دُنیاوی خواہش کو جانتا تھا۔ اِسی لئے اُس نے اول اور بڑا ہونے کا اُصول اُن کے سامنے پیش کِیا۔ ایک اِنسان کی دوسرے اِنسان کے لئے خدمت ہے جو اُسے بڑا بناتی ہے۔ جِتنا زیادہ وہ دوسروں کی خدمت کرے گا، اُتنا ہی بڑا بنتا جائے گا۔ خدمت اور بڑا بننے کا یہ اُصول دُنیا کی تعلیم کے بالکل برعکس ہے۔ دُنیا یہ سمجھتی ہے کہ اول اور بڑا بننے کے لئے ضروری ہے کہ دوسروں کو گرایا جائے۔ دُنیاوی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جِتنے زیادہ اُن کی خدمت کریں گے اُتنا ہی اُن کا نام ہو گا۔ ممکن ہے یہ سوچ دُنیاوی معاشرے میں چلتی ہو مگر خدا کی بادشاہی میں اِس کی کوئی جگہ نہیں۔ خدا کے ہاں اول اور بڑا ہونے کا معیار یہ ہے کہ کوئی شخص کِتنے لوگوں کی کِتنی اچھی خدمت کرتا ہے۔

مسیح نے ایک بچے کو اپنی گود میں لے کر اپنے نکتۂ نظر کی وضاحت کی۔ جو اِنسان بڑا ہوتا ہے وہ دُنیا کی نظر میں غیر ضروری اور غیر اہم لوگوں پر توجہ دیتا ہے یعنی اُن کی خدمت کرتا ہے۔ اگر ہم مسیح کے شاگرد ہیں تو ہمیں بھی اُن پر

توجہ دینی چاہیے جن پر مسیح کی توجہ ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں پر مسیح توجہ دیتا ہے، اُنہی پر خدا کی نظر رہتی ہے۔ دُنیا کی نظر میں غیر ضروری اور غیر اہم لوگوں کو مسیح کے نام پر قبول کر کے، اُن پر توجہ دے کے اور اُن کی خدمت کر کے، درحقیقت ہم اُن پر نہ صرف مسیح کی محبت بلکہ خدا کی محبت کے پھول بھی نچھاور کرتے ہیں۔

ایک اَور راستہ بھی ہے جس پر چل کر لوگ اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا بناتے ہیں۔ بائبل مُقدس میں مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی ۳۸ سے ۵۰ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس لکھتا ہے، ''یُوحنا نے اُس سے کہا، اَے اُستاد، ہم نے ایک شخص کو تیرے نام سے بدرُوحوں کو نکالتے دیکھا اور ہم اُسے منع کرنے لگے کیونکہ وہ ہماری پیروی نہیں کرتا تھا۔ لیکن یسوع نے کہا، اُسے منع نہ کرنا کیونکہ ایسا کوئی نہیں جو میرے نام سے معجزہ دِکھائے اور مجھے جلد بُرا کہہ سکے۔ کیونکہ جو ہمارے خلاف نہیں وہ ہماری طرف ہے۔ اور جو کوئی ایک پیالہ پانی تم کو اِس لئے پلائے کہ تم مسیح کے ہو، مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اَجر ہرگز نہ کھوئے گا۔ اور جو کوئی اِن چھوٹوں میں سے جو مجھ پر اِیمان لائے ہیں کِسی کو ٹھوکر کِھلائے اُس کے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک بڑی چکی کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جائے اور وہ سمندر میں پھینک دیا جائے۔ اور اگر تیرا ہاتھ تجھے ٹھوکر کِھلائے تو اُسے کاٹ ڈال۔ ٹنڈا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے اِس سے بہتر ہے کہ دو ہاتھ ہوتے جہنم کے بیچ اُس آگ میں جائے جو کبھی بُجھنے کی نہیں [جہاں اُن کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بُجھتی]۔ اور اگر تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر

کِھلائے تو اُسے کاٹ ڈال۔ لنگڑا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے اِس سے بہتر ہے کہ دو پاؤں ہوتے جہنم میں ڈالا جائے [جہاں اُن کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بُجھتی]۔اور اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کِھلائے تو اُسے نکال ڈال۔ کانا ہو کر خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا تیرے لئے اِس سے بہتر ہے کہ دو آنکھیں ہوتے جہنم میں ڈالا جائے، جہاں اُن کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بُجھتی۔ کیونکہ ہر شخص آگ سے نمکین کِیا جائے گا [اور ہر ایک قربانی نمک سے نمکین کی جائے گی]۔ نمک اچھا ہے لیکن اگر نمک کی نمکینی جاتی رہے تو اُس کو کِس چیز سے مزہ دار کرو گے؟ اپنے میں نمک رکھو اور ایک دوسرے کے ساتھ میل مِلاپ سے رہو۔"(مرقس ۹:۳۸۔۵۰)

اِس واقعہ میں شاگردوں نے ایک بُنیادی غلطی کی ہے۔ اپنے غرور و تکبر سے کام لیتے ہوئے وہ سمجھے کہ کیونکہ مسیح نے اُنہیں چُن لیا ہے لہذا وہ اُن تمام لوگوں سے اعلیٰ و اول ہیں جنہوں نے مسیح کی پیروی کی۔ وہ بھول گئے کہ مسیح اُن کا مالک و خداوند ہے لہذا یہ اُس کی ذمہ داری ہے کہ کِس سے کیسے کام لے۔ شاگردوں کا یہ کام نہیں کہ وہ دوسروں سے کہیں کہ وہ مسیح کے نام پر خدمت نہیں کر سکتے۔ سوال یہ ہے کہ کہیں ہم بھی شاگردوں کی طرح مسیح کے کام میں رکاوٹ کا باعث تو نہیں؟

مسیح نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے شاگردوں سے کہا خدمت کیسی بھی کیوں نہ ہو اگر دِل و جان سے کی جائے تو اُس کی اپنی ایک پہچان اور اہمیت ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ظاہری طور پر نمایاں اور شان والے کام کرنے میں ہی بڑا

نام ہوتا ہے، کیونکہ ایسے نام نہاد بڑے بڑے کام کرنے سے ہماری عزت و قدر بڑھے گی۔ مگر مسیح کے نام پر پانی کا ایک پیالہ پلانے پر بھی اَجر مِلے گا۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم بڑے نام اور پہچان کی پرواہ کِئے بغیر مسیح کی خاطر چھوٹے چھوٹے کام کرنے کو تیار ہیں؟

آیئے اَب دیکھتے ہیں کہ اِن باتوں کا ایک عام آدمی پر کیا اثر پڑے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہم جو کہتے اور کرتے ہیں اُس کا ہمارے اِرد گرد کے ماحول پر اثر ضرور پڑتا ہے۔ شاگرد نہیں جانتے تھے کہ اُن کی اِس دُنیاوی خواہش کا کہ کون اول ہے اور کون بڑا، دوسروں پر کیا اثر پڑے گا۔ اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کوئی معصوم بچہ بڑا اور اول بننے کے چکر میں گناہ کا مُرتکب بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں لالچ و ہَوس سے حاصل کِئے ہوئے بڑے رُتبہ اور عہدہ کے جو دوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہو، زیادہ بہتر ہے کہ ایسے شخص کو چکی کا پاٹ گلے میں لٹکا کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔ ذرا سوچیئے کہ کیا اہم اور ضروری ہے، دُنیاوی عہدہ و رُتبہ یا خدا کی بادشاہی میں جگہ؟ ہمیں چاہیے کہ خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے کوئی بھی قیمت ادا کرنے کو ہر وقت تیار رہیں، یہاں تک کہ اگر ضروری ہو تو ہمارے بدن کا کوئی بھی حصہ جو ہمیں گناہ سے بچائے رکھے۔ بہتر ہے کہ ہم بغیر ہاتھ پاؤں یعنی اپاہج ہو کر خدا کی بادشاہی میں داخل ہوں نا کے پورے بدن کے ساتھ نہ بجھنے والی جہنم کی آگ میں پھینکے جائیں۔ اگر ہم خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے اپنے بدن کے کِسی حِصہ سے محروم ہونے کے لئے تیار ہوں گے تو اِس سے بڑھ کر اَور کیا

کر سکتے ہیں؟ خدا کی بادشاہی پانے کے لئے عہدے اور مرتبے کی پھر کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

اپنے اِس اہم نکتے کی اَور زیادہ وضاحت و تشریح کے لئے مسیح یسوع، خدا کو درکار موسوی شریعت میں قربانیوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ خدا نے لوگوں کو ہدایت دی کہ ''... تُو اپنی نذر کی قربانی کے ہر چڑھاوے کو نمکین بنانا اور اپنی کِسی نذر کی قربانی کو اپنے خدا کے عہد کے نمک بغیر نہ رہنے دینا۔ اپنے سب چڑھاووں کے ساتھ نمک بھی چڑھانا۔'' (احبار ۲:۱۳)

مسیح نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ ''ہر شخص آگ سے نمکین کِیا جائے گا۔'' اُن کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح قربانی کے ساتھ نمک ہوتا ہے اُسی طرح شاگردوں کو بھی دُکھوں، مُصیبتوں، اذیتوں اور مشقتوں سے گزرنا پڑے گا۔ بجائے اِس کے اپنے آپ کو اول اور بڑا بنانے کی کوشش کریں لازم ہے کہ وہ دوسروں کی بے لوث خدمت کریں۔ نمک اپنے اندر نمکینی رکھتا ہے اور کھانے کو مزے دار بناتا ہے، اور اگر نمک کی نمکینی جاتی رہے تو وہ کِسی بھی کام کا نہیں۔ اپنے آپ کو بڑا اور اول بنانے سے شاگرد اپنی نمکینی ضائع کر دیں گے۔ اِس لئے بہتر یہ ہے کہ کون بڑا، کون اول کی بحث چھوڑ کر وہ آپس میں امن و صلح سے رہیں۔

چھبّیسواں باب

سخت دِلی

(مرقس۱۰:۱-۱۶)

مسیح یسوع نے اپنا چرچا اور اپنی واہ واہ کروانے کی بجائے ہمیشہ دوسروں کی خدمت اور فائدے کو ترجیح دی۔ نہ صرف اُن کی اِلٰہی تعلیم بلکہ اُن کی اپنی زندگی بھی اُس زمانہ کے مذہبی لیڈروں کے لئے خطرہ تھی۔ اُن کی حلیمی، خدمت اور راستبازی نے نام نہاد مذہبی رہنماؤں کے ڈھول کا پول کھول دیا، اِسی لئے حسد کی آگ میں جل کر مذہب کے ٹھیکیداروں نے مسیح پر اِلزام تراشی اور بدنام کرنے کی مہم شروع کر دی۔ مگر اُنہیں ہر موڑ پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ مسیح یسوع کے عجیب اور حیرت انگیز معجزات اُن کے زندہ کلام کی بھرپور عکاسی کرتے تھے کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔

مذہبی رہنما مسیح کے حق و سچائی پر مبنی الٰہی معجزات کا اِنکار نہیں کر سکتے تھے لہذا اُنہوں نے کِسی اَور طرح سے اُن کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۰ باب کی پہلی ۱۲ آیات میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ''پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر یہودیہ کی سرحدوں میں اور یردن کے پار آیا اور بھیڑ اُس کے پاس پھر جمع ہو گئی اور وہ دستُور کے مُوافق پھر اُن کو تعلیم دینے لگا۔ اور فریسیوں نے پاس آ کر اُسے آزمانے کے لئے اُس سے پوچھا، کیا یہ روا ہے کہ

مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ اُس نے اُن سے جواب میں کہا کہ مُوسیٰ نے تم کو کیا حکم دیا ہے؟ اُنہوں نے کہا، مُوسیٰ نے تو اِجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔ مگر یسوع نے اُن سے کہا کہ اُس نے تمہاری سخت دِلی کے سبب سے تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا۔ لیکن خِلقت کے شروع سے اُس نے اُنہیں مرد اور عورت بنایا۔ اِس لئے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا، اور وہ اور اُس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اِس لئے جِسے خدا نے جوڑا ہے اُسے آدمی جُدا نہ کرے۔ اور گھر میں شاگردوں نے اُس سے اِس کی بابت پھر پوچھا۔ اُس نے اُن سے کہا، جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اُس پہلی کے برخلاف زِنا کرتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زِنا کرتی ہے۔" (مرقس ۱۰:۱-۱۲)

یوں لگتا ہے کہ فریسیوں کا سوال حقیقت پر مبنی تھا کہ اُنہیں دینی معاملات میں معلومات چاہیے۔ مگر مرقس لکھتا ہے کہ یہ نام نہاد مذہبی رہنما دِل سے خدا کی مرضی نہیں جاننا چاہتے تھے بلکہ وہ ایسا سوال پوچھ کر مسیح کو پرکھ رہے تھے۔ اُن کی چال یہ تھی کہ مسیح، مُوسوی شریعت کے برخلاف کچھ کہیں تو وہ اُن پر اِلزام عائد کر دیں کہ اُس نے کفر بکا یا بدعت کی ہے۔ اور شائد اِس لئے بھی اُنہوں نے خاص طور پر یہ سوال پوچھا کہ جہاں یہ واقعہ پیش آیا وہ علاقہ ہیرودیس بادشاہ کی حکمرانی میں تھا۔ ہیرودیس پہلے ہی خدا کے پیارے بندے یُوحنا اِصطباغی کو قید میں ڈال کر قتل کرواچُکا تھا کیونکہ یُوحنا نے دعوے سے کہا

تھا کہ ہیرودیس کا اپنی بیوی کو طلاق دینا اور دوسری شادی کرنا ناجائز ہے۔ اگر مسیح بھی یُوحنا کی طرح اپنے دعوے پر قائم رہتا تو ہیرودیس اُسے بھی جیل میں بند کر دیتا۔

اگر مذہبی لیڈروں کا اِرادہ یہ تھا کہ مسیح کو مُوسوی شریعت کے برخلاف کچھ کہنے پر پکڑ لیں تو یقیناً اُن کو اپنی اِس چال میں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ مسیح، خدا کی طرف سے دُنیا میں آئے تھے اور اُنہوں نے وہی پیغام سُنایا جو خدا نے اُنہیں دیا تو یقینی بات تھی کہ وہ خدا کے پیغام کے برخلاف کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ اُنہوں نے وہی کہنا تھا جو پہلے سے خدا دے چُکا تھا۔

لہذا اِس سے پہلے کہ فریسی مسیح کو اپنے جال میں پھنساتے، وہ خود مسیح کے جال میں پھنس گئے۔ فریسی ایسے لوگوں کا ایک گروپ تھا جنہوں نے اپنے آپ کو مُوسوی شریعت کی نگہبانی و حفاظت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اگرچہ وہ شرعی قوانین کے ماہر اور عالم تھے، مگر مسیح نے طلاق کے بارے میں اُن کے سوال کو اُنہی کے سامنے رکھ کر پوچھا کہ مُوسیٰ نے طلاق کے بارے میں کیا حکم دیا ہے؟ یہاں ایک بہت ہی اہم اُصول ہے جس پر ہمیں غور کرنا ہے۔ اگر ہم پہلے سے جانتے ہیں کہ کِسی خاص موضوع پر خدا کا کلام کیا کہتا ہے تو ضرورت نہیں کہ کِسی سے اُس بارے میں سوال کریں، اور اگر پھر بھی پوچھتے ہیں تو ہمارے مقصد و اِرادے پر سوالیہ نشان آ جاتا ہے۔ یا تو ہم خدا کے احکامات کی حکم عدُولی اور نافرمانی کرنے کا کوئی بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں یا اُس شخص کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے سوال پوچھا گیا ہے۔

مسیح کو جواب دینے کے لئے فریسیوں کے پاس سِوائے موسوی شریعت کا حوالہ دینے کے کوئی اَور راستہ نہیں تھا کہ موسیٰ نے تو طلاق کی اِجازت دی ہے۔ مسیح جواب میں یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ''تم نے اپنے سوال کا خود ہی جواب دے دیا ہے،'' اور بحث وہیں ختم ہو جاتی۔ مگر اُنہوں نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ خدا نے موسیٰ کے ذریعہ طلاق کا حکم کِسی وجہ کے تحت دیا۔ اِس سے اُنہوں نے فریسیوں کو تھوڑا سا حوصلہ دیا کہ وہ اپنے اندر جھانک کر اپنے مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہاں، موسیٰ نے طلاق کی اِجازت دی، مگر یہ خدا کے اَزلی اِرادے میں شامل نہیں تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ مرد اور عورت شادی کے عہد میں تاحیات بندھے رہیں۔ شادی کے بعد شوہر اور بیوی دو نہیں بلکہ ایک جسم ہوتے ہیں۔ جبکہ خدا نے دونوں کو شادی کے عہد میں باندھا ہے لہٰذا کوئی آدمی اُنہیں جُدا نہ کرے۔ اِس سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ ہر وہ بات جو قانونی طور پر جائز ہے، ضابطۂ اخلاق میں شامل نہیں۔ خدا نے طلاق کی اِجازت اِس لئے نہیں دی کہ اُس کی خواہش تھی بلکہ آدمی کے دِل کی سختی کے سبب سے اِس حکم کو مُناسب سمجھا۔ اپنے شوہر یا اپنی بیوی کو طلاق دینے سے شادی کے عہد میں بندھے ہوئے جوڑے خدا کے عہد کو توڑتے ہیں۔

جب شاگردوں نے مسیح سے اُس کی تعلیم کی بابت پھر پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ طلاق دینا اور دوسری شادی رچانا ایسے ہی ہے جیسے زِنا کرنا۔ یقیناً اِس تعلیم کو وہ لوگ قبول نہیں کریں گے جن کے دِل سخت یا جو خود غرض ہیں۔

مسیح کے شاگردوں نے اپنے دِل کی سختی کا ایک اَور طرح سے مظاہرہ کِیا۔ آیت

۱۳ سے ۱۶ میں مرقس اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''پھر لوگ بچوں کو اُس کے پاس لانے لگے تاکہ وہ اُن کو چُھوئے مگر شاگردوں نے اُن کو جھڑکا۔ یسوع یہ دیکھ کر خفا ہُوا اور اُن سے کہا، بچوں کو میرے پاس آنے دو۔ اُن کو منع نہ کرو کیونکہ خدا کی بادشاہی اَیسوں ہی کی ہے۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی خدا کی بادشاہی کو بچے کی طرح قبول نہ کرے وہ اُس میں ہر گز داخل نہ ہو گا۔ پھر اُس نے اُنہیں اپنی گود میں لیا اور اُن پر ہاتھ رکھ کر اُن کو برکت دی۔'' (مرقس ۱۰:۱۳۔۱۶)

کچھ لوگ اپنے آپ کو بہت اُونچا اور اعلیٰ سمجھتے ہیں اور اُن کو حقیر جانتے ہیں جن کی معاشرے میں مالی حیثیت و عزت نہیں ہوتی۔ اِسی طرح شاگردوں کی نظر میں بچوں کا کوئی مقام و حیثیت نہیں تھی کہ وہ مسیح جیسی بڑی ہستی کے پاس آئیں۔ اگر شاگرد بچوں کو اِس لئے مسیح سے دُور رکھنا چاہتے تھے کہ اُس کے کام میں مداخلت نہ ہو تو اُن کی یہ حرکت خداوند یسوع کو پسند نہیں آئی۔ باب ۹ کی پہلی آیت میں مسیح دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آتا ہُوا دیکھیں گے۔ مگر یہاں شاگرد اُنہی لوگوں کو پیچھے دھکیل رہے تھے جو خدا کی بادشاہی میں شامل تھے۔

اَب سوال یہ ہے کہ مسیح نے کیوں کہا کہ خدا کی بادشاہی اَیسوں ہی کی ہے جو بچوں کی مانند ہیں؟ اِس لئے کہ بچے کِسی بھی بات اور تصور کو معصُومیت سے قبول کر لیتے ہیں۔ مذہبی رہنماؤں نے دینی تعلیم کو خوب سیکھا مگر پھر بھی اُنہوں نے مسیح کا اِنکار کِیا اور اُن کے کردار و سیرت پر شک کِیا۔ لوقا کی اِلہامی

اِنجیل میں لوقا اِسی واقعہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ مسیح نے بچوں کو اپنے پاس بُلایا (لوقا ۱۸:۱۶)۔ مذہبی لیڈروں کے برعکس جب مسیح نے بچوں کو اپنے پاس بُلایا تو اُنہوں نے اُسے قبول کِیا، اور اُس نے اُن کے سَر پر ہاتھ رکھ کر برکت دی۔

یہی اُصول آج ہم پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ ہم بادشاہ کا اِنکار کر کے اُس کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہم اُس کے پاس آئے بغیر اُس سے برکت نہیں پا سکتے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر جھانک کر دیکھنا ہے کہ ہم نے یسوع مسیح بادشاہ کو اُسی اعتماد و بھروسہ کے ساتھ قبول کِیا ہے جس طرح کے ایک معصُوم بچے نے؟ یا ہمارے دِلوں کی سختی اور بے اعتمادی ابھی بھی ویسی کی ویسی ہی ہے؟

ستائیسواں باب

ہمیشہ کی زندگی

(مرقس۱۰:۱۷-۳۱)

اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ دُنیا میں موت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ موت ایک نہ ایک دِن سب کو آنی ہے۔ ہاں، یہ الگ بات ہے کہ ہم موت قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ہم زندگی کی خواہش تو رکھتے ہیں اور اِس میں حیرت کی کوئی بات بھی نہیں کیونکہ خدا نے ہمیں زندگی کے لئے پیدا کِیا ہے۔ مگر جب آدم نے باغِ عدن میں خدا کی حکم عدُولی کی تو نتیجہ میں اُسے زندگی کے درخت سے محروم کر دیا۔ بنی نوع اِنسان آج تک زندگی پانے کے لئے زندگی کے سَر چشمہ کو تلاش کر رہا ہے۔ مسیح یسوع سے کِسی نے پوچھا کہ ہمیشہ کی زندگی پانے کا راز کیا ہے۔ تو اُنہوں نے اُسے کیا جواب دیا، آیئے دیکھتے ہیں کہ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۰ باب کی ۱۷ سے ۲۳ آیت میں کیا لکھا ہے، ''اور جب وہ باہر نکل کر راہ میں جا رہا تھا تو ایک شخص دوڑتا ہُوا اُس کے پاس آیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُس سے پوچھنے لگا کہ اَے نیک اُستاد مَیں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ یسوع نے اُس سے کہا، تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ تُو حُکموں کو تو جانتا ہے۔ خون نہ کر، زِنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے، فریب دے کر نُقصان نہ کر، اپنے باپ کی اور ماں کی

عزت کر۔ اُس نے اُس سے کہا، اَے اُستاد، مَیں نے لڑکپن سے اِن سب پر عمل کِیا ہے۔ یسوع نے اُس پر نظر کی اور اُسے اُس پر پیار آیا اور اُس سے کہا، ایک بات کی تجھ میں کمی ہے۔ جا جو کچھ تیرا ہے بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ مِلے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے۔ اِس بات سے اُس کے چہرے پر اُداسی چھا گئی اور وہ غمگین ہو کر چلا گیا کیونکہ بڑا مالدار تھا۔ پھر یسوع نے چاروں طرف نظر کر کے اپنے شاگردوں سے کہا، دولتمندوں کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا کیسا مشکل ہے!۔" (مرقس ۱۰:۱۷-۲۳)

وہ شخص مسیح سے اِس جواب کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے اُس سے پوچھا کہ تُو مجھے نیک کیوں کہتا ہے، صرف خدا نیک ہے۔ دُنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو مسیح کو ایک عظیم اُستاد اور نبی مانتے ہیں۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ ہم مسیح کو نیک نہیں کہہ سکتے جب تک یہ جاننے کی کوشش نہ کریں کہ وہ ایک اِنسان سے کہیں عظیم، افضل و اعلیٰ ہے۔ درحقیقت وہ خدا ہے جو ہماری خاطر دُنیا میں آیا، جیسا کہ پاک صحائف میں لکھا ہے، "وہ اندیکھے خدا کی صُورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مَولود ہے کیونکہ اُسی میں سب چیزیں پیدا کی گئیں، آسمان کی ہوں یا زمین کی، دیکھی ہوں یا اندیکھی، تخت ہوں یا ریاستیں یا حکُومت یا اِختیارات۔ سب چیزیں اُسی کے وسیلہ سے اور اُسی کے واسطے پیدا ہوئی ہیں اور وہ سب چیزوں سے پہلے ہے اور اُسی میں سب چیزیں قائم رہتی ہیں۔" (کلسیوں ۱:۱۵-۱۷)

جو شخص مسیح کے پاس آیا ممکن ہے وہ صرف مشورہ یا رائے لینا چاہتا ہو مگر مسیح کو نیک کہنے سے اُس نے اُس کے آسمانی جاہ و جلال اور حشمت و عظمت کو تسلیم

کِیا۔ مسیح نے اُسے جو کچھ بھی کہا وہ محض مشورہ اور رائے نہیں تھی بلکہ آسمانی حُکم تھا کہ اُسے خدا کی پیروی اور تابعداری کرنا ہے۔
پھر مسیح نے اُس شخص کو جو کہا وہ پہلے سے جانتا تھا، موسوی شریعت کا ایک حِصہ جسے ہم دَس احکامات کہتے ہیں۔ اگر کوئی شریعت کے قوانین کی مکمل تابعداری کرتا ہے تو ہمیشہ کی زندگی پائے گا کیونکہ خدا نے خود فرمایا، ''سو تم میرے آئین اور احکام ماننا جن پر اگر کوئی عمل کرے تو وہ اُن ہی کی بدولت جیتا رہے گا۔ مَیں خداوند ہوں۔'' (احبار ۱۸:۵)
اِس کے باوجود کہ وہ شخص موسوی شریعت کی پابندی کرتا تھا مگر پھر بھی اُس نے اپنے اندر کمی محسوس کی، اور اِسی لئے اُس نے مسیح سے ہمیشہ کی زندگی کا وارث بننے کے لئے سوال کِیا۔ وہ ایک سنجیدہ اِنسان لگتا تھا۔ اِسی لئے مسیح کو اُس پر پیار آیا اور اُسے اپنا پیروکار بننے کی دعوت دی۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ایسی ہی دعوت اُس نے اپنے شاگردوں کو بھی دی۔ مسیح کو اُس شخص کی کمزوری کا پتہ چل گیا تھا اِسی لئے اُسے اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو دینے کا مشورہ دیا۔ اُس شخص کا مسئلہ یہ تھا کہ اُس نے موسوی قانون کی صرف ظاہری اور لفظی طور پر پابندی کی، مگر دِل و جان سے عملاً اُسے قبول نہ کِیا۔ بجائے اِس کے کہ خدا پر پورا اعتماد و بھروسہ کرتا، اُس نے اپنی محنت و کوشش اور اپنے مال و دولت پر تکیہ کرکے ہمیشہ کی زندگی پانے کی جُستجو کی۔ اِس طرح اُس نے موسوی شریعت کے نہایت اہم حکم کی خلاف ورزی کی کہ ''تُو اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ۔'' (اِستثنا ۶:۵)

اور جیسا کہ دَس احکامات میں لکھا ہے، ''میرے حضور تُو غیر مَعبُودوں کو نہ ماننا۔'' (خروج ۲۰:۳) مسیح کا جواب سُن کر وہ شخص غمگین ہو کر چلا گیا کیونکہ مسیح کی خدمت کرنے سے زیادہ وہ دُنیاوی مال و دولت کو اہمیت دیتا تھا۔ وہ عارضی زندگی کی فنا ہو جانے والی چیزوں سے کنارہ کر کے ابدی زندگی پانے کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر اَب سوال یہ ہے کہ اِس بارے میں ہماری سوچ کیا ہے؟ کیا ہم لالچ و ہَوس اور عیش و عشرت کے بُت سے مُنہ پھیر کر ہمیشہ کی زندگی پانے کے لئے تیار ہیں؟

مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۰ باب کی ۲۴ سے ۳۱ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس مسیح کے شاگردوں کے بارے میں بتاتا ہے کہ جب اُنہوں نے اپنے خداوند کا یہ فرمان سُنا کہ دولتمندوں کا خدا کی بادشاہی یعنی ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہونا کِتنا مشکل ہے، تو اُن کا کیا ردِ عمل ہُوا۔ لکھا ہے، ''شاگرد اُس کی باتوں سے حیران ہوئے۔ یسوع نے پھر جواب میں اُن سے کہا، بچو! جو لوگ دولت پر بھروسا رکھتے ہیں اُن کے لئے خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا کیا ہی مشکل ہے! اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذر جانا اِس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔ وہ نہایت ہی حیران ہو کر اُس سے کہنے لگے، پھر کون نجات پا سکتا ہے؟ یسوع نے اُن کی طرف نظر کر کے کہا، یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا، لیکن خدا سے ہو سکتا ہے کیونکہ خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ پطرس اُس سے کہنے لگا، دیکھ ہم نے تو سب کچھ چھوڑ دیا اور تیرے پیچھے ہو لئے ہیں۔ یسوع نے کہا، مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایسا کوئی نہیں جس

نے گھر یا بھائیوں یا بہنوں یا ماں باپ یا بچوں یا کھیتوں کو میری خاطر اور اِنجیل کی خاطر چھوڑ دیا ہو، اور اَب اِس زمانہ میں سَو گُنا نہ پائے۔ گھر اور بھائی اور بہنیں اور مائیں اور بچے اور کھیت مگر ظلم کے ساتھ، اور آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی۔ لیکن بہت سے اول آخر ہو جائیں گے اور آخر اول۔''
(مرقس۱۰: ۲۴-۳۱)

شاگردوں کا ردِ عمل بالکل آج ہماری طرح ہی تھا کہ اگر دولتمند کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے تو پھر تو کِسی کے لئے بھی نجات پانے کی کوئی اُمید نہیں۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ دُنیا کا مال و دولت خدا کی طرف سے برکت ہے یعنی خدا جنہیں پسند کرتا ہے اُسے برکت دے کر دولتمند بنا دیتا ہے۔ مگر مسیح کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ دولت خدا کی طرف سے فیاضی کا نشان کی بجائے اکثر خدا کے ہاں مقبول ہونے میں ایک رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جس طرح اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذرنا مشکل ہے، اُسی طرح دولتمند بھی خدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مسیح یسوع کا مطلب یہ تھا کہ امیر یا غریب، کوئی بھی اپنی محنت و کوشش سے نجات یعنی ہمیشہ کی زندگی نہیں پا سکتا۔ صرف خدا ہے جو کِسی کو بھی خدا کی بادشاہی میں داخل کر کے ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنا سکتا ہے۔ یہ اِنسان کی اپنی محنت و کوشش سے ممکن نہیں۔

شاگرد ابھی تک یہی سمجھ رہے تھے کہ خدا کے ہاں مقبول و پسندیدہ ہونے کے لئے اچھے اعمال کا ہونا ضروری ہے۔ امیر آدمی کے برعکس جس نے اپنی دولت چھوڑنا گوارا نہ کِیا، شاگرد اپنا سب چھوڑ کر مسیح کے پیچھے ہو لئے۔ مگر اُن کو اپنا

سب کچھ چھوڑنے کا اِنعام کیا مِلا؟ مسیح نے جواب دیا کہ جو میری اور اِنجیل کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دے گا وہ سَو گُنا اِنعام پائے گا۔ مگر ذہن میں رہے کہ ہمیں یہ دُنیاوی فائدے کے طور پر نہیں دیکھنا بلکہ جب کوئی مسیح کی پیروی کر کے خدا کی بادشاہی میں داخل ہوتا ہے تو خدا کے ساتھ ایک نئے رشتہ اور نئے عہد و بندھن میں شامل ہو جاتا ہے، جیسا کہ مسیح نے پہلے کہا کہ "...جو کوئی خدا کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے۔" (مرقس ۳:۳۵) جب ہم خدا کی مرضی کو پورا کرنے کا اِرادہ کر لیتے ہیں تو ہم بھی اُس رُوحانی خاندان میں شریک ہو جاتے ہیں جِنھوں نے پہلے ہماری طرح ایسا ہی کِیا۔ جس طرح ایک خاندان میں شامل خون کے رشتہ اپنے مال و دولت میں سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اُسی طرح رُوحانی خاندان میں شامل افراد ایک دوسرے کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ جب ہم اِلٰہی خاندان میں شامل ہو جاتے ہیں تو ہمیں اُس سے زیادہ بڑا اِنعام ملتا ہے جو ہم پیچھے چھوڑ آئے ہوتے ہیں۔ مگر کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ ہمیں اذیت و ظلم سہنے کے لئے بھی ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم نجات پانے اور خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے تیار ہیں؟

مسیح نے اپنے بیان کے آخر میں خبردار کرتے ہوئے کہا، بہت سے اول، آخر ہو جائیں گے اور بہت آخر، اول ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہُوا کہ وہ جو اپنے دُنیاوی مال و دولت کے ساتھ چمٹے رہیں گے یا جو اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے ہمیشہ کی زندگی پانے کی کوشش میں لگے رہیں گے، یقیناً مایوس و نااُمید

ہوں گے۔

اٹھائیسواں باب

جلال اور خِدمت

(مرقس۱۰: ۳۲-۴۵)

ایک ہی واقعہ کچھ لوگوں کو مایوسی و خوف کے سمندر میں ڈبو دیتا ہے اور کچھ کے دِلوں میں اُمید کی ایک روشن کرن جگا دیتا ہے۔ کچھ ایسا ہی اُس وقت ہُوا جب مسیح یسوع نے مذہبی لیڈروں کی مخالفت کے باوجود یروشلیم جانے کو ترجیح دی۔ خدا کا پیارا بندہ مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۰ باب کی ۳۲ سے ۳۴ آیت میں لکھتا ہے، ''اور وہ یروشلیم کو جاتے ہوئے راستہ میں تھے اور یسوع اُن کے آگے آگے جا رہا تھا۔ وہ حیران ہونے لگے اور جو پیچھے پیچھے چلتے تھے ڈرنے لگے۔ پس وہ پھر اُن بارہ کو ساتھ لے کر اُن کو وہ باتیں بتانے لگا جو اُس پر آنے والی تھیں۔ دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور ابنِ آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کِیا جائے گا اور وہ اُس کے قتل کا حکم دیں گے اور اُسے غیر قوموں کے حوالہ کریں گے، اور وہ اُسے ٹھٹھوں میں اُڑائیں گے اور اُس پر تھوکیں گے اور اُسے کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور تین دِن کے بعد وہ جی اُٹھے گا۔'' (مرقس۱۰: ۳۲-۳۴)

مرقس ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ یروشلیم کی طرف جاتے ہوئے مسیح کے شاگرد حیران کیوں ہونے لگے اور دوسرے پیروکار کیوں ڈرنے لگے۔ شاگرد شائد اِس لئے

حیران ہوئے کہ مسیح جان بوجھ کر کیوں ایسے لوگوں میں جانا چاہتا ہے جو اُس کے مخالف ہیں، اور دوسرے پیروکار اِس لئے ڈرنے لگے کہ شائد حکومتی اِختیار والے مسیح اور اُن کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھائیں۔ اگر ایسا ہی تھا تو اِس سے اُن کے مسیح پر اِیمان کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اُس کی پیروی کرنے کے لئے ہر دُکھ تکلیف سہنے کو تیار تھے۔

مسیح کے شاگرد اور پیروکار نہیں جانتے تھے کہ یروشلیم میں اُن کے مالک و خداوند کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، حالانکہ اُس نے دو بار اُن کو بتایا کہ مذہبی رہنما اُس کی مخالفت کریں گے اور اُس کو ہلاک کریں گے۔ اور اَب تیسری بار مسیح نے اپنے شاگردوں کو الگ لے جا کر سب کچھ تفصیل سے بتایا کہ یروشلیم میں اُس کے ساتھ کیا ہو گا کہ مذہبی لیڈر اور اِختیار والے یعنی وہی لوگ جنہیں اُس کا اِستقبال کرنا چاہیے تھا اور اُس کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے تھا، اُس پر لعن طعن کریں گے، ٹھٹھوں میں اُڑائیں گے، کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے۔ مگر اِس دُھوکے اور فریب کا انجام تباہی و بربادی نہیں ہو گا بلکہ تین دِن کے بعد وہ مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے۔

مسیح کے بار بار خبردار کرنے کے باوجود وہ اُس پر آنے والی تکلیف، اذیت اور موت کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ وہ اِسی غلط فہمی میں تھے کہ مسیح یروشلیم میں جا کر دُنیاوی بادشاہی قائم کریں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ اُس میں اپنا کچھ فائدہ ڈھونڈ رہے تھے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۰ باب کی ۳۵ سے ۴۵ آیت میں مرقس لکھتا ہے، ''تب زبدی کے بیٹوں یعقوب اور یُوحنا نے اُس کے پاس آ کر اُس

سے کہا، اَے اُستاد! ہم چاہتے ہیں کہ جس بات کی ہم تجھ سے درخواست کریں تُو ہمارے لئے کرے۔ اُس نے اُن سے کہا، تم کیا چاہتے ہو کہ مَیں تمہارے لئے کروں؟ اُنہوں نے اُس سے کہا، ہمارے لئے یہ کر کہ تیرے جلال میں ہم میں سے ایک تیری دہنی اور ایک تیری بائیں طرف بیٹھے۔ یسوع نے اُن سے کہا، تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو۔ جو پیالہ مَیں پینے کو ہوں کیا تم پی سکتے ہو؟ اور جو بپتسمہ مَیں لینے کو ہوں تم لے سکتے ہو؟ اُنہوں نے اُس سے کہا، ہم سے ہو سکتا ہے۔ یسوع نے اُن سے کہا، جو پیالہ مَیں پینے کو ہوں تم پیو گے اور جو بپتسمہ مَیں لینے کو ہوں تم لو گے۔ لیکن اپنی دہنی یا بائیں طرف کِسی کو بِٹھا دینا میرا کام نہیں مگر جن کے لئے تیار کِیا گیا اُن ہی کے لئے ہے۔ اور جب اُن دَسوں نے یہ سُنا تو یعقوب اور یُوحنا سے خفا ہونے لگے۔ مگر یسوع نے اُنہیں پاس بُلا کر اُن سے کہا، تم جانتے ہو کہ جو غیر قوموں کے سردار سمجھے جاتے ہیں وہ اُن پر حکومت چلاتے ہیں اور اُن کے اِمیر اُن پر اِختیار جتاتے ہیں۔ مگر تم میں ایسا نہیں ہے بلکہ جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہار خادم بنے، اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ سب کا غلام بنے۔ کیونکہ ابنِ آدم بھی اِس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اِس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فِدیہ میں دے۔" (مرقس ۱۰:۳۵-۴۵)

شائد یعقوب اور یُوحنا کو احساس ہُوا کہ اُن کی یہ خواہش خدا کی مرضی اور اِرادے کے مطابق نہیں کیونکہ اُنہوں نے مسیح سے درخواست تو کی کہ اُن کی خواہش پوری کی جائے مگر یہ نہیں بتاتا کہ وہ کیا ہے۔ مگر مسیح خداوند اِتنی اِلٰہی

حکمت و دانش کے مالک تھے کہ جلدی سے باتوں میں آنے والے نہیں تھے اور نہ کوئی اُن کو اپنے مقصد کے لئے اِستعمال کر سکتا تھا۔ وہ کِسی کو بھی یہ اِجازت نہیں دیتے تھے کہ کوئی اُنہیں ایسی حالت میں پھنسا دے کہ اُنہیں اپنے وعدے کو توڑنا پڑے یا خدا کی مرضی کے بر عکس کچھ کرنا پڑے۔ اِسی لئے اُنہوں نے یعقوب اور یُوحنا سے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ وضاحت سے بیان کرو۔

یعقوب اور یُوحنا کی نہایت اعلیٰ اور قابلِ احترام جگہ پانے کی خواہش کے جواب میں مسیح نے اُنہیں کہا کہ وہ بالکل نہیں سمجھتے کہ کیا درخواست کر رہے ہیں۔ ہاں، یہ دُرست ہے کہ مسیح اپنے جلال کو پہنچیں گے، اِس کے لئے اُنہیں پہلے بھاری قیمت ادا کرنا تھی۔

مسیح نے اُس قیمت کی تشبیہ دو طرح سے وضاحت کی۔ پہلی ایک پیالہ سے۔ بائبل مُقدس میں پُرانے عہد نامہ میں کئی مقامات پر عدالت کے دِن کی خدا کے غیظ و غضب سے بھرے ہوئے سزا کے پیالہ سے پینے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ بنی نوع اِنسان کے سارے گناہوں کی سزا کا بوجھ مسیح پر آن پڑے گا۔ دوسری تشبیہ جو مسیح نے اِستعمال کی وہ بپتسمہ کے بارے میں تھی۔ وہ مُصیبتوں، تکلیفوں اور اذیتوں میں ڈوب جائے گا۔ اَب سوال یہ کہ کیا یعقوب اور یُوحنا اعلیٰ اور افضل مقام پانے کے لئے یہ سارا ظلم و ستم سہنے کو تیار تھے؟

بے وقوفی سے کام لیتے ہوئے یعقوب اور یُوحنا نے دعویٰ کِیا کہ ہاں، وہ تیار ہیں۔ مسیح نے اُنہیں واضح طور پر کہا کہ اُن کو مُصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنا ہو گا، لیکن وہ اُن کی یہ درخواست قبول نہیں کر سکتا، کیونکہ خدا کا کام ہے

کہ فیصلہ کرے کہ کون یسوع مسیح کے دائیں اور کون بائیں بیٹھے گا۔ خدا کے اِس اختیار کو وہ چھین نہیں سکتا۔

دوسرے شاگردوں کی خواہش بھی یعقوب اور یُوحنا کی طرح ہی تھی۔ وہ ابھی تک سمجھ ہی نہ سکے تھے کہ خدا کی بادشاہی کے اُصول دُنیاوی طاقت کے اُصولوں سے قطعی مختلف ہیں۔ مسیح کو اُن پر واضح کرنے کی ضرورت تھی کہ دُنیا کا معیار، اعلیٰ مرتبہ، اِختیار اور طاقت پر ہے کہ کِتنے لوگ حکمران کی خدمت پر مامُور ہیں۔ مگر اِس کے بر عکس خدا کی بادشاہی کا معیار اور عظمت اِس اُصول پر ہے کہ کوئی کِتنا کِسی کی خدمت کرتا ہے۔ مسیح پر یہی اُصول کار فرما تھا۔ وہ دُنیا میں خدمت کروانے نہیں بلکہ خدمت کرنے آئے تھے۔ درحقیقت وہ بنی نوع اِنسان کی خدمت کے لئے اپنی جان قربان کرنے کو بھی تیار تھے۔

مسیح کی اِس تعلیم کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ واقعی عظیم ہوتے ہیں جو طاقت، اعلیٰ مرتبہ اور اُونچی حیثیت کے پیچھے نہیں بھاگتے۔ اُن کی نظر صرف اپنے ہی مفاد پر نہیں ہوتی بلکہ وہ دوسروں کی خدمت اور کامیابی کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ ہر وقت اِسی سوچ میں لگے رہتے ہیں کہ کیسے زیادہ سے زیادہ پُراثر انداز میں دوسروں کی خدمت کریں۔

مسیح کے شاگردوں کی طرح آج کلیسیاؤں میں ایسے لوگ ہیں جو ابھی تک سبق نہیں سیکھ سکے۔ جیسا کہ مسیح یسوع نے کِسی اَور موقع پر مذہبی رہنماؤں کے بارے میں فرمایا، ”وہ ایسے بھاری بوجھ جن کو اُٹھانا مشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں مگر آپ اُن کو اپنی اُنگلی سے بھی ہلانا

نہیں چاہتے۔ وہ اپنے سب کام لوگوں کو دِکھانے کو کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے تعویذ بڑے بناتے اور اپنی پوشاک کے کنارے چوڑے رکھتے ہیں، اور ضیافتوں میں صدر نشینی اور عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے ربی (یعنی اُستاد) کہلانا پسند کرتے ہیں۔" (متی ۲۳:۴۔۷)

اَب سوال یہ ہے کہ ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہم بھی اعلیٰ عہدوں، مرتبوں، عزتوں اور طاقت و اِختیار کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں؟ کیا ہم دوسروں سے خدمت کروانا چاہتے ہیں یا دِل سے دوسروں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا ہم دوسروں کے فائدے کے لئے جان تک دینے کو تیار ہیں؟

اُنتیسواں باب

یِسُوع بادشاہ

(مرقس۱۰: ۴۶-۱۱:۱۱)

مسیح یسوع کے شاگرد اپنے مالک و خداوند کے بارے میں یہ اِیمان رکھتے تھے کہ نبیوں نے خدا کی طرف سے مَسح کِئے ہوئے جس نجات دہندے کی پیشین گوئی سینکڑوں سال پہلے کی تھی، اور جس کا بنی اِسرائیل کے لوگ شدت سے اِنتظار کر رہے تھے، یہ وہی ہے۔ نجات دہندے کا ایک عہدہ اور ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ بادشاہ ہو۔ شاگرد پوری طرح مُطمئِن تھے کہ مسیح جب یروشلیم جائیں گے تو سَرِ عام لوگوں کے سامنے ایک رسمی تقریب میں باضابطہ اپنی بادشاہت کا اعلان کریں گے۔

ہاں، شاگرد بالکل سوچ رہے تھے کہ مسیح نجات دہندہ اور بادشاہ ہے۔ مگر سوال یہ تھا کہ کِس طرح کا بادشاہ؟ مسیح نے پہلے ہی اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی کہ خدا کی نظر میں عظمت و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے لازم ہے کہ دوسروں کی خدمت کی جائے۔ یروشلیم جاتے ہوئے مسیح کو اپنی اِس تعلیم پر عمل کرنے کا موقع مِلا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل ۱۰ باب اُس کی ۴۶ سے ۵۲ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اور وہ یریحُو میں آئے اور جب وہ اور اُس کے شاگرد اور ایک بڑی بھیڑ یریحُو سے نکلتی تھی تو تِمائی کا بیٹا برتِمائی اندھا فقیر راہ کے

کنارے بیٹھا ہُوا تھا۔ اور یہ سُن کر کہ یسوع ناصری ہے چِلا چِلا کر کہنے لگا، اَے ابنِ داؤد! اَے یسوع! مجھ پر رحم کر۔ اور بہتوں نے اُسے ڈانٹا کہ چُپ رہے مگر وہ اَور بھی زیادہ چِلایا کہ اَے ابنِ داؤد مجھ پر رحم کر! یسوع نے کھڑے ہو کر کہا، اُسے بُلاؤ۔ پس اُنہوں نے اُس اندھے کو یہ کہہ کر بُلایا کہ خاطر جمع رکھ۔ اُٹھ وہ تجھے بُلاتا ہے۔ وہ اپنا کپڑا پھینک کر اُچھل پڑا اور یسوع کے پاس آیا۔ یسوع نے اُس سے کہا، تُو کیا چاہتا ہے کہ مَیں تیرے لئے کروں؟ اندھے نے اُس سے کہا، اَے ربونی! یہ کہ مَیں بِینا ہو جاؤں۔ یسوع نے اُس سے کہا، جا تیرے اِیمان نے تجھے اچھا کر دیا۔ وہ فی الفُور بِینا ہو گیا اور راہ میں اُس کے پیچھے ہو لیا۔" (مرقس ۱۰:۴۶-۵۲)

اندھے کا مسیح کو اِبنِ داؤد کہہ کر مخاطب ہونا اِس بات کا ثبوت ہے کہ برتمائی اور شاگرد، مسیح کو بادشاہ مانتے تھے جو نبیوں کی پیشین گوئی کے مطابق دُنیا میں آیا۔ اِبنِ داؤد کا لقب خدا کے اُس وعدے کی طرف اِشارہ کرتا ہے جو اُس نے داؤد بادشاہ کے ساتھ کِیا، "... تیرا گھر اور تیری سلطنت سدا بنی رہے گی۔ تیرا تخت ہمیشہ کے لئے قائم کِیا جائے گا۔" (۲-سموئیل۷:۱۶) مسیح نے اندھے برتمائی کو اِبنِ داؤد کہنے پر نہ تو رُوکا اور نہ ہی اُسے ڈانٹا بلکہ اِس لقب کو قبول کِیا کہ ہاں، وہ وعدہ کِیا ہُوا بادشاہ ہے۔

اگرچہ مسیح نے برتمائی کو نہ ہی رُوکا اور نہ ہی ڈانٹا مگر ہجوم نے اُسے چُپ رہنے کو کہا۔ شائد اِس لئے کہ وہ سمجھتے تھے یہ مناسب نہیں کہ کوئی بادشاہ کو تنگ کرے۔ لیکن برتمائی خاموش نہ رہا بلکہ وہ اَور زیادہ چِلایا۔ وہ لوگوں کے ہجوم

سے زیادہ، بادشاہ کی طبیعت کو سمجھتا تھا۔ اُسے پورا اعتماد اور بھروسہ تھا کہ مسیح اُس کی اِلتجا و پُکار کو ضرور سُنیں گے۔ اُس کا مسیح پر اعتماد اُس کے پختہ اِیمان کے سبب سے تھا، اور ایسا ہی ہُوا۔ مسیح نے اُس کی اِلتجا کو سُنا اور اُسے شِفا بخشی، اور شِفا پانے کے بعد وہ مسیح کے پیچھے ہو لیا۔

کل کی طرح مسیح آج بھی ایک رحمدل بادشاہ ہے۔ وہ آج ہماری بھی اِلتجا و پُکار کو سُننا چاہتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم اُسے مدد کے لئے پُکارتے ہیں؟ خدا کے زندہ کلام میں لکھا ہے، ''پس آؤ ہم فضل کے تخت کے پاس دلیری سے چلیں تاکہ ہم پر رحم ہو اور وہ فضل حاصل کریں جو ضرورت کے وقت ہماری مدد کرے۔'' (عبرانیوں ۱۶:۴) سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے اندر برتمائی کی طرح مسیح کو مدد کے لئے پُکارنے کی دلیری ہے یا لوگوں کے ڈر اور خفا ہونے پر ہماری اِلتجا اور پُکار ہمارے اندر ہی دَب کر رہ جائے گی۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جب مسیح نے برتمائی پر نظر کی تو ہجوم کا رویہ بھی ایک دم تبدیل ہو گیا۔ وہی لوگ جو پہلے اُس کو ڈانٹ رہے اور چُپ کروا رہے تھے اَب اُس کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ خوشامدی رویہ اِختیار کرتے ہوئے مسیح کی طرف جُھک گئے۔ اُنہیں برتمائی کی اِلتجا اور ضرورت کی کوئی پروا نہیں تھی۔ کیا ہم بھی دوسروں کے سامنے اچھا بننے کے چکر میں خدمت کے اصلی مقصد کو بھول جاتے ہیں؟

اِس واقعہ کے فوراً بعد مسیح نے ایک اَور اِشارہ دیا کہ وہ کِس طرح کا بادشاہ ہو گا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۱ باب کی ۱ سے ۱۱ آیت میں مرقس لکھتا ہے،

’’جب وہ یروشلیم کے نزدیک زیتون کے پہاڑ پر بیت فِگے اور بیت عنیاہ کے پاس آئے تو اُس نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بھیجا، اور اُن سے کہا کہ اپنے سامنے کے گاؤں میں جاؤ اور اُس میں داخل ہوتے ہی ایک گدھی کا بچہ بندھا ہُوا تمہیں مِلے گا جس پر کوئی آدمی اَب تک سوار نہیں ہُوا۔ اُسے کھول لاؤ۔ اور اگر کوئی تم سے کہے کہ تم یہ کیوں کرتے ہو؟ تو کہنا کہ خداوند کو اِس کی ضرورت ہے۔ وہ فی الفُور اُسے یہاں واپس بھیج دے گا۔ پس وہ گئے اور بچے کو دروازہ کے نزدیک باہر چوک میں بندھا ہُوا پایا اور اُسے کھولنے لگے۔ مگر جو لوگ وہاں کھڑے تھے اُن میں سے بعض نے اُن سے کہا، یہ کیا کرتے ہو کہ گدھی کا بچہ کھولتے ہو؟ اُنہوں نے جیسا یسوع نے کہا تھا ویسا ہی اُن سے کہہ دیا اور اُنہوں نے اُن کو جانے دیا۔ پس وہ گدھی کے بچے کو یسوع کے پاس لائے اور اپنے کپڑے اُس پر ڈال دِئے اور وہ اُس پر سوار ہو گیا۔ اور بہت لوگوں نے اپنے کپڑے راہ میں بچھا دِئے۔ اَوروں نے کھیتوں میں سے ڈالیاں کاٹ کر پھیلا دیں۔ اور جو اُس کے آگے آگے جاتے اور پیچھے پیچھے چلے آتے تھے پُکار پُکار کر کہتے جاتے تھے ہوشعنا، مُبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔ مُبارک ہے ہمارے باپ داؤد کی بادشاہی جو آ رہی ہے۔ عالمِ بالا پر ہوشعنا۔ اور وہ یروشلیم میں داخل ہو کر ہیکل میں آیا اور چاروں طرف سب چیزیں مُلاحظہ کر کے اُن بارہ کے ساتھ بیت عنیاہ کو گیا کیونکہ شام ہو گئی تھی۔‘‘
(مرقس۱۱:۱-۱۱)

دُنیا میں بہت سے بادشاہ اور حکمران ایسے ہیں جب اُنہیں کوئی چیز لینا ہو تو وہ

لے کر ہی رہتے ہیں۔ اگرچہ مسیح نے کِسی کی چیز کو ضرورت کے تحت اِستعمال تو کِیا مگر دوسرے بادشاہوں اور مسیح میں فرق یہ ہے کہ اُس نے واپس کرنے کا وعدہ کِیا۔ وہ ایسا بادشاہ نہیں تھا جو لوٹ مار کر کے اپنے لوگوں کو بے بس و لاچار کرے۔

مگر سوال یہ ہے کہ مسیح نے یروشلیم جانے کے لئے گدھی کے بچے کا اِنتخاب کیوں کِیا؟ ظاہر ہے جنگی گھوڑا ایک مناسب جانور تھا جس پر سوار ہو کر عظیم بادشاہ شہر میں داخل ہوتا۔ مسیح نے جو کِیا وہ اُس پیشین گوئی کے عین مطابق ہے جس کا ذِکر بائبل مُقدس میں زکریاہ کی اِلہامی کتاب میں ہے، ''اَے بِنتِ صِیون تُو نہایت شادمان ہو۔ اَے دُخترِ یروشلیم خوب للکار کیونکہ دیکھ، تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے اور نجات اُس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حلیم ہے اور گدھے پر بلکہ جوان گدھے پر سوار ہے۔ اور مَیں افرائیم سے رتھ اور یروشلیم سے گھوڑے کاٹ ڈالوں گا اور جنگی کمان توڑ ڈالی جائے گی اور وہ قوموں کو صُلح کا مُژدہ دے گا اور اُس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے اِنتہائِ زمین تک ہو گی۔'' (زکریاہ۹:۹-۱۰)

شاگردوں کی سوچ کے برعکس، مسیح دُنیاوی اور سیاسی بادشاہت قائم کرنے نہیں آئے تھے۔ وہ رُومیوں کو شکست دے کر دُنیا کو فتح نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ لوگوں کے دِلوں پر راج کرنا چاہتے تھے۔ وہ بنی نوع اِنسان کو طاقت و جبر سے نہیں بلکہ محبت اور پیار سے اپنی طرف لانا چاہتے تھے۔ امن و صُلح اُن کا مشن تھا، نہ کہ جنگ و جدل اور فتح۔ وہ محبت و پیار سے لوگوں کو جیتنا چاہتے

تھے نہ کہ اپنا غلام بنا کے۔ وہ لوگوں کو شیطان کے چُنگل سے رہائی دینے آئے تھے نہ کہ غلام بنانے۔ اُن کی بادشاہت رُوحانی تھی نہ کہ جسمانی۔ بائبل مُقدس میں لوقا کی اِلہامی انجیل کے ۱۷ باب کی ۲۰ سے ۲۱ آیت میں لکھا ہے، ''جب فریسیوں نے اُس سے پوچھا کہ خدا کی بادشاہی کب آئے گی؟ تو اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہ آئے گی۔ اور لوگ یہ نہ کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے! کیونکہ دیکھو خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے۔'' (لوقا۱۷: ۲۰-۲۱)

مسیح نے یروشلیم میں داخل ہوتے ہوئے لوگوں کے بادشاہ کی حیثیت سے اِستقبالیہ نعروں کو خوش آمدید کہا۔ وہ لوگوں کے نعروں کی گونج میں فتحمندانہ انداز سے ہیکل میں گئے جو کہ یہودی مذہبی اور قومی زندگی کا گڑھ اور مرکز تھا۔ اور پھر اُس نے کچھ ایسا کِیا کہ سب دنگ رہ گئے۔ اُس نے اپنی بادشاہت کے آغاز کا باقاعدہ اعلان جوشیلے ہجوم کے سامنے جذباتی تقریر کرنے کی بجائے چاروں طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور خاموشی کے ساتھ شہر سے نکل گیا۔ مگر مسیح کی خاموشی کِسی ڈر خوف یا لاپرواہی یا لاتعلقی کی وجہ سے نہیں تھی۔

تیسواں باب

ریاکاری

(مرقس۱۲:۱۔۳۳)

دیکھنے میں کچھ اَور، حقیقت میں کچھ اَور۔ ضروری نہیں کہ جو ہمیں نظر آرہا ہے وہ ہماری سوچ کے عین مطابق ہی ہو۔ بعض اوقات یہ فرق ہمارے لئے تعجب اور حیرت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ شکل سے بظاہر خوفناک حد تک غُصے والا، پہلوان نما اِنسان اندر سے نہایت رحمدل، ہمدرد، مزاحیہ مزاج رکھنے اور دوسروں کی خدمت کرنے والا بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم خوبصورت دِکھائی دینے والے پھل کو کاٹیں تو اندر سے گلا سڑا نکلے۔

کچھ لوگ اپنے آپ کو ایسا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو حقیقت میں ہوتے نہیں، لوگوں کے سامنے نیک و راستباز بنتے ہیں مگر حقیقت میں اِس کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ یقیناً ایسے لوگ ریاکار و منافق ہوتے ہیں۔ اپنی زمینی زندگی کے آخری دِنوں میں مسیح یسوع نے ہمیں ریاکاری و منافقت بارے نہایت اہم سبق دیا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۱ باب کی ۱۲ سے ۲۶ آیت میں مرقس لکھتا ہے، ”دوسرے دِن جب وہ بیت عنیاہ سے نکلے تو اُسے بھوک لگی اور وہ دُور سے اِنجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اُس میں کچھ پائے۔ مگر جب اُس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سِوا کچھ نہ پایا کیونکہ

اِنجیر کا موسم نہ تھا۔ اُس نے اُس سے کہا، آیندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اُس کے شاگردوں نے سُنا۔ پھر وہ یروشلیم میں آئے اور یسوع ہیکل میں داخل ہو کر اُن کو جو ہیکل میں خرید و فروخت کر رہے تھے باہر نکالنے لگا اور صرافوں کے تختوں اور کبوتر فروشوں کی چوکیوں کو اُلٹ دیا، اور اُس نے کِسی کو ہیکل میں سے ہو کر کوئی برتن لے جانے نہ دیا۔ اور اپنی تعلیم میں اُن سے کہا، کیا یہ نہیں لکھا کہ میرا گھر سب قوموں کے لئے دُعا کا گھر کہلائے گا؟ مگر تم نے اُسے ڈاکوؤں کی کھوہ بنا دیا ہے۔ اور سردار کاہن اور فقیہ یہ سُن کر اُس کے ہلاک کرنے کا موقع ڈھونڈنے لگے کیونکہ اُس سے ڈرتے تھے، اِس لئے کہ سب لوگ اُس کی تعلیم سے حیران تھے۔ اور ہر روز شام کو وہ شہر سے باہر جایا کرتا تھا۔ پھر صبح کو جب وہ اُدھر سے گذرے تو اُس اِنجیر کے درخت کو جڑ تک سُوکھا ہُوا دیکھا۔ پطرس کو وہ بات یاد آئی اور اُس سے کہنے لگا، اَے ربی! دیکھ یہ اِنجیر کا درخت جس پر تُو نے لعنت کی تھی سُوکھ گیا ہے۔ یسوع نے جواب میں اُن سے کہا، خدا پر اِیمان رکھو۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی اِس پہاڑ سے کہے تُو اُکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ اور اپنے دِل میں شک نہ کرے بلکہ یقین کرے کہ جو کہتا ہے وہ ہو جائے گا تو اُس کے لئے وہی ہو گا۔ اِس لئے مَیں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ تم دُعا میں مانگتے ہو یقین کرو کہ تم کو مِل گیا اور وہ تم کو مِل جائے گا۔ اور جب کبھی تم کھڑے ہوئے دُعا کرتے ہو، اگر تمہیں کِسی سے کچھ شکایت ہو تو اُسے معاف کرو تاکہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارے گناہ معاف کرے [اور اگر تم معاف نہ کرو گے تو تمہارا باپ جو

آسمان پر ہے تمہارے گناہ بھی معاف نہ کرے گا۔]'' (مرقس ۱۱: ۱۲-۲۶)
اِنجیر کے درخت کا واقعہ بہت سے لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث ہے کہ مسیح نے اِنجیر کے درخت پر لعنت کیوں بھیجی جبکہ پھل کا موسم نہیں تھا؟ اِنجیر کا موسم نہیں تھا تو اِس میں درخت کا کیا قصور ہے؟ مگر جب ہم ذرا غور کریں تو مسیح نے درحقیقت بِنا موسم کے پھل نہ دینے پر درخت پر لعنت نہیں بھیجی بلکہ اُس نے اُس دُھوکے پر لعنت کی جو درخت کے تر و تازہ پتے دیکھ کہ ہو رہا تھا کہ اِس میں پھل لگے ہوئے ہیں۔ اگرچہ پھل کا موسم نہیں تھا مگر وہ درخت دیکھنے والوں کو یہ تاثر دے رہا تھا کہ اِنجیر سے بھرا پڑا ہے۔ مگر جب مسیح نے درخت پر نظر کی تو پتہ چلا کہ درخت کی ظاہری حالت حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ اُس میں یقیناً ریاکاری تھی۔
مگر جب مسیح یروشلیم میں داخل ہوئے تو اِس سے بھی زیادہ ریاکاری دیکھنے کو مِلی۔ ہیکل یعنی عبادت گاہ کا مطلب ہے ایسی جگہ جہاں خدا کی حمد و تمجید اور عبادت کی جاتی ہے۔ ہیکل صرف یہودی لوگوں کے لئے نہیں تھی۔ پاک جگہ کے اِرد گِرد بہت بڑا صحن تھا۔ اگرچہ غیر یہودیوں کا ہیکل میں داخلہ ممنوع تھا مگر صحن ایک ایسی جگہ تھی جہاں وہ خدا کی عبادت کر سکتے تھے۔ لیکن یروشلیم میں مذہبی لیڈروں نے پاک صحن کو جو غیر یہودیوں کے لئے تھا، ایک کھلی مارکیٹ میں تبدیل کر دیا تھا۔ وہ نہ صرف قربانی کے جانوروں کی خرید و فروخت کرتے بلکہ ہیکل کے ٹیکس کے روپیہ پیسہ کا بھی لین دین کرتے تھے۔ مرقس کہتا ہے کہ وہاں کچھ ایسی چیزوں کا بھی کاروبار ہوتا تھا جن کا ہیکل کے رسم و رواج سے کوئی

تعلق ہی نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ ہیکل کے نگہبان خدا کے گھر کے اصل مقصد کو ہی بھول گئے تھے۔ بجائے اِس کے وہ خدا کی تلاش و عبادت کے لئے باہر سے آنے والے لوگوں کی مدد و رہنمائی کرتے، اُن کے لئے مشکلات و پریشانیاں پیدا کر رہے تھے۔ وہ دوسروں کی نہیں، اپنی خدمت کروا رہے تھے، اور خدا کے گھر کو خدا کی خدمت کی بجائے نفع اور لُوٹ مار کا اڈا بنا دیا تھا۔ دوسروں لفظوں میں یہ کہ وہ مذہب کا لبادہ اُوڑھ کر خود غرضی، ہَوس و لالچ سے دُنیاوی خواہشات کی تکمیل کر رہے تھے۔

مسیح یسوع یہ سب دیکھ کر برداشت نہ کر سکے، اور خدا کے گھر میں تجارت و خود غرضی کا بازار گرم کرنے والوں کو نکال باہر پھینکا، اور ہیکل کو پھر سے خدا کی عبادت کے لئے تیار کر دیا۔ مسیح کے اِلٰہی اِختیار، قدرت و طاقت کے سامنے مذہبی رہنما بے بس ہو کر رہ گئے اور کِسی طرح بھی اُسے رُوک نہ سکے۔ مگر اپنے دِلوں کی سختی کے سبب سے اپنے گناہوں اور ریاکاری سے توبہ کرنے کی بجائے اُنہوں نے راہِ راست پر لانے والے کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اگلے دِن شاگردوں نے دیکھا کہ اِنجیر کا وہ درخت جس پر مسیح نے لعنت بھیجی تھی سُوکھ گیا ہے۔ مسیح نے اِنجیر کے درخت کو نہ صرف اِیمان بلکہ معافی کا سبق سِکھانے کے لئے بھی اِستعمال کِیا۔ اِنجیر کا درخت در حقیقت رشوت خور، خود غرض ، ریاکار اور مُنافق مذہبی لیڈروں کا ایک اِستعارہ یا نمونہ تھا۔ مسیح نے درخت پر لعنت بھیجی کیونکہ وہ جو بظاہر نظر آتا تھا اصل میں وہ نہیں تھا۔ وہ تر و تازہ اور ہرا بھرا تو دِکھائی دیتا تھا مگر پھل نہیں تھا۔ اِسی طرح ہیکل کے رہنما بظاہر دینی

اور مذہبی لگتے تھے مگر اندر سے بُرائی اور گندگی کا ڈھیر تھے۔ اِنجیر کے درخت کی طرح اُن مذہبی لیڈروں پر بھی خدا کی لعنت ہو گی جو اپنی ریاکاری اور مُنافقت سے توبہ نہیں کریں گے۔ اور اِسی طرح مسیح کے شاگرد بھی خدا سے مُعافی کی اُمید نہ رکھیں، اگر وہ دوسروں کو مُعاف نہیں کرتے۔

جب مسیح یسوع واپس ہیکل میں آئے تو مذہبی لیڈر اُن پر بہت ناراض ہوئے، مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۱ باب کی ۲۷ سے ۳۳ آیت میں مرقس لکھتا ہے، ''وہ پھر یروشلیم میں آئے اور جب وہ ہیکل میں پِھر رہا تھا تو سردار کاہن اور فقیہ اور بزرگ اُس کے پاس آئے اور اُس سے کہنے لگے، تُو اِن کاموں کو کِس اِختیار سے کرتا ہے؟ یا کِس نے تجھے یہ اِختیار دیا کہ اِن کاموں کو کرے؟ یسوع نے اُن سے کہا، مَیں تم سے ایک بات پُوچھتا ہوں، تم جواب دو تو مَیں تم کو بتاؤں گا کہ اِن کاموں کو کِس اِختیار سے کرتا ہوں۔ یُوحنا کا بپتسمہ آسمان کی طرف سے تھا یا اِنسان کی طرف سے؟ مجھے جواب دو۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہم کہیں آسمان کی طرف سے تو وہ کہے گا پھر تم نے کیوں اُس کا یقین نہ کِیا؟ اور اگر کہیں اِنسان کی طرف سے تو لوگوں کا ڈر تھا اِس لئے کہ سب لوگ واقعی یُوحنا کو نبی جانتے تھے۔ پس اُنہوں نے جواب میں یسوع سے کہا، ہم نہیں جانتے۔ یسوع نے اُن سے کہا، مَیں بھی تم کو نہیں بتاتا کہ اِن کاموں کو کِس اِختیار سے کرتا ہوں۔'' (مرقس ۱۱: ۲۷-۳۳)

مذہبی لیڈروں نے یسوع کے اِختیار کو چیلنج کر کے اپنی رُوحانی کمزوری کا مظاہرہ کِیا۔ کِس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص خدا کی ہیکل کو اِس طرح خالی کروا لے؟

نہ تو اُسے وہاں کاروبار کرنے والوں نے رُوکا، یہاں تک کہ ہیکل کی نگہبانی کرنے والی پولیس بھی اُسے نہ رُوک سکی۔ یہ اِس بات کی طرف صاف اِشارہ ہے کہ وہ سب کچھ خدا کی طاقت و قدرت سے کر رہا تھا۔ اور اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مذہبی رہنما جو اپنے آپ کو پاک صحائف کا عالم اور اسکالر سمجھتے تھے، یہ اُن کی ذمہ داری تھی کہ تحقیق کرتے کہ خدا نے ملاکی نبی کی معرفت کیا فرمایا ہے، "...خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہان اپنی ہیکل میں آموجود ہو گا۔ ہاں، عہد کا رُسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا، رَبُّ الافواج فرماتا ہے۔ پر اُس کے آنے کے دِن کی کِس میں تاب ہے؟ اور جب اُس کا ظہُور ہو گا تو کون کھڑا رہ سکے گا؟ کیونکہ وہ سُنار کی آگ اور دھوبی کے صابُون کی مانند ہے۔ اور وہ چاندی کو تانے اور پاک صاف کرنے والے کی مانند بیٹھے گا۔ اور بنی لاوی کو سونے اور چاندی کی مانند پاک صاف کرے گا تاکہ وہ راستبازی سے خداوند کے حضورہدیئے گذرانیں۔" (ملاکی ۳:۱۔۳)

جس طرح سُنار کی آگ اور دھوبی کا صابن ملاوٹ و گندگی کو صاف کرتا ہے اور وہ اُوپر آجاتی ہے، اُسی طرح مسیح کے سوال نے اُن ریاکاروں کی بے اِیمانی کو کھول کر رکھ دیا اور دُودھ کا دُودھ پانی کا پانی ہو گیا۔

اکتّیسواں باب

باغبانوں کے بارے میں تمثیل

(مرقس۱۲:۱-۱۲)

کہتے ہیں کہ اگر آپ نے کِسی کی توجہ اپنی طرف کروانی ہو تو اُس کی جیب کو نشانہ بناؤ، یعنی لوگ روپیہ پیسہ اور مالی مُعاملات کو ہر چیز سے زیادہ اہمیت و فوقیت دیتے ہیں۔ یہ بات مسیح کے زمانہ میں یروشلیم کے مذہبی لیڈروں پر اَور بھی زیادہ صادق آتی ہے۔ سردار کاہنوں اور دوسرے مذہبی رہنماؤں نے یروشلیم میں خدا کی ہیکل یعنی عبادت گاہ کو تجارت کا اڈا بنا دیا تھا۔ وہ نہ صرف عبادت کے لئے آنے والوں کو قربانی کے جانور بیچ کر نفع کماتے تھے بلکہ ہیکل میں ٹیکس ادا کرنے کے لئے درکار پیسوں کو سِکوں میں تبدیل کر کے اپنی جیب خوب گرم کرتے تھے۔ مذہبی لیڈروں نے یہ کاروبار ہیکل کے صحن میں چمکا رکھا تھا جہاں غیر یہودی خدا کی تلاش اور عبادت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ اِس طرح وہ لوگ جو دعویٰ کرتے تھے کہ اُن کی زندگیاں خدا کی خدمت کے لئے وقف ہیں، وہی خدا کے قانون کی دھجیاں بکھیر کر خدا کے گھر کے مقصد کو تباہ و برباد کر رہے تھے۔

مسیح کبھی بھی خدا کے گھر کی بے حُرمتی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اُنہوں نے کاروبار کرنے والوں کو نکال باہر کِیا۔ اور جیسا کہ یسعیاہ نبی کے پاک صحیفے

میں یسعیاہ کہتا ہے، ''...میرا گھر سب لوگوں کی عبادت گاہ کہلائے گا۔'' (یسعیاہ ۵۶:۷) قابلِ غور بات یہ ہے کہ نہ تو مذہبی رہنماؤں اور شرع کے عالموں، نہ ہی کاروبار کرنے والوں اور نہ ہی ہیکل کی پولیس میں اِتنی جُرأت تھی کہ مسیح کو رُوک سکتے۔ دیکھنے والوں پر یہ مسلمہ حقیقت بالکل واضح تھی کہ مسیح، خدا کی قدرت و طاقت سے یہ کام کر رہے ہیں ورنہ اکیلا آدمی یہ سب کیسے کر سکتا ہے؟ اِس کے باوجود کے مذہبی رہنما اور شرع کے عالم اور اُستاد اپنی آنکھوں سے ہیکل کو صاف ہوتا دیکھ رہے تھے مگر پھر بھی اُنہوں نے مسیح سے سوال کِیا کہ اِن کاموں کو کِس کے اِختیار سے کرتا ہے؟ مسیح نے اُلٹا اُن سے سوال پُوچھ لیا کہ یُوحنا کا بپتسمہ آسمان کی طرف سے تھا یا اِنسان کی طرف سے؟ مذہبی لیڈروں کو معلوم تھا کہ اگر وہ تسلیم کریں کہ آسمان کی طرف سے، تو وہ کہے گا کہ پھر یُوحنا نبی تھا تم نے اُس کے پیغام و تعلیم کا یقین کیوں نہیں کِیا؟ اور اگر کہیں اِنسان کی طرف سے تو لوگوں کا ڈر خوف تھا اِس لئے سب اُسے نبی مانتے تھے۔ لہذا اُنہوں نے ریاکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یسوع کو جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے کہ یُوحنا کے پاس اِختیار کہاں سے آیا۔

جبکہ مذہبی رہنما اور شرع کے عالم، یُوحنا کے معاملہ میں اِیماندار نہیں تھے، لہذا مسیح یسوع نے بھی اُنہیں اپنے اِختیار کے بارے میں جواب دینے سے اِنکار کر دیا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی ۱ سے ۱۲ آیت میں مرقس لکھتا ہے، ''پھر وہ اُن سے تمثیلوں میں باتیں کرنے لگا کہ ایک شخص نے تاکستان لگایا اور اُس کی چاروں طرف اِحاطہ گھیرا اور حوض کھودا اور بُرج بنایا اور اُسے باغبانوں کو

ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ پھر پھل کے موسم میں اُس نے ایک نوکر کو باغبانوں کے پاس بھیجا تاکہ باغبانوں سے تاکستان کے پھلوں کا حصہ لے لے۔ لیکن اُنہوں نے اُسے پکڑ کر پیٹا اور خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ اُس نے پھر ایک اَور نوکر کو اُن کے پاس بھیجا مگر اُنہوں نے اُس کا سَر پھوڑ دیا اور بے عزت کِیا۔ پھر اُس نے ایک اَور کو بھیجا۔ اُنہوں نے اُسے قتل کِیا۔ پھر اَور بہتیروں کو بھیجا۔ اُنہوں نے اُن میں سے بعض کو پیٹا اور بعض کو قتل کِیا۔ اَب ایک باقی تھا جو اُس کا پیارا بیٹا تھا۔ اُس نے آخر اُسے اُن کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ لیکن اُن باغبانوں نے آپس میں کہا، یہی وارث ہے۔ آؤ اِسے قتل کر ڈالیں۔ میراث ہماری ہو جائے گی۔ پس اُنہوں نے اُسے پکڑ کر قتل کِیا اور تاکستان کے باہر پھینک دیا۔ اَب تاکستان کا مالک کیا کرے گا؟ وہ آئے گا اور اُن باغبانوں کو ہلاک کر کے تاکستان اَوروں کو دے دے گا۔ کیا تم نے یہ نوشتہ بھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رَد کِیا، وہی کونے کے سِرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہُوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟ اِس پر وہ اُسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے مگر لوگوں سے ڈرے کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ اُس نے یہ تمثیل اُن ہی پر کہی۔ پس وہ اُسے چھوڑ کر چلے گئے۔" (مرقس ۱۲: ۱-۱۲)

مذہبی لیڈروں کو اِس تمثیل سے مسیح کو پہچاننے میں قطعی کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے تھی کیونکہ یسعیاہ نبی یہودی لوگوں کے حوالہ سے مسیح کے لئے اِسی طرح کا اِشارہ دے چُکا تھا۔ تاکستان کی وضاحت کرنے کے بعد کہ اِس نے ویسا پھل پیدا

نہیں کِیا جیسا کہ کرنا چاہیے تھایسعیاہ نبی لکھتا ہے، ''سو رب الافواج کا تاکستان بنی اِسرائیل کا گھرانا ہے اور بنی یہُوداہ اُس کا خوشنما پودا ہے۔ اُس نے اِنصاف کا اِنتظار کِیا پر خونریزی دیکھی۔ وہ داد کا مُنتظر رہا پر فریاد سُنی۔'' (یسعیاہ ۵:۷)
یسعیاہ نبی کے اِس حوالہ کی روشنی میں مسیح کی تمثیل کا مطلب واضح ہے۔ تاکستان اِسرائیل کے لوگ ہیں، اور تاکستان کا مالک خدا ہے۔ چاروں طرف گھیرا اِحاطہ، بُرج اور انگوروں کے لئے حوض کا کھودنا خدا کی نگہبانی اور برکات کی طرف اِشارہ ہے جو خدا نے یہودی لوگوں پر نازل کی۔ اُس نے اُنہیں ہر وہ چیز مُہیا کی جس سے وہ خوشحال، آسودہ اور کامیاب ہو سکتے تھے۔ تاکستان کے ٹھیکے دار مذہبی رہنما ہیں جن کے ہاتھوں میں خدا نے اُنہیں سُونپا۔ یسعیاہ نبی کے مطابق خدا اپنے لوگوں سے جس پھل کی توقع کر رہا تھا وہ اِنصاف اور راستبازی تھا۔ مگر اِس کے بدلے خونریزی اور رُونا پیٹنا مِلا۔
تاکستان کے پھل کا حصہ لینے کے لئے مالک نے اپنے نوکروں کو ٹھیکے داروں کے پاس بھیجا۔ یہ اُن لاتعداد نبیوں کی طرف اِشارہ ہے جِنہیں خدا نے بنی اِسرائیل کی طرف بھیجا۔ نبیوں کی سُننے، اور خدا کو خدا کا حصہ دینے کی بجائے مذہبی لیڈروں نے لوگوں کو ساتھ مِلا کر اُن کی بے عزتی، بے حُرمتی اور بے قدری کی، بلکہ اکثر کو قتل بھی کر دیا۔
تاکستان کے مالک نے جب یہ ظلم و بے اِنصافی دیکھی تو اُس نے یہ سوچ کر اپنے اکلوتے بیٹے کو بھیجا کہ ٹھیکے دار اُس کے بیٹے کی تو عزت و قدر کریں گے۔ اِس میں کوئی شک نہیں اکلوتے بیٹے کو اِستعارے کے طور پر اِستعمال کرنا مسیح کا

اپنی طرف اِشارہ تھا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے پہلے باب میں مرقس، مسیح کے بپتسمہ کے بارے لکھ چُکا ہے کہ جب وہ بپتسمہ لے کر پانی سے اُوپر آیا تو، ''...آسمان سے آواز آئی کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے مَیں خوش ہوں۔'' (مرقس۱:۱۱) بیٹے کو قتل کرنے کے سبب سے جیسا کہ مذہبی لیڈر مسیح یسوع کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے، تاکستان کے ٹھیکے دار اپنے اُوپر تباہی و بربادی لے آئے۔

خدا کی نظر میں اپنی اہمیت و اہلیت کو ثابت کرنے کے لئے مسیح نے بائبل مُقدس میں سے زبور ۱۱۸ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس پتھر کو معماروں نے (یعنی مذہبی لیڈروں نے) رَد کیا، خدا اُسے کونے کے سِرے کا پتھر بنائے گا کیونکہ وہ ایک اہم ترین پتھر ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح یسوع کو رَد کرنے کی صُورت میں مذہبی لیڈر درحقیقت اُس ہستی کا اِنکار کر رہے تھے جس کو تخلیق کار خود کہتا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ، افضل اور عظیم ترین ہے۔

مذہبی رہنما سمجھ گئے کہ مسیح کیا کہہ رہا ہے، مگر بدقسمتی سے بجائے اُسے قبول کرنے اور اپنا رویہ تبدیل کرنے کے، وہ مسلسل بے ایمان خونی نوکروں کا کردار ادا کرتے رہے، اور لوگوں کے ہجوم کے ڈر سے مسیح کو نہ پکڑ سکے، مگر کچھ دِن بعد آخرِ کار وہ اُسے پکڑ کر قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد سِتفنس نامی خدا کے نیک بندے نے مذہب کے ٹھیکے داروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، ''اَے گردن کشو اور دِل اور کان کے نامختونو! تم ہر وقت رُوح اُلقدس کی مخالفت کرتے ہو۔ جیسے تمہارے باپ دادا کرتے تھے ویسے ہی تم بھی کرتے

ہو۔ نبیوں میں سے کِس کو تمہارے باپ دادا نے نہیں ستایا؟ اُنہوں نے تو اُس راستباز کے آنے کی پیش خبری دینے والوں کو قتل کِیا اور اَب تم اُس کے پکڑوانے والے اور قاتل ہوئے۔'' (اعمال ۷:۵۱-۵۲)

تمثیل میں تاکستان کے نوکروں کی طرح، جنہوں نے مالک کے بیٹے کو قتل کِیا، مذہبی لیڈر مسیح کی پیشن گوئی کے عین مطابق اپنے اُوپر تباہی اور بربادی لے کر آئے۔ چالیس سال کے اندر یروشلیم اور ہیکل تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ مگر اَب سوال یہ ہے کہ ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہم خدا کے اِکلوتے بیٹے مسیح یسوع کی سُننے کو تیار ہیں یا ہم بھی تاکستان کے بے اِیمان اور خونی نوکروں جیسے ہیں جنہوں نے اُس معصُوم کو موت کے گھاٹ اُتار دیا؟

بتّیسواں باب

دو پھنسنے والے سوال

(مرقس۱۲: ۱۳-۲۷)

ہم پسند نہیں کرتے کہ کوئی ہمیں کہے کہ ہم غلط ہیں۔ ہم خاص طور پر یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ہمیں نصیحت و تنبیہ کرے کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہمیں لازمی اپنے رویہ اور طرز زندگی کو تبدیل کرنا ہو گا۔ ہم جِتنا زیادہ اپنے آپ کو نیک و راستباز سمجھتے جائیں گے، اُتنا ہی اِس طرح کی نصیحت و تنبیہ کو ناپسند کریں گے۔ ہمارے لئے اپنے رویہ اور چال چلن میں تبدیلی لانے کی بجائے، راہِ راست پر لانے والے کو بے عزت و بدنام کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔

مسیح یسوع نے اپنے زمانہ کے مذہبی لیڈروں کی ریاکاری پر سخت الفاظ میں ملامت کی۔ اُنہوں نے یروشلیم میں خدا کے گھر کو جو لوگوں کے لئے عبادت کے لئے مخصوص تھا، کاروبار کی منڈی بنا دیا تھا۔ جب مسیح نے ہیکل میں کاروبار کرنے والوں کو نکال باہر کیا تو مذہبی رہنماؤں نے اُس سے پوچھا کہ تُو کِس اِختیار سے یہ سب کرتا ہے؟ اور جب مسیح یسوع نے اُن کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ خدا کے احکامات کی پیروی نہ کر کے اپنے اُوپر خود ہی تباہی و بربادی لا رہے ہیں تو بجائے شرمندگی محسوس کرنے اور توبہ کرنے کے اُلٹا مسیح کو پکڑنے اور ہمیشہ کے

لئے خاموش کرنے کے منصوبہ باندھنے لگے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی ۱۳ سے ۱۷ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس اِس کا یوں ذِکر کرتا ہے، ''پھر اُنہوں نے بعض فریسیوں اور ہیرودیوں کو اُس کے پاس بھیجا تاکہ باتوں میں اُس کو پھنسائیں۔ اور اُنہوں نے آ کر اُس سے کہا، اَے اُستاد، ہم جانتے ہیں کہ تُو سچا ہے اور ِکسی کی پروا نہیں کرتا کیونکہ تُو ِکسی آدمی کا طرفدار نہیں بلکہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے۔ پس قیصر کو جِزیہ دینا رَوا ہے یا نہیں؟ ہم دیں یا نہ دیں؟ اُس نے اُن کی ریاکاری معلوم کر کے اُن سے کہا، تم مجھے کیوں آزماتے ہو؟ میرے پاس ایک دِینار لاؤ کہ مَیں دیکھوں۔ وہ لے آئے۔ اُس نے اُن سے کہا، یہ صُورت اور نام ِکس کا ہے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا، قیصر کا۔ یسوع نے اُن سے کہا، جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔ وہ اُس پر بڑا تعجب کرنے لگے۔'' (مرقس ۱۲: ۱۳-۱۷)

مذہبی لیڈروں نے مسیح سے سوال خالص نیت سے نہیں ِکیا کہ خدا اُن سے کیا کام لینا چاہتا ہے بلکہ یہ سوال ایک جال تھا جس میں وہ مسیح کو پھنسانا چاہتے تھے۔ حقیقت میں اِس سوال نے مذہبی رہنماؤں کی ریاکاری اور منافقت کو کھول کر رکھ دیا کیونکہ ایک طرف وہ کہہ رہے تھے کہ اَے اُستاد ہم جانتے کہ تُو سچا ہے اور حق بات کہنے میں ِکسی کی پرواہ نہیں کرتا، اور دوسری طرف اُس کی کہی ہوئی باتوں کو قبول بھی نہیں ِکیا۔ وہ مسیح کو پکڑنے کا کوئی بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ مسیح اُن کے سوال کا کیسا بھی جواب کیوں نہ دے، وہ اُن کے جال میں پھنس ہی جائے گا یعنی اگر وہ کہتا کہ ہاں، قیصر کو ٹیکس ادا کرو تو

یقیناً یہودی غصے میں آ جائیں گے کیونکہ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ رُومی حکمران اُن کو اپنے تابع رکھیں۔ اور اگر وہ کہتا کہ نہیں، ٹیکس ادا نہ کرو تو رُومی حکمران اُس پر ناراض ہوں گے۔ اور اگر مسیح جواب نہ دیتا تو اُس پر تنقید کرنے والے کہتے کہ اُس میں آج کے سنگین مسائل اور مُعاملات کا سامنا کرنے کی ہمت و جرأت نہیں ہے۔

مسیح یسوع کے پوچھنے پر کہ دِینار پر کِس کی صُورت اور کِس کا نام لکھا ہے کہ ٹیکس ادا کرو، مذہبی رہنما اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر رہ گئے۔ اگر سِکہ قیصر کا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ کوئی کہے کو قیصر کو ٹیکس ادا نہ کرو؟ رُومی حکمرانوں کو مسیح کے اِس جواب پر کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ وہ واضح طور پر کہہ رہے تھے کہ لوگ ٹیکس ادا کریں۔ اور یہودی اعتراض اِس لئے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اگر آپ کِسی کی دی ہوئی چیز اِستعمال کر رہے ہیں جو کِسی اَور کی ملکیت ہے یعنی قیصر کے سِکے، تو اُس کی عطا کردہ سہولت کا حق ادا کرنا ضروری ہے یعنی اُس کی تابعداری اور وفاداری فرض ہے۔

مگر مسیح یسوع کے جواب نے صرف مذہبی لیڈروں کے ریاکارانہ عزائم کو ہی بے نقاب نہیں کِیا بلکہ اُن کو اپنے ہی پھیلائے ہوئے جال میں پھنسا دیا۔ دِینار قیصر کا تھا کیونکہ اُس پر اُس کی صُورت اور نام لکھا تھا مگر وہاں موجود صرف سِکہ ہی نہیں تھا جس پر صُورت تھی۔ پاک صحائف بتاتے ہیں کہ خدا نے بنی نوع اِنسان کو اپنی شبیہ پر پیدا کِیا (پیدائش ۱:۲۶۔۲۷)۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ خدا نے اپنی کچھ خوبیاں ہم میں بھی ڈالی ہیں۔ اَب جبکہ ہم خدا کی صُورت پر تخلیق

کِیئے گئے اور خدا کی صُورت ہم میں نظر آتی ہے تو ہم خدا کی ملکیت ہیں۔ لہٰذا خدا کی دی ہوئی مہربانیوں، شفقتوں اور عنائیتوں کا شکر بجا لانا اور اُس کی تابعداری و وفاداری ہم پر ضروری ہے۔

پاک صحائف میں مسیح کے بارے میں لکھا ہے، ''وہ اُس کے جلال کا پرتَو اور اُس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔...'' (عبرانیوں ۱ :۳) مسیح کو اپنے ریاکارانہ جال میں پھنسانے اور اُس کی تابعداری اور پیروی نہ کرنے کے سبب سے مذہبی لیڈر اُسی کے خلاف بغاوت کر رہے تھے جو اُن کا مالک و خداوند تھا۔ اِسی لئے وہ مسیح کا جواب سُن کر حیرت میں ڈوب گئے۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنے مالک و خداوند کی خدمت کرتے ہیں جس کی صُورت پر پیدا کِیئے گئے ہیں؟

افسوس کا مقام ہے کہ مسیح کا جواب دوسروں کو باز نہ رکھ سکا اور وہ بھی ریاکار فریسیوں کی طرح اُس کا امتحان لینے کی کوشش کرنے لگے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی ۱۸ سے ۲۷ آیت میں مرقس لکھتا ہے، ''پھر صدوُقیوں نے جو کہتے ہیں کہ قیامت نہیں ہو گی اُس کے پاس آ کر اُس سے یہ سوال کِیا کہ اَے اُستاد! ہمارے لئے موسیٰ نے لکھا ہے کہ اگر کِسی کا بھائی بے اَولاد مر جائے اور اُس کی بیوی رہ جائے تو اُس کا بھائی اُس کی بیوی کو لے لے تاکہ اپنے بھائی کے لئے نسل پیدا کرے۔ سات بھائی تھے۔ پہلے نے بیوی کی اور بے اَولاد مر گیا۔ دوسرے نے اُسے لیا اور بے اَولاد مر گیا اور اِسی طرح تیسرے نے، یہاں تک کہ ساتوں بے اَولاد مر گئے۔ سب کے بعد وہ عورت بھی مر گئی۔

قیامت میں یہ اُن میں سے کِس کی بیوی ہو گی؟ کیونکہ وہ ساتوں کی بیوی بنی تھی۔ یسوع نے اُن سے کہا، کیا تم اِس سبب سے گمراہ نہیں ہو کہ نہ کتابِ مُقدس کو جانتے ہو نہ خدا کی قدرت کو؟ کیونکہ جب لوگ مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے تو اُن میں بیاہ شادی نہ ہو گی بلکہ آسمان پر فرشتوں کی مانند ہوں گے۔ مگر اِس بارے میں کہ مُردے جی اُٹھتے ہیں، کیا تم نے موسیٰ کی کتاب میں جھاڑی کے ذِکر میں نہیں پڑھا کہ خدا نے اُس سے کہا کہ مَیں ابرہام کا خدا اور اِضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں؟ وہ تو مُردوں کا خدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے۔ پس تم بڑے گمراہ ہو۔" (مرقس ۱۲:۱۸۔۲۷)

مذہبی اِختیار والوں کی نظر میں صدوُقیوں کی بڑی طاقت اور اثر و رسُوخ تھا۔ اُن میں ایک یہودیوں کی عبادت گاہ ہیکل میں سردار کاہن کی حیثیت سے خدمت کرتا تھا۔ مگر بڑی حیرت کی بات ہے کہ جس خدا کی وہ پرستش و عبادت کرتے تھے، اُس کی قدرت و طاقت اور جس کلام کو وہ مُقدس جانتے تھے، اُس سے بالکل بے خبر تھے۔

لگتا ہے کہ صدوُقی موجودہ زندگی سے ہٹ کر مُستقبل کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر پاک صحائف میں صاف طور پر لکھا ہے کہ موجودہ زندگی ایسی نہیں جیسی تخلیق کے آغاز میں تھی۔ گناہ کے سبب سے موت دُنیا میں آئی۔ ذرا سوچیئے کہ اگر خدا اِتنا طاقت و قدرت والا ہے کہ مٹی کے بے جان لوتھڑے میں زندگی کا دَم پھونک کر زندگی پیدا کر دے تو کیا اُس میں طاقت و قدرت نہیں کہ وہ پھر زندگی دے سکے؟ پاک صحائف میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ مرنے کے بعد ہمارے

آپس کے رشتے ایسے ہی ہوں گے جیسے زمین پر ہیں۔ جیسا کہ یُوحنا رسول اپنے پہلے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''عزیزو! ہم اِس وقت خدا کے فرزند ہیں، اور ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہُوا کہ ہم کیا کچھ ہوں گے۔ اِتنا جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہو گا تو ہم بھی اُس کی مانند ہوں گے کیونکہ اُس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وہ ہے۔''(۱۔یُوحنا ۳:۲)

محدُود عقل یہاں تک سوچ نہیں سکتی اور نہ ہی ہم میں اِتنی سمجھ بُوجھ ہے کہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد کیسے ہوں گے۔ مگر مسیح کے جواب سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ جیسا زمین پر شادی بیاہ ہوتے ہیں آسمان پر ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ اِس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم فرشتوں کی مانند ہوں گے۔ فرشتوں کا حوالہ دیتے ہوئے مسیح یسوع نے صدُوقیوں کے ایک اَور عقیدے کو رَد کر دیا کہ فرشتوں کا کوئی وجود نہیں حالانکہ پاک صحائف میں فرشتوں کا نہ صرف وجود ہے بلکہ اُن کا اِلٰہی نظام و اِنتظام میں ایک اہم حِصہ ہے۔ (اعمال ۸:۲۳) اور مسیح نے صدُوقیوں کے ساتھ اِس مُعاملے کو پاک صحائف کا وہ حوالہ دے کر ختم کر دیا جِسے وہ سب سے زیادہ مُقدس جانتے تھے کہ مُردے پھر زندہ ہوں گے۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کیونکہ خدا مُردوں کا نہیں بلکہ زندوں کا خدا ہے۔

تینتیسواں باب

اوّل حُکم

(مرقس۱۲: ۲۸-۳۴)

سوال پوچھنے کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہم کچھ سیکھنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمارا علم کِسی خاص مسئلہ یا موضوع کے بارے میں کم ہوتا ہے اور سوال کر کے ہم چاہتے ہیں کہ اپنے علم و معلومات میں اِضافہ کریں۔ سوال کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ہم کوئی بات جو بتانے والے نے پہلے کِسی اَور طرح سے بتائی، اَب اُس کو کِسی اَور رنگ میں پیش کر رہا ہے تو اپنی اِس اُلجھن کو دُور کرنے کے لئے، پھر سے سوال کر کے اُس بات کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِسی طرح ہم کِسی کو تعلیم دیتے ہوئے سوال کریں گے یہ جاننے کے لئے جو اُسے سمجھایا گیا ہے، اُس کی سمجھ میں پوری طرح آیا ہے یا نہیں، اور یہ بھی کہ کیا وہ اِس بارے میں پہلے سے کچھ جانتا ہے۔

مگر بدقسمتی سے سوال کِسی اَور رنگ و نیت سے بھی کِئے جا سکتے ہیں یعنی ریاکارانہ اِرادے سے کِسی کو اپنے سوال کے جال میں پھنسانا جو بظاہر تو معصُومانہ سوال دِکھائی دے مگر درحقیقت نفرت و مکر سے بھرا ہُوا ہو تاکہ جواب دینے والے کو کِسی تکلیف یا مُصیبت میں پھنسا دیا جائے۔

مسیح یسوع کے ساتھ اکثر ایسا ہُوا کہ ریاکار و منافق ذہن کے لوگوں نے اُن کو

پھنسانے کے لئے مکاری سے بھرپور سوال کِئے۔ مثال کے طور پر اُس زمانہ کے کچھ مذہبی لیڈروں نے جو فریسیوں کے فرقہ سے اور کچھ لوگ جو ہیرودیس بادشاہ کی سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، مسیح سے پوچھا کہ رُومی حکمران قیصر کو ٹیکس دینا روا ہے؟ اُن کے سوال کے پیچھے ایک مکارانہ چال تھی کہ مسیح کچھ ایسا جواب دے کہ ہم اُسے گرفتار کرلیں۔ مگر جب مسیح نے اُن کو الٰہی حکمت و دانش سے بھرپور جواب دیا تو اُن کی مکاری کا سارا پول کھل گیا۔ پھر صدوٗقیوں کے فرقہ کے کچھ لوگوں نے مُردوں کی قیامت کے بارے میں سوال کِیا۔ ظاہر ہے کہ وہ اِس کوشش میں تھے کہ مسیح کو مجبور کریں کہ وہ اُن کے اِس دعوے کو قبول کریں کہ مُردوں کی قیامت نہیں۔ اُن کا اِرادہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، مسیح کا جواب اُن کی جہالت اور اِیمان کی کمزوری کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی تھا۔

مسیح یسوع سے سوال کرنے والے سارے ریاکار و منافق نہیں تھے بلکہ ایک ایسا شخص بھی تھا جو واقعی جاننا چاہتا تھا کہ خدا کے حُکموں میں سب سے اول کون سا ہے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل ۱۲ باب اُس کی ۲۸ سے ۳۴ آیت میں مرقس لکھتا ہے، ''اور فقیہوں میں سے ایک نے اُن کو بحث کرتے سُن کر جان لیا کہ اُس نے اُن کو خوب جواب دیا ہے۔ وہ پاس آیا اور اُس سے پوچھا کہ سب حُکموں میں اول کون سا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے، اَے اِسرائیل، سُن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تُو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت

رکھ۔ دُوسرا یہ کہ تُو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اِن سے بڑا اَور کوئی حُکم نہیں۔ فقِیہ نے اُس سے کہا، اَے اُستاد بہت خوب! تُو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اُس کے سِوا اَور کوئی نہیں، اور اُس سے سارے دِل اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت رکھنا اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنا سب سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے۔ جب یسوع نے دیکھا کہ اُس نے دانائی سے جواب دیا تو اُس سے کہا، تُو خدا کی بادشاہی سے دُور نہیں۔ اور پھر کِسی نے اُس سے سوال کرنے کی جرأت نہ کی۔" (مرقس ۱۲: ۲۸-۳۴)

فقِیہ نے جو سوال کِیا وہ بالکل مُناسب تھا۔ موسوی شریعت میں ۶۰۰ سے زیادہ ضابطے اور قاعدے ہیں، جو نہ صرف عبادت کے طریقۂ کار وضع کرتے ہیں بلکہ روز مرہ زندگی کے بہت سے پہلو اِنہی کی روشنی میں ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جائداد و ملکیت بارے قانون ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر قانون نہ تو ہر حالت میں اور نہ ہی ہر انسان پر ہر وقت لاگو ہو سکتا ہے۔ لہذا لازم تھا کہ یہودی لوگ دیکھیں کہ کِس حالت میں ایک قانون دوسرے سے زیادہ اہم و ضروری ہے۔ اِسی سے مطابقت رکھتا ہُوا سوال یہ ہے کہ کیا کوئی ایسا بڑا قانون بھی ہے جو سب پر حاوی ہو اور سب پر لاگو بھی آ سکے؟

اِس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُس شخص کا سوال بہت ہی مُناسب تھا کہ حُکموں میں سب سے بڑا حکم کون سا ہے؟ وہ سوچ رہا ہو گا کہ مسیح نے سب لوگوں کے سوالوں کا بہت حکمت و دانش سے جواب دیا تو کیوں نہ اِس مسئلہ کے بارے میں بھی وضاحت طلب کر لی جائے؟ مسیح کا سبت کے دِن بیماروں کو

شِفا دینا، کچھ لوگوں کے ذہن میں شک پیدا کر سکتا تھا کہ شائد اُن کے دِل میں موسوی شریعت کی کوئی زیادہ عزت واحترم نہیں۔ لہذا لازم تھا کہ معلوم کِیا جائے کہ مسیح قانونِ موسیٰ کو کیا اہمیت دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک کون سی بات زیادہ اہم ہے؟ وہ کون سے رہنما اُصول ہیں جن پر اُن کی زندگی اور تعلیم کا دارُومدار ہے؟

جواب میں مسیح نے اِستثنا کی کتاب کے ۶ باب کی ۴ سے ۵ آیت کا حوالہ دیا، ''سُن اَے اِسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ تُو اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ۔'' (اِستثنا ۶:۴-۵)

جیسا کہ مسیح نے واضح کِیا کہ سچے مذہب کا مرکز اور بُنیاد خدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سُلیمان بادشاہ نے واعِظ کی کتاب میں فرمایا کہ خدا کے بغیر ہماری ساری محنت، سرگرمیاں، مال و دولت، یہاں تک کہ ہماری زندگی بالکل باطل ہے، کچھ بھی نہیں۔ اِنجیلِ مُقدس میں عبرانیوں کی کتاب کے ۱۱ باب کی ۶ آیت میں یوں لکھا ہے، ''اور بغیر اِیمان کے اُس کو پسند آنا ناممکن ہے۔ اِس لئے کہ خدا کے پاس آنے والے کو اِیمان لانا چاہیے کہ وہ موجود ہے اور اپنے طالبوں کو بدلہ دیتا ہے۔'' (عبرانیوں ۱۱:۶)

یہ بات نہایت غور طلب ہے کہ مسیح اعلانیہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے۔ کچھ لوگ اِس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ مسیحی تین خداؤں کو مانتے ہیں۔ یہ بالکل جھوٹ اور من گھڑت اِلزام ہے کیونکہ مسیح یسوع نے خود کھلم کھلا اعلان کِیا کہ خدا ایک

ہے۔

مگر صرف یہ تسلیم کر لینا ہی کافی نہیں کہ خدا موجود ہے اور خدا ایک ہے بلکہ ہمارا فرض ہے کہ خدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھیں، ورنہ ہماری نمازیں، عبادتیں اور قربانیاں بے اثر اور بے مقصد ہوں گی۔ خدا نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں جو اُس سے دِل و جان سے محبت نہیں رکھتے بلکہ موسوی شریعت کے تحت صرف روایات اور رسم و رواج کی پابندی کرتے ہیں کیا خوب کہا ہے، ''کاشکہ تم میں کوئی ایسا ہوتا جو دروازے بند کرتا اور تم میرے مذبح پر عبث آگ نہ جلاتے! ربُ الافواج فرماتا ہے، مَیں تم سے خوش نہیں ہوں اور تمہارے ہاتھ کا ہدیہ ہرگز قبول نہ کروں گا۔'' (ملاکی ۱:۱۰) اَب سوال یہ ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا ہم خدا سے دِل و جان سے محبت رکھتے ہیں؟ یا صرف ظاہری رسم و رواج اور روایات کی پابندی کر رہے ہیں؟

مسیح یسوع نے بائبل مُقدس میں احبار کی کتاب کے ۱۹ باب کی ۱۸ آیت میں موسوی شریعت کے دوسرے اہم حکم کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا، ''...اپنے ہمسایہ سے اپنی مانند محبت کرنا...'' اگر ہم خدا سے محبت رکھتے ہیں تو ہم اُن سے بھی محبت رکھیں گے جن سے خدا محبت رکھتا ہے۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ پولس رسول اِسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے، ''...یہ باتیں کہ زنا نہ کر، خون نہ کر، چوری نہ کر، لالچ نہ کر اور اِن کے سِوا اَور جو کوئی حکم ہو اُن سب کا خلاصہ اِس بات میں پایا جاتا ہے کہ اپنے

پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ۔ محبت اپنے پڑوسی سے بدی نہیں کرتی، اِس واسطے محبت شریعت کی تعمیل ہے۔'' (رومیوں ۱۳: ۹-۱۰) یُوحنا رسول اِسی بارے میں لکھتا ہے، ''اگر کوئی کہے کہ مَیں خدا سے محبت رکھتا ہوں اور وہ اپنے بھائی سے عداوت رکھے تو جھوٹا ہے کیونکہ جو اپنے بھائی سے جِسے اُس نے دیکھا ہے محبت نہیں رکھتا وہ خدا سے بھی جِسے اُس نے نہیں دیکھا محبت نہیں رکھ سکتا۔'' (۱-یُوحنا ۴: ۲۰) محبت کے اِس اعلیٰ اور افضل معیار کو ذہن میں رکھتے ہوئے کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں، ہم واقعی خدا سے محبت رکھتے ہیں یا محض لفظوں کے خالی تیر چلا رہے ہیں؟ کیا مسیح آج ہمیں بھی کہہ سکتا ہے جیسا اُس نے سوال پوچھنے والے سے کہا، ''تُو خدا کی بادشاہی سے دُور نہیں۔''

چونتیسواں باب

مسیح کون ہے؟

(مرقس۱۲:۳۵-۴۴)

مسیح یسوع کون ہے؟ یہ ایک بہت ہی گہرا سوال ہے۔ اِس کا جواب جیسے بھی دیں، یقیناً خدا سے ہمارے تعلق و رشتہ اور نجات پر اثر انداز ہو گا۔ جو مسیح نے فرمایا، اگر سب سچائی پر مبنی ہے تو پھر وہ ایک اِنسان سے کہیں اعلیٰ، افضل اور عظیم تر ہے۔ اور اگر جو اُس نے کہا سچ نہیں تو اُس کی جعلی تعلیم اور جعلی مُعجزات پر اعتبار و یقین کر کے اُس کو خدا کا نبی ماننا فضول ہے۔

مسیح کے زمانہ کے مذہبی لیڈر مسیح کی تعلیم کے حقیقی معنی و مقصد سمجھنے سے قاصر تھے۔ وہ مسلسل اُسے بدنام کرنے اور اپنے مکرُوہ جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے رہے مگر اُن کا کوئی بھی حربہ کار گر ثابت نہ ہو سکا۔ اُلٹا ہر قدم پر اُن کو مُنہ کی کھانی پڑی کیونکہ مسیح نے اُن کے ہر سوال کا جواب ایسی حکمت و دانشمندی سے دیا کہ حیرت میں ڈوب گئے کہ اَب کیا کریں، کیسے اِس میں کوئی قصور تلاش کریں؟ درحقیقت مسیح کے جوابوں نے اُن کی مکارانہ سوچ اور جہالت و کم علمی کی قلعی کھول دی۔

مگر مسیح نے خاموشی اِختیار نہیں کی بلکہ مذہبی لیڈروں سے ایک سوال کر کے اُن کے چاروں طبق روشن کر دیئے، لیکن جن کے ذہن کھلے اور سچائی کو دیکھنا اور

قبول کرنا چاہتے تھے، مسیح کے سوال نے اُن کو اپنی حقیقی پہچان کروادی۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی ۳۵ سے ۴۰ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس اِس بارے میں لکھتا ہے، ''پھر یسوع نے ہیکل میں تعلیم دیتے وقت یہ کہا کہ فقیہ کیونکر کہتے ہیں کہ مسیح داؤد کا بیٹا ہے؟ داؤد نے خود رُوح اُلقدس کی ہدایت سے کہا کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا، میری دہنی طرف بیٹھ جب تک مَیں تیرے دُشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے کی چوکی نہ کر دُوں۔ داؤد تو آپ اُسے خداوند کہتا ہے، پھر وہ اُس کا بیٹا کہاں سے ٹھہرا؟ اور عام لوگ خوشی سے اُس کی سُنتے تھے۔ پھر اُس نے اپنی تعلیم میں کہا کہ فقیہوں سے خبردار رہو جو لمبے لمبے جامے پہن کر پھرنا اور بازاروں میں سلام اور عبادتخانوں میں اعلیٰ درجہ کی کُرسیاں اور ضیافتوں میں صدر نشینی چاہتے ہیں، اور وہ بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں اور دِکھاوے کے لئے نماز کو طُول دیتے ہیں۔ اِن ہی کو زیادہ سزا مِلے گی۔ (مرقس ۱۲:۳۵۔۴۰)

بہت سے نبیوں نے یہ پیشین گوئی کی کہ یہودیوں میں سے ایک عظیم نبی اُٹھے گا۔ اُس کی حکومت لوگوں کے اِنتخاب سے نہیں بلکہ خدا کے مَسح کِئے جانے سے قائم ہو گی۔ یہودی لوگ خدا کے مَسح کِئے ہوئے اِس نجات دہندے کا بڑی بے چینی سے اِنتظار کر رہے تھے۔ پاک صحائف میں لکھا بھی ہے اور مذہبی لیڈر تعلیم بھی یہی دیتے تھے کہ داؤد بادشاہ کی نسل سے مسیح پیدا ہو گا۔ مثال کے طور پر متی کی اِلہامی اِنجیل کے ۲ باب کی پہلی ۶ آیات میں لکھا ہے، ''جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہُوا تو دیکھو کئی مجوسی

پُورب سے یروشلیم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پُورب میں اُس کا ستارہ دیکھ کر ہم اُسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔ یہ سُن کر ہیرودیس بادشاہ اور اُس کے ساتھ یروشلیم کے سب لوگ گھبرا گئے، اور اُس نے قوم کے سب سردار کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کر کے اُن سے پوچھا کہ مسیح کی پیدایش کہاں ہونی چاہیے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا، یہودیہ کے بیت لحم میں کیونکہ نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے کہ اَے بیت لحم یہوداہ کے علاقے، تُو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری اُمت اِسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔'' (متی ۲:۱-۶)

ذہن میں رہے کہ یہوداہ وہ قبیلہ تھا جس میں سے داؤد بادشاہ پیدا ہوئے اور بیت لحم داؤد کا شہر تھا۔

اِس کی روشنی میں بہت ساری اَور پیشین گوئیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مذہبی رہنما اپنی جگہ بالکل صحیح تھے کہ مسیح، داؤد کی نسل سے ہو گا۔ اُن کا اِس بات سے بھی اِختلاف نہیں کہ مسیح کا نسب نامہ داؤد سے جا ملتا ہے۔ لہٰذا مسیح نے جس طرح سے سوال پوچھا اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اِشارہ کر رہا تھا کہ ہاں، مسیح نبیوں کی پیشین گوئیوں کے عین مطابق دُنیا میں آئے گا۔ مگر اِس سے ایک اہم سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ داؤد بادشاہ کا خود موعودہ مسیح کے بارے میں کیا تصور ہے؟ مسیح نے اپنے سوال کا جواب زبور ۱۱۰ کا حوالہ دیتے ہوئے دیا کہ داؤد خود مسیح کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہوئے اُسے اپنے سے عظیم تر مانتا ہے۔ درحقیقت داؤد نے مسیح کو خداوند کہہ کر مخاطب کِیا۔ یہ خطاب

صرف خدا کے لئے اِستعمال ہوتا ہے۔ مسیح خداوند، داوٗد کے الفاظ کا حوالہ دے کر یہ ثابت کر رہے تھے کہ مسیح، داوٗد بادشاہ اور اُس کے خاندان سے کہیں اعلیٰ، افضل اور عظیم تر ہیں۔ ہاں، جسمانی طور پر دیکھا جائے تو مسیح، داوٗد کا بیٹا ہے مگر وہ اُس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اُس میں اُلوہیت ہے۔

یہ سُن کر مذہبی لیڈروں پر خاموشی چھا گئی۔ وہ مسیح سے اِختلاف کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ نبیوں کی باتوں کو جھٹلانے والے بن جاتے۔ مگر دوسری طرف اگر وہ مسیح سے مُتفِق ہوتے تو یہ حقیقت تسلیم کرتے کہ وہ نہ صرف خدا کا مَسح کِیا ہُوا مسیح ہے بلکہ اُس میں خدا کی اُلوہیت ہے۔

لوگوں کا ہجوم مذہبی لیڈروں کو اپنے سامنے بے نقاب ہوتے دیکھ کر بہت لطف اُٹھا رہا تھا۔ شائد وہ پہلے ہی سے اپنے مذہبی رہنماؤں کی ریاکاری کے بارے میں جانتے تھے، اِس سے پہلے کہ مسیح نے اُن پر مذہب کے ٹھیکیداروں کی مکاری ظاہر کی۔ یہ ایسے ریاکار اور مُنافق رہنما تھے جنہوں نے مذہب کے چوغے میں اپنی خود غرض خواہشات کو چھپا رکھا تھا۔ وہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بہت بڑے دینی عالم، پاک و راستباز بنا کے پیش کرتے تھے، اور لوگوں سے عزت اور احترام کروا کے خوش ہوتے تھے۔ مگر در حقیقت یہ اپنے دینی عہدے اور حیثیت کو لوگوں کو خدا کے خلاف اُبھارنے کے لئے اِستعمال کرتے تھے، حالانکہ اُسی خدا کی خدمت کا دعویٰ کرتے تھے۔ مسیح نے خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اِن لوگوں کو سخت ترین سزا مِلے گی۔ مگر اَب سوال یہ ہے کہ ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہمارا اِیمان اصلی اور خالص ہے؟ کہیں ہم نے بھی

اپنی خود غرض خواہشات کو مذہب کے چوغے میں تو نہیں چھپا رکھا؟
مگر ہر کوئی مذہبی رہنماؤں کی طرح ریاکاری سے خدا کی خدمت نہیں کر رہا تھا۔
آیت ۴۱ سے ۴۴ میں مرقس بتاتا ہے کہ اِس کے بعد کیا ہُوا، ''پھر وہ ہیکل کے خزانہ کے سامنے بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ لوگ ہیکل کے خزانہ میں پیسے کِس طرح ڈالتے ہیں اور بہتیرے دولتمند بہت کچھ ڈال رہے تھے۔ اِتنے میں ایک کنگال بیوہ نے آ کر دو دمڑیاں یعنی ایک دھیلا ڈالا۔ اُس نے اپنے شاگردوں کو پاس بُلا کر اُن سے کہا، مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو ہیکل کے خزانہ میں ڈال رہے ہیں، اِس کنگال بیوہ نے اُن سب سے زیادہ ڈالا کیونکہ سبھوں نے اپنے مال کی بہتات سے ڈالا مگر اِس نے اپنی ناداری کی حالت میں جو کچھ اِس کا تھا یعنی اپنی ساری روزی ڈال دی۔'' (مرقس ۱۲:۴۱-۴۴)
جس غریب بیوہ نے اپنا سب کچھ ہیکل کے خزانہ میں ڈال دیا، وہ مذہبی لیڈروں اور دولتمندوں کے بالکل برعکس تھی۔ مذہبی رہنماؤں کے مقابلہ میں وہ دِل و جان سے اپنے خدا کی خدمت و پرستش کرتی تھی۔ اور دولتمندوں کے مقابلہ میں جو اپنے مال کی بہتات میں سے تھوڑا سا خدا کے گھر میں ڈالتے تھے، اِس غریب بیوہ کے پاس جو کچھ تھا، سب خدا کو دے دیا۔ لہٰذا وہ مذہبی لیڈروں اور دولتمندوں سے زیادہ خدا کی وفادار و تابعدار تھی۔
اِس واقعہ سے ہم خدا کے گھر میں دینے کا ایک اہم سبق سیکھتے ہیں: بات یہ نہیں کہ کِتنا زیادہ یا کِتنا کم ہم دیتے ہیں بلکہ اہم بات یہ ہے کہ جِتنا ہے اُس میں سے کِتنا اور کِس نیت و رویہ سے ہم خدا کو دیتے ہیں۔ اگر ہم دُنیاوی نکتۂ

نظر سے دیکھیں تو اُس کنگال بیوہ نے جو دیا وہ کچھ بھی نہیں، مگر مسیح کی نظر میں وہ بیش بہا یعنی حد سے زیادہ ہے۔ ایک اَور مقام پر پاک کلام میں لکھا ہے، ''...اگر نیت ہو تو خیرات اُس کے مُوافق مقبول ہو گی جو آدمی کے پاس ہے نہ اُس کے مُوافق جو اُس کے پاس نہیں۔'' (۲۔ کرنتھیوں۸: ۱۲) اِس معیار کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ کیا ہمارے ہدیئے اور نذرانے خدا کے ہاں مقبول ہیں؟

پینتیسواں باب

خاتمہ کے نشان

(مرقس۱۳: ۱-۲۰)

ہم سوچتے ہیں کہ سب کچھ اِسی طرح چلتا رہے گا جیسے ابھی چل رہا ہے، اور اگر کچھ تبدیل بھی ہُوا تو وہ ہماری ہی بہتری کے لئے ہو گا۔ اور جب ہم سمجھتے بھی ہیں کہ حالات خراب سے خراب تر ہو رہے ہیں اور بھاری مُصیبت آنے والی ہے مگر ہمارے اندر کی آواز بار بار کہتی ہے کہ نہیں ہمیں کچھ نہیں ہو گا، یہ سب بھی گزر ہی جائے گا۔ لیکن بعض اوقات ہماری اُمید کے مطابق حالات بہتر نہیں ہوتے اور مُصیبت و تباہی ہمیں چاروں طرف سے آ گھیرتی ہے، اور اکثر ہمیں تکلیف و اذیت سہنا ہی پڑتی ہے۔

ایک بار مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کی مُستقبل کے بارے میں غلط سوچ کو دُرست کِیا۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۳ باب کی ۱ سے ۲۰ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ”جب وہ ہیکل سے باہر جا رہا تھا تو اُس کے شاگردوں میں سے ایک نے اُس سے کہا، اَے اُستاد، دیکھ یہ کیسے کیسے پتھر اور کیسی کیسی عمارتیں ہیں! یسوع نے اُس سے کہا، تُو اِن بڑی بڑی عمارتوں کو دیکھتا ہے؟ یہاں کِسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے۔ جب وہ زیتون کے پہاڑ پر ہیکل کے سامنے بیٹھا تھا تو پطرس اور یعقوب اور یُوحنا اور اِندریاس نے

تنہائی میں اُس سے پوچھا، ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی؟ اور جب یہ سب باتیں پوری ہونے کو ہوں اُس وقت کا کیا نشان ہے؟ یسوع نے اُن سے کہنا شروع کِیا کہ خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے۔ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ مَیں ہی ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور جب تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہیں سُنو تو گھبرا نہ جانا۔ اِن کا واقع ہونا ضرور ہے لیکن اُس وقت خاتمہ نہ ہو گا کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی۔ جگہ جگہ بھونچال آئیں گے اور کال پڑیں گے۔ یہ باتیں مُصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی۔ لیکن تم خبردار رہو کیونکہ لوگ تم کو عدالتوں کے حوالہ کریں گے اور تم عبادتخانوں میں پیٹے جاؤ گے اور حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے میری خاطر حاضر کِئے جاؤ گے تا کہ اُن کے لئے گواہی ہو، اور ضرور ہے کہ پہلے سب قوموں میں اِنجیل کی مُنادی کی جائے۔ لیکن جب تمہیں لے جا کر حوالہ کریں تو پہلے فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کہیں بلکہ جو کچھ اُس گھڑی تمہیں بتایا جائے وہی کہنا کیونکہ کہنے والے تم نہیں ہو بلکہ رُوح اُلقدس ہے۔ اور بھائی کو بھائی اور بیٹے کو باپ قتل کے لئے حوالہ کرے گا اور بیٹے ماں باپ کے برخلاف کھڑے ہو کر اُنہیں مروا ڈالیں گے۔ اور میرے نام کے سبب سے سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا۔ پس جب تم اُس اُجاڑنے والی مکرُوہ چیز کو اُس جگہ کھڑی ہوئی دیکھو جہاں اُس کا کھڑا ہونا روا نہیں (پڑھنے والا سمجھ لے) اُس وقت جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں۔ جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر سے کچھ لینے کو نہ نیچے

اُترے نہ اندر جائے، اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لَوٹے۔ مگر اُن پر افسوس جو اُن دِنوں میں حامِلہ ہوں اور جو دُودھ پلاتی ہوں! اور دُعا کرو کہ یہ جاڑوں میں نہ ہو کیونکہ وہ دِن ایسی مُصیبت کے ہوں گے کہ خلقت کے شروع سے جِسے خدا نے خلق کِیا نہ اَب تک ہوئی ہے نہ کبھی ہو گی۔ اور اگر خداوند اُن دِنوں کو نہ گھٹاتا تو کوئی بشر نہ بچتا مگر اُن برگزیدوں کی خاطر جن کو اُس نے چُنا ہے اُن دِنوں کو گھٹایا۔'' (مرقس (۱۳:۱۔۲۰)

مسیح کی اِس تعلیم کو سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم پاک کلام کے دوسرے حوالہ جات سے جانتے ہیں کہ شاگردوں نے نہ صرف یروشلیم میں ہیکل کی تباہی بلکہ مسیح کی دُنیا میں آمد اور دُنیا کے خاتمہ کے بارے میں بھی پوچھا۔ یہ اندازہ لگانا آسان نہیں کہ مسیح کا کون سا جواب کِس سوال کے بارے میں ہے۔ مگر سمجھنے میں دِقت کے باوجود ہم جان سکتے ہیں کہ مسیح نے جو کہا اُس میں سے آج ہم پر کیا لاگو آتا ہے۔

جب شاگردوں میں سے کِسی ایک نے ہیکل کی شان اور بڑے بڑے پتھروں کی خوبصورتی کے بارے میں کچھ کہا تو مسیح نے جواب دیا کہ تُو جو دیکھتا ہے اِن میں سے کِسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ شاگرد یہ سُن کر حیرت میں ڈوب گئے ہوں گے کہ اِتنی عالی شان عمارت کیسے تباہ و برباد ہو سکتی ہے؟ بہرحال جو مسیح نے کہا وہ سچ ٹھہرا جب ۷۰ عیسوی میں رُومیوں نے ہیکل کو تباہ و برباد کر دیا۔ اگرچہ آج بھی وہ بُنیادی ڈھانچہ قائم ہے جس پر اُسے تعمیر کِیا گیا تھا، مگر ہم وہ دُرست مقام نہیں جانتے جہاں ہیکل

کھڑی تھی۔

اِس سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی چیزیں اور شان و شوکت پائیداری کی گارنٹی نہیں دے سکتی ہیں۔ اور ہم اِنسان بھی اکثر ظاہری خوبصورتی اور شان و شوکت سے متاثر ہو جاتے ہیں مگر اِن چیزوں کے بارے میں خدا کا معیار بہت مختلف ہے۔ یروشلیم میں ہیکل نے اپنا مقصد پورا نہیں کِیا۔ خدا چاہتا تھا کہ یہ خدا کا گھر ہو جہاں سب قومیں آ کر دُعا کریں تاکہ ہر ذات پات اور رنگ و نسل کے لوگ اِس کے وسیلہ سے خدا کے پاس آئیں۔ مگر بدقسمتی سے مذہبی لیڈروں کی ریاکاری اور رکاوٹ کی وجہ سے خدا کا یہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔ اُنہوں نے خدا کو عظمت و جلال بخشنے کی بجائے ہیکل کو اپنا مرکز بنا لیا۔ دوسری طرف ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہیکل نے بھی اپنا مقصد پورا کر دیا۔ ہیکل وہ جگہ تھی جہاں خدا کی حضوری آدمیوں میں سکونت کرتی تھی۔ مسیح نے ہیکل کی اہمیت ختم کر دی کیونکہ وہ خود اِنسانی شکل میں خدا کی صورت ہے۔ جہاں اصل ہے وہاں کاپی یا تصویر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اِنہی دو وجوہات کی بِنا پر ہیکل نے اپنے اثر و مقصد کو ختم کر دیا اور خدا نے بھی اُسے اپنے سے دُور کر دیا۔

مسیح نے اپنے شاگردوں کو اِس بارے میں بھی خبردار کِیا کہ وہ سُنی سُنائی باتوں پر کان نہ دھریں۔ افسوس کی بات ہے کہ مسیح کا نام لینے والا ہر شخص نہ تو مسیحی ہو سکتا ہے اور نہ ہی مسیح کا پیروکار۔ دُنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کو مسیح کے نام پر دھوکا دیتے ہیں اور اُن کے دِل میں قیامت کے دِن کا خوف بٹھا کر فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ جبکہ ہم قیامت کا ذِکر کر رہے ہیں تو ایک

مرتبہ مسیح نے فرمایا، ''اُس دِن بہتیرے مجھ سے کہیں گے، اَے خداوند، اَے خداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدرُوحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دِکھائے؟ اُس وقت مَیں اُن سے صاف کہہ دوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اَے بدکارو، میرے پاس سے چلے جاؤ۔'' (متی ۷:۲۲-۲۳)

مسیح نے اپنے شاگردوں سے یہ بھی کہا کہ افواہیں سُن کر گھبرانا نہیں۔ قدرتی آفات کا آنا ضرور ہے کیونکہ یہ سب قدرت کے نظام کا حِصہ ہے مگر اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خاتمہ نزدیک ہے۔ ذہن میں رکھو کہ خدا اُس وقت تک دُنیا کو نیست و نابود نہیں کرے گا جب تک مسیح کی خوشخبری سب قوموں تک نہ پہنچ جائے۔ اِسی طرح مسیحیوں پر ظلم و ستم اور سزا و اذیت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بس دُنیا کا خاتمہ ہونے والا ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ اگر جنگ، قدرتی آفات اور ظلم و اذیت ایسے نشان نہیں جو دُنیا کے خاتمہ کی طرف اِشارہ کرتے ہیں، تو پھر نشان ہے کیا؟ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو دانی ایل نبی کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اُس میں جو لکھا ہے وہ ایک نشان ہے جس سے تم جانو گے کہ یروشلیم کی تباہی نزدیک ہے۔ دانی ایل نبی کی یہ پیشین گوئی کہ ''اُجاڑنے والی مکرُوہ چیز۔'' یہ شامی بادشاہ کی طرف اِشارہ ہے جس نے ۱۶۷ قبل از مسیح محکم مَقدِس میں ناپاک قربانی پیش کرکے مذبح کو بے حُرمت کر دیا تھا۔ مگر مسیح نے یہ بھی کہا کہ یہ پیشین گوئی ایک بار پھر پوری ہو گی۔ جب شاگرد اُجاڑنے والی مکروہ چیز کو آتا

دیکھیں تو وہ شہر سے اُٹھ بھاگیں۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ مسیح کے شاگردوں نے اپنے خداوند و اُستاد کی ہدایات کو بہت سنجیدگی سے لیا، اور جب اُنہوں نے رُومی فوج کو یروشلیم کی طرف بڑھتے دیکھا تو وہ دوسرے شہر کو بھاگ گئے اور محفوظ رہے۔

مسیح یسوع کی اِن باتوں سے ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہم ہر وقت تیار رہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ کب دُنیا کا خاتمہ ہو جائے، مگر جب خاتمہ ہو تو کیا ہمارا دِل اور ہماری جان خدا کے ساتھ جُڑے ہوئے ہوں گے؟ جب یروشلیم پر تباہی و بربادی آئی تو مسیح کے پیرو کار بچ گئے کیونکہ اُنہوں نے مسیح کی باتوں پر تابعداری سے یقین کِیا، اور بالکل تیار تھے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح کی دُنیا میں آمد اور خدا کی ابدی عدالت کے لئے تیار ہیں؟

چھتّیسواں باب

جاگتے رہو!

(مرقس۱۳: ۲۱-۳۷)

مُستقبل میں کیا ہونے والا ہے؟ کب اور کیسے دُنیا کا خاتمہ ہو گا؟ اکثر لوگ اِن سوالوں کو سوچ سوچ کر پریشان رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ مسیح یسوع کے شاگردوں نے اُن کی توجہ یروشلیم میں ہیکل یعنی خدا کی عبادت گاہ کی شان و شوکت کی طرف کروائی۔ جواب میں اُنہوں نے کہا کہ ہیکل مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائے گی۔ ظاہر ہے شاگردوں نے اپنے اُستاد سے تباہ و برباد ہونے کا نشان پوچھا جس سے اُنہیں پہلے سے پتہ چل جائے کہ تباہی آنے والی ہے۔ مسیح نے اُنہیں بتایا کہ اُنہیں کیا دیکھنا ہے، مگر ساتھ ساتھ اُنہوں نے شاگردوں کو خبردار بھی کِیا کہ وہ کیا کریں۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل میں خدا کا پیارا بندہ مرقس اِسی بارے میں لکھتا ہے، ''اور اُس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں یا دیکھو وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور نشان اور عجیب کام دِکھائیں گے تاکہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں۔ لیکن تم خبردار رہو۔ دیکھو مَیں نے تم سے سب کچھ پہلے ہی کہہ دیا ہے۔'' (مرقس ۱۳: ۲۱-۲۳)

جب کوئی مُصیبت یا تکلیف میں گھِرا ہوتا ہے تو کچھ موقع شِناس خوف زدہ

لوگوں کی پریشانی سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ پریشان حال لوگوں کو اپنا پیرو کار بنانے کے لئے جھوٹے دعوے اور جھوٹی باتیں گھڑتے ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ معجزات اور نشان خدا کی طرف سے ہوتے ہیں، مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ مسیح یسوع فرماتے ہیں کہ جھوٹے نبی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کرنے والے فریبی معجزات دِکھاتے ہیں مگر اُن کا پیغام جھوٹ پر مبنی ہوتا ہے۔ ہمیں اِس سے ایک اہم سبق سیکھنا ہے کہ جب بھی کوئی نبی یا مسیح ہونے کا دعویٰ کرے تو ہمیں اُس کے پیغام کا خدا کے کلام سے موازنہ کرنا ہے کہ جو وہ کہہ رہا ہے خدا کے زندہ کلام کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر اُس کا پیغام خدا کے پہلے سے نازل شدہ زندہ کلام کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا تو نبی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا اور فریبی ہے اِس کے باوجود کہ وہ معجزات دِکھاتا ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ مسیح دُنیا میں آچُکا ہے لیکن اگر کوئی اپنے آپ کو مسیح کہتا اور نجات دہندہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے تو ہمیں اُس سے خبردار رہنا ہے۔

یہودیوں کی عبادت گاہ ہیکل کی تباہی و بربادی کو دُنیا کے خاتمہ کے لئے اِستعارے یعنی تشبیہ کے لئے اِستعمال کِیا گیا ہے۔ جھوٹے نبیوں اور مسیح ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں سے خبردار کرنے کے بعد مسیح یسوع نے ۲۴ سے ۲۷ آیت میں فرمایا، ”مگر اُن دِنوں میں مُصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا، اور آسمان سے ستارے گرنے لگیں گے، جو قوتیں آسمان میں ہیں وہ ہلائی جائیں گی۔ اور اُس وقت لوگ ابنِ آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ بادلوں میں آتے دیکھیں گے۔ اُس وقت وہ فرشتوں کو بھیج کر

اپنے برگزیدوں کو زمین کی اِنتہا سے آسمان کی اِنتہا تک چاروں طرف سے جمع کرے گا۔''(مرقس۱۳: ۲۴-۲۷)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مسیح یسوع ایک دِن واپس اِس دُنیا میں آئیں گے۔ پاک صحائف میں واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ پہلے کی طرح بنی نوع اِنسان کو نجات دینے نہیں بلکہ دُنیا کا اِنصاف کرنے آئیں گے۔ مسیح کی دُنیا میں آمد کے وقت آسمان پر مختلف نشان ظاہر ہوں گے۔ ستارے اور آسمانی قوتیں عجیب اور انوکھے انداز میں کام کریں گی۔ مسیح یسوع نے اپنی دُنیا میں آمد کے لئے وہی زبان اِستعمال کی جو پُرانے عہدنامہ میں بہت سی پیشین گوئیوں میں اِستعمال کی گئی۔ پاک صحائف کے دوسرے حوالہ جات سے بھی یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسیح کی آمد پر آسمان پر بہت عجیب اور حیرت انگیز باتیں ظہور پذیر ہوں گی۔ مگر پاک صحائف میں پُرانے عہدنامہ کے حوالوں میں اِسی طرح کی زبان سیاسی شورش و اِنقلاب یا قوموں کے زوال کے لئے اِستعمال کی گئی ہے، اور شائد اِس لئے کہ مسیح کی آمد سے پہلے دُنیا میں قومی اور سیاسی سطح پر حیرتناک تبدیلیاں رُونما ہوں گی۔

اِس کے علاوہ مسیح نے یہ بھی فرمایا کہ وہ قدرت اور جلال کے ساتھ دُنیا میں آئیں گے، جس سے کِسی کو بھی اُن کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں ہو گی کیونکہ اُن کا جاہ و جلال اور عظمت و حشمت ساری دُنیا دیکھے گی۔ اُن کے ساتھ فرشتے بھی ہوں گے جن کو وہ ساری دُنیا میں بھیجیں گے کہ مسیح کے لوگوں کو اِکٹھا کریں۔ اِس کے باوجود کہ آج تہذیب و تمدن، زبان، رسم و رواج نے

ہمیں ایک دوسرے سے دُور کر رکھا ہے مگر مسیح میں یہ ساری جُدائی اور دُوری ختم ہو جائے گی۔ اِس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کِسی جھوٹے مسیح کو اِتنی قدرت و طاقت نہیں ہو گی کہ وہ اِس طرح اپنے پیرو کاروں کو طلب کر سکے۔

مسیح کے دُنیا میں آنے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، ہمارا رویہ اور ردِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ آیت ۲۸ سے ۳۷ میں مسیح یسوع فرماتے ہیں، ''اَب انجیر کے درخت سے ایک تمثیل سیکھو۔ جُونہی اُس کی ڈالی نرم ہوتی اور پتے نکلتے ہیں تم جان لیتے ہو کہ گرمی نزدیک ہے۔ اِسی طرح جب تم اِن باتوں کو ہوتے دیکھو تو جان لو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازہ پر کھڑا ہے۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہو گی۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں نہ ٹلیں گی۔ لیکن اُس دِن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا مگر باپ۔ خبردار! جاگتے اور دُعا کرتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ وقت کب آئے گا۔ یہ اُس آدمی کا سا حال ہے جو پردیس گیا اور اُس نے گھر سے رُخصت ہوتے وقت اپنے نوکروں کو اِختیار دیا یعنی ہر ایک کو اُس کا کام بتا دیا اور دربان کو حُکم دیا کہ جاگتا رہے۔ پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ گھر کا مالک کب آئے گا، شام کو یا آدھی رات کو یا مُرغ کے بانگ دیتے وقت یا صُبح کو۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک آ کر وہ تم کو سوتے پائے۔ اور جو کچھ مَیں تم سے کہتا ہوں وہی سب سے کہتا ہوں کہ جاگتے رہو۔''
(مرقس ۱۳:۲۸۔۳۷)

مسیح کے یہ الفاظ کِسی حد تک پریشان و حیران کر دینے والے ہیں کہ یہ نسل

ہرگز تمام نہ ہو گی جب تک جو اُس نے کہا پورا نہ ہو۔ مرقس لکھتا ہے کہ کچھ دِن بعد جب مسیح کو صلیب دیا گیا تو تقریباً تین گھنٹے تک سارے مُلک میں اندھیرا چھا گیا، اور مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے تھوڑی دیر بعد خدا کا رُوح پوری طاقت سے شاگردوں پر نازل ہُوا۔ اِس موقع پر پطرس رسول نے کہا کہ یوئیل نبی کی معرفت جو پیشن گوئی کی گئی تھی وہ پوری ہوئی۔ پطرس، یوئیل نبی کا حوالہ دیتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ یوئیل نبی نے وہی زبان اِستعمال کی جو مسیح نے اپنے دُنیا میں واپس آنے کے بارے میں کی۔ شائد ایک لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح اُس دِن پہلے ہی زمین پر اپنی بادشاہت یعنی اپنی کلیسیا قائم کرنے کے لئے آئے۔ لیکن لگتا ہے جو ہُوا وہ اُس عظیم دِن کی ایک جھلک ہے جب مسیح دوبارہ دُنیا میں آئے گا۔

اگرچہ مسیح کا دُنیا میں آنا ہمارے لئے حیرت کا باعث نہیں ہو گا مگر پھر بھی ہم اِس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ آنے کا صحیح وقت اور دِن جانتے ہیں۔ تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجئے، بہت لوگوں نے یہ دعویٰ کِیا کہ وہ عین وقت اور دِن جانتے ہیں کہ مسیح کب دُنیا میں آئیں گے۔ یہ ایک مذاق سے کم نہیں کیونکہ مسیح خود صاف اور واضح الفاظ میں اپنے شاگردوں کو کہہ چکے ہیں کہ باپ یعنی خدا کے علاوہ کوئی صحیح دِن اور وقت نہیں جانتا۔ اَب ہم جانتے ہیں کہ جب کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسیح کے دُنیا میں آنے کا وقت اور دِن جانتا ہے تو بالکل غلط ہے، وہ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا۔

بہت سے لوگ اِس کے برعکس یہ غلطی کرتے ہیں کہ نہیں جانتے کہ مسیح کب

آئیں گے لہذا فکرمندی کی کوئی بات نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں مسیح نے کہا کہ یہ بے خبری میں غافل سو رہے ہیں۔ کیونکہ نہیں جانتے ہیں کہ مسیح اچانک کب آ جائیں گے تو ہمارا فرض ہے کہ ہر حالت میں تیار رہیں۔ مگر اَب سوال یہ ہے کہ کہیں آپ بھی بے خبری و غلفت کی نیند سو تو نہیں رہے؟ کیا آپ مسیح کی دُنیا میں دوبارہ آمد کے لئے تیار ہیں؟

سینتیسواں باب

جو کچھ وہ کر سکی اُس نے کِیا

(مرقس۱۴: ۱-۱۱)

کیا ہم نے کبھی ایسے شخص کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو کِسی حاجت مند کی مدد کر کے اچھا کام کر رہا ہو؟ شائد اُس نے دیکھا کہ کوئی شخص دُکھ، تکلیف میں ہے اور مدد کرنے کو تیار ہو گیا، اور ہم نے جان بوجھ کر اُس کی مدد نہیں کی، اور اُسے بے یارو مددگار چھوڑ دیا۔ بجائے اِس کے ہم اُس کی تعریف کرتے، فوراً اُس کی نیکی، ہمدردی اور رحمدلی کو نشانہ بنا کر اُس پر طنز و تنقید کے تیر برسانے لگے۔ مسیح یسوع بھی اپنی موت سے چند دِن پہلے ایک ایسی ہی حالت سے دوچار ہوئے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل میں خدا کا نیک بندہ مرقس ۱۴ باب کی ۱ سے ۱۱ آیت میں لکھتا ہے، ''دو دِن کے بعد فسح اور عیدِ فطیر ہونے والی تھی اور سردار کاہن اور فقِیہ موقع ڈھونڈ رہے تھے کہ اُسے کیونکر فریب سے پکڑ کر قتل کریں۔ کیونکہ کہتے تھے کہ عید میں نہیں، ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوا ہو جائے۔ جب وہ بیت عنیاہ میں شمعون کوڑھی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تو ایک عورت جٹاماسی کا بیش قیمت خالص عِطر سنگِ مرمر کے عِطر دان میں لائی اور عِطر دان توڑ کر عِطر کو اُس کے سَر پر ڈالا۔ مگر بعض اپنے دِل میں خفا ہو کر کہنے لگے یہ عِطر کِس لئے ضائع کِیا گیا؟ کیونکہ یہ عِطر تین سو دِینار سے زیادہ کو بِک کر

غریبوں کو دیا جا سکتا تھا اور وہ اُسے مَلامت کرنے لگے۔ یسوع نے کہا، اُسے چھوڑ دو۔ اُسے کیوں دِق دیتے ہو؟ اُس نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے کیونکہ غریب غُربا تو ہمیشہ تمہارے پاس ہیں۔ جب چاہو اُن کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو لیکن مَیں تمہارے پاس ہمیشہ نہ رہوں گا۔ جو کچھ وہ کر سکی اُس نے کِیا۔ اُس نے دفن کے لئے میرے بدن پر پہلے ہی سے عِطر ملا۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمام دُنیا میں جہاں کہیں اِنجیل کی مُنادی کی جائے گی، یہ بھی جو اِس نے کِیا اِس کی یادگاری میں بیان کِیا جائے گا۔ پھر یہوداہ اِسکریوتی جو اُن بارہ میں سے تھا سردار کاہنوں کے پاس چلا گیا تا کہ اُسے اُن کے حوالہ کر دے۔ وہ یہ سُن کر خوش ہوئے اور اُس کو روپئے دینے کا اِقرار کِیا اور وہ موقع ڈھونڈنے لگا کہ کِسی طرح قابو پا کر اُسے پکڑوا دے۔''

(مرقس۱۴:۱-۱۱)

مرقس لکھتا ہے کہ مذہبی لیڈر مسیح کو پکڑ کر قتل کرنا چاہتے تھے۔ اُن کو گرفتار کرنے کے لئے سردار کاہن اور فریسیوں نے ایک حکم نامہ بھی جاری کر رکھا تھا کہ کِسی کو معلوم ہو کہ مسیح کہاں ہے تو اِطلاع دے تا کہ اُسے پکڑ لیں (یوحنا۱۱:۵۷)۔ اَب سوال یہ ہے کہ حکمران اور اِختیار والے مسیح یسوع کو قتل کیوں کرنا چاہتے تھے؟ یوحنا رسول لکھتا ہے کہ وہ خوف زدہ تھے کہ اگر سب لوگ مسیح پر اِیمان لا کر اُس کے پیچھے چل پڑے تو اُن کے عہدے اور اِختیار خطرے میں پڑ جائیں گے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بھی اُن کی دُنیاوی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ لہذا یسوع کو مسیح اور نجات دہندہ قبول کرنے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر

اُس کے تابع کرنے کی بجائے اُنہوں نے فیصلہ کِیا کہ اُسے قتل کر دیں۔ آج بھی دُنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن کی سوچ اور رویہ ایسا ہی ہے۔ وہ اپنی خودی یعنی اپنی ذات کے نشہ میں مست ہو کر رستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ نہ تو ایک دوسرے کی خدمت کرنا پسند کرتے ہیں اور نہ ہی خدا کے مُقدس و پاک مسیح کی تابعداری۔

اگرچہ حکمرانوں نے مسیح کو پکڑنے کے لئے اُن کے خلاف حکم نامہ جاری کر دیا تھا کہ جس کِسی کو مسیح کے بارے میں معلوم ہو کہ کہاں ہے تو فوراً اعلیٰ حکام کو اِطلاع کرے، بیت عنیاہ میں دو خاندان ایسے تھے جنہوں نے حکمرانوں کے اِس حکم کی قطعی پرواہ نہ کی۔ یہ لعزر اور شمعون کوڑھی کے خاندان کے لوگ تھے۔ اُنہوں نے مسیح کو پکڑوانے کی بجائے اُس کے لئے شام کے کھانے کا اِنتظام کِیا۔ یہ ایک بہت ہی جُرات مندانہ قدم تھا کیونکہ لعزر کے خاندان کے یروشلیم میں یہودی حکمرانوں سے کافی قریبی تعلقات تھے۔ اُنہوں نے مسیح کو اپنے گھر دعوت پر بُلا کر واضح پیغام دیا کہ اُن کو اپنے دوست احباب اور باقی مِلنے جُلنے والوں کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں۔

مسیح کی یہ دعوت شمعون کوڑھی کے گھر پر ہوئی۔ ہم شمعون کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے، مگر عین ممکن ہے جس کو مسیح نے کوڑھ کے مرض سے شفا دی یہ وہی ہو۔ لگتا ہے کہ اِس موقع پر شمعون نے میزبانی کے فرائض اِنجام دیئے، جبکہ لعزر کی بہن مرتھا نے کھانا تیار کِیا اور اُن کی خدمت میں پیش کِیا۔

جب کھانا کھایا جا رہا تھا تو لعزر کی بہن مریم نے بیش قیمت عطر یسوع کے

سَر پر ڈالا۔ اُس نے مسیح سے اپنی بیش بہا محبت و پیار کا اِظہار پانی اور تیل سے نہیں بلکہ بیش قیمت عطر ڈال کر کِیا۔ ایک اَور مقام پر اِسی بارے میں لکھا ہے کہ مریم نے یہی عطر یسوع کے پاؤں پر ڈالا اور اپنے بالوں سے اُس کے پاؤں پونچھے۔ یہودی دستور کے مطابق یہ ایک بہت ہی حیران کن بلکہ شرم کی بات تھی کہ ایک عورت کِسی غیر مرد کے سامنے اِس طرح اپنے بال کھول کر بیٹھے۔ مریم نے نہ صرف مسیح یسوع کے لئے اپنی بے پناہ محبت و عقیدت کا عملی اِظہار بیش قیمت عطر کی صورت میں اپنی دولت نچھاور کر کے کِیا بلکہ اپنی عزت و وقار بھی اپنے مالک و اُستاد پر قربان کر دیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اُس نے مسیح کی تابعداری و وفاداری اور عقیدت و محبت میں اپنا سب کچھ اپنے خداوند کے حوالہ کر دیا۔

مریم نے جو عطر اِستعمال کِیا وہ کِس قدر قیمتی تھا؟ مرقس لکھتا ہے کہ اُس کی قیمت ۳۰۰ دینار تھی۔ ایک آدمی جو دِن بھر کام کرتا ہے وہ صرف ایک دینار کما سکتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ عطر جو مریم نے مسیح پر ڈالا وہ ایک سال کی اُجرت کے برابر تھا۔

مریم کے اِس جذبۂ عقیدت سے ہر کوئی خوش نہیں تھا، یہاں تک کہ مسیح کے شاگردوں نے اِس پر بہت اعتراض کِیا کہ اِتنا پیسہ ضائع کر دیا۔ یہی عطر بیچ کر پیسہ غریبوں کو کیوں نہ دیا گیا؟ مگر مسیح نے اُنہیں سخت الفاظ میں تنبیہ کرتے ہوئے کہا، ''غریب غُربا تو ہمیشہ تمہارے پاس ہیں۔ لیکن مَیں تمہارے پاس ہمیشہ نہ رہوں گا۔ اُس نے دفن کے لئے میرے بدن پر پہلے ہی سے عِطر مَلا۔''

مسیح کے الفاظ سے یوں لگتا تھا کہ اُسے غریبوں کی کوئی پرواہ نہیں مگر یہاں وہ غریبوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہا تھا بلکہ وہ اپنے شاگردوں کو اولیت و فوقیت بارے ایک سبق سِکھا رہا تھا۔ کِسی کو جسمانی شفا دینے کا کوئی فائدہ نہیں اگر اُسے یہ نہ بتایا جائے کہ جو جسم کو شفا دے سکتا ہے وہ رُوح کو نجات و شفا دینے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ کِسی غریب بھوکے کو روٹی دینے کا کوئی فائدہ نہیں اگر ہم اُسے آسمانی روٹی اور زندگی کے پانی کی بابت نہیں بتاتے۔

اگر ہمیں کوئی کہتا ہے کہ ہم مسیح کی عبادت و پرستش اور پرچار و منادی میں بہت زیادہ وقت ضائع کرتے ہیں تو یہ ایک واضح اِشارہ ہے کہ اُن کی مسیح کے لئے وفاداری و تابعداری اور زندگی کے مقصد و سوچ میں کچھ خرابی ہے۔ مسیح کے شاگرد یہوداہ اِسکریوتی کے مسئلہ میں حقیقت یہ ہے کہ اُسے غریبوں سے کچھ ہمدردی اور پیار نہیں تھا۔ یوحنا رسول لکھتا ہے کہ وہ ایک چور تھا اور اُس کے پاس پیسوں کی تھیلی رہتی تھی۔ اُس میں جو کچھ بھی پڑتا تھا وہ نکال لیتا تھا۔ لہذا وہ چاہتا تھا کہ عطر بیچ کر پیسے تھیلی میں ڈالے جائیں تا کہ وہ اپنی جیب گرم کر سکے۔

دوسری طرف مریم کو اِن سب باتوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اُس کی نظر تو بس خداوند کی خدمت پر لگی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے وہ خوب جانتی تھی کہ یروشلیم میں حکمرانوں نے مسیح کو پکڑنے کا حکم نامہ جاری کر رکھا ہے۔ کِسی نہ کِسی طرح وہ جانتی تھی کہ مسیح یسوع کچھ ہی دیر میں مر جائیں گے۔ وہ اُن کی موت کو تو نہیں رُوک سکتی مگر اِتنا تو کر سکتی ہے کہ اپنے مالک و خداوند کی خوب خدمت کرے۔ جب اُس کو مسیح کے لئے اپنی محبت و عقیدت کے اِظہار کا موقع مِلا تو

اُس نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مگر اَب سوال یہ ہے کہ آج ہمارے پاس بھی موقع ہے، اِس سے پہلے کہ وقت ہمارا ساتھ نہ دے، کیا ہم نے کبھی اپنے عزیز رشتے داروں اور دوست احباب کو کہا ہے کہ ''مَیں تمہیں پیار کرتا ہوں یا کرتی ہوں۔''

مریم اور یہوداہ اِسکریوتی دونوں مسیح کے پیرو کار تھے، مگر دونوں میں بُنیادی فرق یہ ہے کہ ایک نے محبت و عقیدت سے سَر شار ہو کر اپنا سب کچھ اپنے خداوند پر قربان کر دیا اور دوسرے نے دھوکے و لالچ کے نشہ میں ڈوب کر اپنے خداوند کو چند سِکوں کے عوض صلیب پر لٹکا دیا۔ آج ہمیں اپنے آپ سے بھی ایک سوال پوچھنا ہے کہ کیا ہم روپے پیسے کو مسیح خداوند سے زیادہ پیار کرتے ہیں؟

اڑتیسواں باب

عہد کا خُون

(مرقس۱۴: ۱۲-۲۶)

اکثر لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہماری زندگی کا کچھ مقصد ہونا چاہیے۔ یہی وہ احساس ہے جو ہمیں مشکلات کے باوجود کچھ کرنے کا حوصلہ اور طاقت بخشتا ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ مسیح کی زندگی کا مقصد کیا تھا؟ اُس وقت کے مذہبی رہنما اور حکمران اُن کو قتل کرنے کے لئے بے تاب تھے مگر وہ پھر بھی دوسروں کو آسمان کی بادشاہت، گناہوں سے نجات اور ابدی زندگی کی تعلیم دیتے رہے۔ وہ مشکلوں اور تکلیفوں کے باوجود کیوں محتاجوں اور ضرورتمندوں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے؟ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۱۲ سے ۱۶ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس، مسیح یسوع کی موت سے کچھ دیر پہلے اُس آخری کھانے کا ذِکر کرتا ہے جس کو آخری فسح بھی کہتے ہیں۔ ''عیدِ فطیر کے پہلے دِن یعنی جس روز فسح کو ذبح کِیا کرتے تھے اُس کے شاگردوں نے اُس سے کہا تُو کہاں چاہتا ہے کہ ہم جا کر تیرے لئے فسح کھانے کی تیاری کریں؟ اُس نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بھیجا اور اُن سے کہا، شہر میں جاؤ۔ ایک شخص پانی کا گھڑا لئے ہوئے تمہیں مِلے گا۔ اُس کے پیچھے ہو لینا، اور جہاں وہ داخل ہو اُس گھر کے مالک سے کہنا، اُستاد کہتا ہے کہ میرا مہمان خانہ جہاں مَیں اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح

کھاؤں کہاں ہے؟ وہ آپ تم کو ایک بڑا بالا خانہ آراستہ اور تیار دِکھائے گا۔ وہیں ہمارے لئے تیاری کرنا۔ پس شاگرد چلے گئے اور شہر میں آ کر جیسا اُس نے اُن سے کہا تھا ویسا ہی پایا اور فسح کو تیار کِیا۔" (مرقس ۱۴: ۱۲-۱۶)

عیدِ فسح یہودیوں کا ایک نہایت اہم تہوار تھا۔ یہ فرعون کی غلامی سے آزادی کی خوشی میں یادگار کے طور پر منایا جاتا تھا۔ کیونکہ پہلے مصریوں نے بنی اِسرائیل کو آزاد کرنے سے اِنکار کر دیا تھا اِس لئے خدا نے اُن پر آفات نازل کِیں۔ آخری آفت ایسی تھی جس میں خدا نے مصریوں کی پہلی اولاد یعنی پہلوٹھوں کی جان لے لی، مگر بنی اِسرائیل کو اِس تباہی و بربادی سے بچانے کے لئے خدا نے اُن کو حکم دیا کہ ایک برہ ذبح کرو اور اُس کا خون اُوپر کی چوکھٹ اور دروازہ کے دونوں بازوؤں پر لگا دینا تاکہ جب موت کا فرشتہ دروازہ پر خون لگا ہُوا دیکھے گا تو اُس گھر کو چھوڑ دے گا۔ اِس طرح بنی اِسرائیل کا پہلوٹھا موت سے بچ جائے گا۔

یہ کیسی عجیب سی بات ہے کہ عیدِ فسح کے تہوار کے موقع پر جو کھانا غلامی سے آزادی کی خوشی میں کھایا جارہا تھا، مسیح کو اپنے شاگردوں کو یہ خبر دینا تھی کہ تم میں ایک مجھے قتل ہونے کے لئے پکڑوائے گا۔ آیت ۱۷ سے ۲۱ میں مرقس لکھتا ہے، "جب شام ہوئی تو وہ اُن بارہ کے ساتھ آیا۔ اور جب وہ بیٹھے کھا رہے تھے تو یسوع نے کہا، مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک جو میرے ساتھ کھاتا ہے مجھے پکڑوائے گا۔ وہ دِلگیر ہوئے اور ایک ایک کر کے اُس سے کہنے لگے، کیا مَیں ہوں؟ اُس نے اُن سے کہا، وہ بارہ میں سے ایک ہے جو

میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے، کیونکہ ابنِ آدم تو جیسا اُس کے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے لیکن اُس آدمی پر افسوس جس کے وسیلہ سے ابنِ آدم پکڑوایا جاتا ہے! اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا ہوتا۔'' (مرقس ۱۴:۱۷-۲۱)

مسیح کے اِس حیرت انگیز اِنکشاف سے شاگرد حیران و پریشان ہو گئے۔ اُن گیارہ کے لئے ایسا سوچنا بھی ایک مکرُوہ اور گھناؤنا عمل تھا۔ یقیناً یہوداہ اِسکریوتی کے لئے بھی یہ اِنکشاف حیرت کا باعث ہو گا کہ مسیح کو کیسے اُس کے فریب اور دُھوکہ کا پتہ چل گیا؟ یہ مسیح یسوع کی رحمدلی و ہمدردی کا ایک نشان تھا کہ اُنہوں نے بے وفا شاگرد کی دوسروں کے سامنے توہین و بے عزتی نہیں کی، بلکہ اُنہوں نے اُس دُھوکے باز کو پورا پورا موقع دیا کہ وہ اپنے جُرم اور قصور کا اِقرار کر کے توبہ کرے۔

یہوداہ کو تو اپنے مکرُوہ جرم اور بے وفائی کے نتائج بھُگتنا ہی پڑیں گے، مگر یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ مسیح پہلے سے جانتے تھے کہ یہوداہ اِسکریوتی کی دُھوکے بازی کلامِ مُقدس کی پیشین گوئیوں کی تکمیل تھی۔ بائبل مُقدس میں داؤد نبی خدا کی قدرت کی تحریک سے لکھتا ہے، ''...میرے دِلی دوست نے جس پر مجھے بھروسا تھا اور جو میری روٹی کھاتا تھا، مجھ پر لات اُٹھائی ہے۔'' (زبور ۴۱:۹)

زبور کی کتاب کے کئی اَور حوالاجات میں مسیح کے دُکھ اُٹھانے کے بارے میں صاف صاف لکھا ہے۔یسعیاہ نبی پیشین گوئی کرتے ہوئے موت کے دُکھ اور تکلیف کا حال بتاتا ہے کہ اُس پر کیا کیا ظلم و ستم ڈھائے جائیں گے۔

اپنے بارے میں پیشین گوئیوں کی طرف اِشارہ دیتے ہوئے جن میں اُن کی دُکھ تکلیف اور ظلم و ستم کا پہلے سے ذِکر تھا، مسیح نے شاگردوں کے ساتھ آخری کھانا کھاتے ہوئے ایک نہایت اہم اور ناقابلِ فراموش کام کِیا۔ اِس بارے میں مرقس اپنی اِلہامی کتاب کے ۱۴ باب کی ۲۲ سے ۲۶ آیت میں لکھتا ہے، ''اور وہ کھا ہی رہے تھے کہ اُس نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور اُن کو دی اور کہا، لو یہ میرا بدن ہے۔ پھر اُس نے پیالہ لے کر شکر کِیا اور اُن کو دیا اور اُن سبھوں نے اُس میں سے پِیا۔ اور اُس نے اُن سے کہا یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لئے بہایا جاتا ہے۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ انگور کا شِیرہ پھر کبھی نہ پیوں گا اُس دِن تک کہ خدا کی بادشاہی میں نیا نہ پِیوں۔ پھر گیت گا کر باہر زیتون کے پہاڑ پر گئے۔ (مرقس ۱۴:۲۲-۲۶)

یہودی لوگ عیدِ فسح کا کھانا اُس قربانی کی یاد میں کھاتے تھے جس کے سبب سے اُنہوں نے فرعون کے ظلم و ستم کی جسمانی غلامی سے نجات پائی۔ اِس موقع پر بے خمیری روٹی توڑی جاتی تھی جو گناہ کی غیرموجودگی یعنی دُوری کا احساس دِلاتی تھی، مگر جب مسیح نے روٹی کو اپنے بدن سے تشبیہ دی تو اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ اُن کا بدن روٹی میں تبدیل ہو گیا ہے جبکہ وہ شاگردوں کے سامنے حقیقی بدن میں ہی بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے روٹی سے اپنے آپ کو عیدِ فسح کی ایک پاک اور بے داغ قربانی کے طور پر پیش کِیا یعنی گناہ کی غلامی سے نجات کی قربانی۔ اِس کے کئی سال بعد پولس رسول نے اِس بارے میں خدا کی تحریک سے اپنے اِلہامی خط میں لکھا، ''پُرانا خمیر نکال کر اپنے آپ کو پاک کر لو

تا کہ تازہ گندھا ہُوا آٹا بن جاؤ۔ چنانچہ تم بے خمیر ہو کیونکہ ہمارا بھی فسح یعنی مسیح قربان ہُوا۔ پس آؤ ہم عید کریں، نہ پُرانے خمیر سے اور نہ بدی اور شرارت کے خمیر سے بلکہ صاف دِلی اور سچائی کی بے خمیر روٹی سے۔'' (ا۔ کرنتھیوں ۵:۷۔۸)

اِسی طرح مسیح نے انگور کے شِیرے کو اپنا نئے عہد کا خون کہا جو بہتیروں کے لئے بہایا جاتا ہے۔ اِن الفاظ سے مسیح نے اپنے بارے میں یسعیاہ نبی کی اِس پیشین گوئی کی طرف اِشارہ کیا، ''...اُس نے بہتوں کے گناہ اُٹھا لئے اور خطاکاروں کی شفاعت کی۔'' (یسعیاہ ۵۳:۱۲)

جس طرح خدا نے خون کے وسیلہ سے یہودیوں کے ساتھ باندھے ہوئے اپنے عہد کی تصدیق کی، اُسی طرح مسیح کا خون نبیوں کی پیشین گوئیوں کے عین مطابق نئے عہد میں رہنمائی کرے گا۔ یہ نیا عہد صرف یہودیوں کے ساتھ نہیں ہو گا بلکہ ہر اُس شخص کو اُس کے گناہوں سے ابدی نجات دے گا جو اِس میں شامل ہو گا۔

پیالہ سے پینا باہمی رفاقت و بھائی چارے کو ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ دُکھ تکلیف اور اذیت سہنے سے پہلے اُن کے ساتھ یہ آخری کھانا ہے، مگر اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ شاگردوں کے ساتھ پھر موجود نہیں ہو گا۔ مسیح یسوع پھر اُن سے خدا کی آسمانی بادشاہی میں رفاقت رکھیں گے۔ آج مسیح کے پیروکار ہر اِتوار کو مسیح کی اِس قربانی کی یاد میں اِکٹھے ہو کر بے خمیری روٹی کھاتے اور انگور کا شِیرہ پیتے ہیں، بالکل ایسے جیسے مسیح اُن کے ساتھ

حاضر موجود ہیں۔

یہ ایک روایتی بات تھی کہ عیدِ فسح کے کھانے کے بعد زبور ۱۱۸ گا کر خدا کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کِیا جائے۔ اِلہامی زبور کے یہ الفاظ ہم جب بھی پڑھتے ہیں تو دِل کو ایک عجیب سا سکون، اُمید، تازگی، حوصلہ اور دلیری ملتی ہے۔ ''خداوند میری قوت اور میرا گیت ہے۔ وہی میری نجات ہُوا۔ صادِقوں کے خیموں میں شادمانی اور نجات کی راگنی ہے۔ خداوند کا دہنا ہاتھ دِلاوری کرتا ہے۔ خداوند کا دہنا ہاتھ بُلند ہُوا ہے۔ خداوند کا دہنا ہاتھ دِلاوری کرتا ہے۔ مَیں مَروں گا نہیں بلکہ جیتا رہوں گا، اور خداوند کے کاموں کا بیان کروں گا۔'' (زبور ۱۱۸: ۱۴-۱۷)

کیونکہ مسیح یسوع ہمارے لئے فسح کا برہ بنے اِسی لئے ہم اِس قابل ہوئے کہ جیتے رہیں۔ وہ ہماری نجات کی قربانی ہے۔ اُسی کے وسیلہ سے ہم نے گناہ اور موت پر فتح پائی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے مسیح کو اپنا فسح کا برہ تسلیم کِیا ہے؟ کیا آپ چاہتے ہیں گناہ اور موت پر فتح پا کر ہمیشہ کے لئے جیتے رہیں؟

اُنتالیسواں باب

جاگو اور دُعا کرو

(مرقس۱۴: ۲۷-۵۲)

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے اندر بہت اخلاقی جُرأت اور دلیری ہے حالانکہ حقیقت اِس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ ہم جب بھی دیکھتے ہیں کہ کوئی آزمائش میں پھنس کر حالات کا مقابلہ نہ کر سکا اور ہمت ہار کے غلط کام کر بیٹھا تو بڑے فخریہ انداز میں کہیں گے، ''مَیں ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتا خواہ کچھ بھی ہو جاتا۔'' مگر جب ہم خود آزمائشوں میں پھنس کر کوئی اُلٹا کام کرتے ہیں تو تب ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہمارا فخر کرنا بالکل فضول ثابت ہُوا۔

مسیح کے شاگردوں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہُوا، وہ بھی اپنے فخر کو قائم نہ رکھ سکے۔ جب مسیح اور اُس کے شاگرد فسح کا کھانا کھا چُکے تو اُٹھ کر زیتون کے پہاڑ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۲۷ سے ۳۱ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اور یسوع نے اُن سے کہا، تم سب ٹھوکر کھاؤ گے کیونکہ لکھا ہے کہ مَیں چرواہے کو ماروں گا اور بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی، مگر مَیں اپنے جی اُٹھنے کے بعد تم سے پہلے گلیل کو جاؤں گا۔ پطرس نے اُس سے کہا، گو سب ٹھوکر کھائیں لیکن مَیں نہ کھاؤں گا۔ یسوع نے اُس سے کہا، مَیں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ تُو آج اِسی رات مُرغ کے دو بار بانگ

دینے سے پہلے تین بار میرا اِنکار کرے گا۔ لیکن اُس نے بہت زور دے کر کہا، اگر تیرے ساتھ مجھے مرنا بھی پڑے تَو بھی تیرا اِنکار ہر گز نہ کروں گا۔ اِسی طرح اَور سب نے بھی کہا۔" (مرقس ۱۴: ۲۷-۳۱)

اگرچہ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو کئی بار واضح طور پر بتایا کہ وہ ظلم و ستم سہیں گے اور موت کے گھاٹ اُتار دیئے جائیں گے، مگر شاگردوں کو یہ بات بالکل سمجھ نہیں آئی۔ وہ یہ سمجھتے رہے کہ مسیح دُنیا میں ایک زمینی بادشاہت قائم کریں گے اور وہ بڑے بڑے اعلیٰ عہدُوں پر فائز ہوں گے۔ مسیح کی بادشاہی کی غلط فہمی اور اپنے اعلیٰ عہدُوں کی خواہش وہَوس نے اُن کی اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈال دیا۔ فسح کا آخری کھانا کھاتے ہوئے مسیح نے پہلے ہی اُنہیں حیرت میں ڈال دیا تھا کہ تم میں ایک مجھے پکڑوائے گا۔ اور اَب زکریاہ نبی کا حوالہ دیتے ہوئے اُنہوں نے شاگردوں کو خبردار کِیا کہ تم سب مجھے چھوڑ جاؤ گے۔ شاگردوں نے مسیح کی اِس تنبیہ کو سنجیدگی سے لینے اور اپنے آپ کو آنے والی آزمائش کے لئے تیار کرنے کی بجائے بڑھ چڑھ کر یہ یقین دِلانا شروع کر دیا کہ وہ دوسرے سے کہیں زیادہ وفادار ہے۔

شاگردوں کے آزمائش میں گرنے کی وجوہات کچھ ہی دیر بعد اَور بھی نمایاں ہو گئیں۔ اِس بارے میں مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۳۲ سے ۴۲ آیت میں لکھتا ہے، "پھر وہ ایک جگہ آئے جس کا نام گتسمنی تھا اور اُس نے شاگردوں سے کہا یہاں بیٹھے رہو جب تک مَیں دُعا کروں۔ اور پطرس اور یعقوب اور یُوحنا کو اپنے ساتھ لے کر نہایت حیران اور بے قرار ہونے لگا، اور اُن سے

کہا، میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو۔ اور وہ تھوڑا آگے بڑھا اور زمین پر گِر کر دُعا کرنے لگا کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ پر سے ٹل جائے۔ اور کہا، اَے ابا! اَے باپ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اِس پیالہ کو میرے پاس سے ہٹا لے تَو بھی جو مَیں چاہتا ہوں وہ نہیں بلکہ جو تُو چاہتا ہے وہی ہو۔ پھر وہ آیا اور اُنہیں سوتے پا کر پطرس سے کہا، اَے شمعون تُو سوتا ہے؟ کیا تُو ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکا؟ جاگو اور دُعا کرو تاکہ آزمایش میں نہ پڑو۔ رُوح تو مُستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔ وہ پھر چلا گیا اور وہی بات کہہ کر دُعا کی۔ اور پھر آ کر اُنہیں سوتے پایا کیونکہ اُن کی آنکھیں نیند سے بھری تھیں اور وہ نہ جانتے تھے کہ اُسے کیا جواب دیں۔ پھر تیسری بار آ کر اُن سے کہا، اَب سوتے رہو اور آرام کرو۔ بس وقت آ پہنچا ہے۔ دیکھو اِبنِ آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کِیا جاتا ہے۔ اُٹھو چلیں، دیکھو میرا پکڑوانے والا نزدیک آ پہنچا ہے۔" (مرقس ۱۴:۳۲-۴۲)

کِتنی عجیب سی بات ہے کہ وہ لوگ جو کچھ دیر پہلے مسیح سے وفاداری کا بڑھ چڑھ کر دعویٰ کر رہے تھے اَب وہی لوگ اُس کی جاگتے رہو کی درخواست پر عمل نہ کر سکے۔ بجائے اِس کے اپنے مالِک و خداوند کے ساتھ جاگتے وہ گھوڑے بیچ کر لمبی تان کے گہری نیند سو گئے۔ شاگردوں کی یہ لاپرواہی ہمارے لئے بھی ایک سبق ہے کہ ہمارے لئے بھی آزمائش میں ثابت قدم رہنا کیوں مشکل ہوتا ہے۔ جب ہم مسیح کی ہدایات پر عمل نہیں کرتے یعنی بِلاناغہ دُعا نہیں کرتے، مستعد و چوکنا نہیں رہتے، تو شاگردوں کی طرح ہم بھی آزمائشوں اور مشکلوں کا

سامنا کر نہیں پاتے۔
شاگردوں کے برعکس، مسیح باقاعدگی سے خدا کے ہاں دُعا کر رہے تھے کہ جو مشکل اُن پر آنے والی ہے وہ ٹل جائے۔ کیونکہ مسیح یسوع کو گرفتار کر لیا گیا، لعنت ملامت کی گئی اور صلیب پر لٹکا دیا گیا تو بہت سے لوگ اپنے اِیمان کی کمزوری کے باعث یہ کہیں گے کہ خدا نے مسیح کی دُعا نہیں سُنی۔ مگر عبرانیوں کی اِلہامی کتاب کا مصنف ہمیں یقین دِلاتے ہوئے کہتا ہے کہ خدا نے مسیح کی دُعا سُنی کہ اُسے موت سے بچا لے (عبرانیوں ۵:۷)۔ ایسا کیسے ممکن ہے؟ ہاں، یہ حقیقت ہے کہ مسیح صلیب پر مَر گئے مگر یہ بھی سچ ہے کہ خدا نے اُنہیں مُردوں میں سے جی اُٹھایا۔ وہ اَب ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں، موت کا اُن پر کچھ اثر نہ رہا۔ اِس طرح خدا نے اُن کی دُعا سُن کر اُن کے جسم کو باقی اِنسانوں کی طرح گلنے سڑنے سے بچا کر ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔
خدا نے مسیح کی دُعا کیوں سُنی؟ مرقس اپنی اِلہامی کتاب میں لکھتا ہے کہ مسیح نے جب دُعا کی تو خدا کی مرضی کو پورا ہونے کی اِلتجا کی نہ کہ اپنی خواہش کو ترجیح دی۔ عبرانیوں کی اِلہامی کتاب کا مصنف خدا کی تحریک سے لکھتا ہے کہ خداترسی کے سبب سے اُس کی سُنی گئی (عبرانیوں ۵:۷)۔ مسیح کی دُعا میں ذاتی خواہش کا عمل دخل نہیں تھا بلکہ خدا کی مرضی کو اولیت دی۔ اور جب بھی ہم خدا کی مرضی کی بجائے ذاتی مقاصد کو سامنے رکھ کر دُعا مانگتے ہیں تو ہماری دُعا قبول نہیں ہوتی۔
مسیح یسوع نے بار بار اپنے شاگردوں کو تاکید کی کہ وہ مُستعد رہیں اور دُعا مانگنے

میں مشغول رہیں۔ مرقس اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۴۳ سے ۵۲ آیت میں لکھتا ہے کہ جب وہ اپنے شاگردوں کو سمجھا رہا تھا تو کیا ہُوا۔ ''وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ فی اُلفور یہوداہ جو اُن بارہ میں سے تھا اور اُس کے ساتھ ایک بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے سردار کاہنوں اور فقیہوں اور بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی۔ اور اُس کے پکڑوانے والے نے اُنہیں یہ نشان دیا تھا کہ جس کا مَیں بوسہ لوں وہی ہے، اُسے پکڑ کر حفاظت سے لے جانا۔ وہ آ کر فی اُلفور اُس کے پاس گیا اور کہا، اَے ربی! اور اُس کے بوسے لئے۔ اُنہوں نے اُس پر ہاتھ ڈال کر اُسے پکڑ لیا۔ اُن میں سے جو پاس کھڑے تھے ایک نے تلوار کھینچ کر سردار کاہن کے نوکر پر چلائی اور اُس کا کان اُڑا دیا۔ یسوع نے اُن سے کہا، کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لے کر مجھے ڈاکو کی طرح پکڑنے نکلے ہو؟ مَیں ہر روز تمہارے پاس ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔ لیکن یہ اِس لئے ہُوا کہ نوشتے پورے ہوں۔ اِس پر سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر ایک جوان اپنے ننگے بدن پر مہین چادر اُوڑھے ہوئے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ اُسے لوگوں نے پکڑا، مگر وہ چادر چھوڑ کر ننگا بھاگ گیا۔'' (مرقس ۱۴: ۴۳۔۵۲)

دُھوکے بازی کے چوغے میں لپٹی ہوئی محبت سے زیادہ سنگین بے وفائی کوئی اَور نہیں ہو سکتی۔ یہوداہ اِسکریوتی کی محبت کے بُوسے میں چھپی اِسی ریاکاری کے بارے میں پولس رسول کہتا ہے ''...پاک بوسہ لے کر آپس میں سلام کرو۔'' (۱۔ کرنتھیوں ۱۶: ۲۰) مگر یہاں صرف یہوداہ اِسکریوتی ہی قصوروار نہیں تھا بلکہ مسیح کی وفاداری کے بلند و بالا دعوے کرنے والے شاگرد بھی جو اِس آزمائش کا

سامنا کرنے کے لئے بالکل تیار نہ تھے، اپنے اُستاد و مالک کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ہاں، یہ سچ ہے کہ اُن میں سے ایک نے تلوار کے زور پر مسیح کو بچانے کی کوشش کی مگر اِس سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ مسیح کے ازلی مقصد و اِرادے یعنی آسمان کی بادشاہی کی حقیقت سمجھنے اور جاننے سے بالکل قاصر تھے۔ دوسرے حوالہ جات میں صاف لکھا ہے کہ مسیح نے پطرس کو تلوار چلانے سے نہ صرف رُوکا بلکہ اپنے زخمی دُشمن کو اُسی گھڑی شفا بھی دی۔ یہ دیکھ کر شاگرد ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مذہبی عالم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ شخص جو اپنی چادر چھوڑ کر ننگا بھاگا تھا وہ مرقس ہی تھا جس نے بعد میں خدا کے رُوح کی تحریک سے یہ سب لکھا۔

مسیح نے اُن لوگوں کی بُزدلی اور ریاکاری پر لعن طعن کی جو اُسے رات کی تاریکی میں پکڑنے آئے تھے کیونکہ وہ سَرِ عام عبادتخانوں میں تعلیم دیتا تھا۔ وہ اُسے وہاں پکڑ سکتے تھے، مگر اُنہوں نے جو خود رُوحانی طور پر اندھیرے میں بیٹھے تھے، رات کی تاریکی کو پسند کِیا کہ دُنیا کے نور کو بُجھانے کی کوشش کریں۔ وہ اپنے ساتھ ہتھیار بھی لائے تھے کہ امن کے شہزادے یعنی مسیح کی طرف سے کِسی بھی قِسم کی مزاحمت ہو تو حملہ کر کے وہیں ختم کر دیں۔

چالیسواں باب

کیا تُو مسیح ہے؟

(مرقس۱۴: ۵۳-۶۵)

بائبل مُقدس ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا راستباز و عادل ہے۔ خدا کِسی ایسے شخص کے قصور اور گناہ پر لعنت ملامت نہیں کرتا جو اُس نے کِیا ہی نہیں۔ مثال کے طور پر جب خدا کے پیارے بندے ابرہام نے خدا کے حضور اِلتجا کرتے ہوئے کہا کہ وہ گناہ آلودہ شہر سدُوم کو تباہ و برباد کرنے سے باز رہے، ''... کیا تُو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کرے گا؟ شائد اُس شہر میں پچاس راستباز ہوں۔ کیا تُو اُسے ہلاک کرے گا اور اُن پچاس راستبازوں کی خاطر جو اُس میں ہوں اُس مقام کو نہ چھوڑے گا؟ ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے اور نیک بد کے برابر ہو جائیں۔'' (پیدایش ۱۸: ۲۳-۲۵)

اِس حوالہ کی روشنی میں مذہبی رہنما جو حلیمی و اِیمانداری سے خدا کی خدمت کرنے کے لئے چُنے گئے تھے، مسیح کو عدالت میں کھڑا کر کے خود ہی اِلٰہی قانون توڑ کے بڑی ریاکاری سے عدل و اِنصاف کی دھجیاں بکھیر رہے تھے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۵۳ سے ۶۵ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس عدالتی کاروائی کے بارے میں لکھتا ہے، ''پھر وہ یسوع کو سردار کاہن کے پاس لے گئے اور سب سردار کاہن اور بزرگ اور فقیہ اُس کے ہاں جمع ہو گئے۔ اور

پطرس فاصلہ پر اُس کے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانہ کے اندر تک گیا اور پیادُوں کے ساتھ بیٹھ کر آگ تاپنے لگا۔ اور سردار کاہن اور سب صدرِ عدالت والے یسوع کو مار ڈالنے کے لئے اُس کے خلاف گواہی ڈھونڈنے لگے مگر نہ پائی، کیونکہ بہتیرُوں نے اُس پر جھوٹی گواہیاں تو دیں لیکن اُن کی گواہیاں مُتفق نہ تھیں۔ پھر بعض نے اُٹھ کر اُس پر یہ جھوٹی گواہی دی کہ ہم نے اُسے یہ کہتے سُنا ہے کہ مَیں اِس مَقدس کو جو ہاتھ سے بنا ہے ڈھاؤں گا اور تین دِن میں دوسرا بناؤں گا جو ہاتھ سے نہ بنا ہو۔ لیکن اِس پر بھی اُن کی گواہی مُتفق نہ نکلی۔ پھر سردار کاہن نے بیچ میں کھڑے ہو کر یسوع سے پوچھا کہ تُو کچھ جواب نہیں دیتا؟ یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں؟ مگر وہ خاموش ہی رہا اور کچھ جواب نہ دیا۔ سردار کاہن نے اُس سے پھر سوال کِیا اور کہا، کیا تُو اُس سُتودہ کا بیٹا مسیح ہے؟ یسوع نے کہا، ہاں، مَیں ہوں۔ اور تم اِبنِ آدم کو قادرِ مُطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھو گے۔ سردار کاہن نے اپنے کپڑے پھاڑ کر کہا، اَب ہمیں گواہوں کی کیا حاجت رہی؟ تم نے یہ کُفر سُنا۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ اُن سب نے فتویٰ دیا کہ وہ قتل کے لائق ہے۔ تب بعض اُس پر تھوکنے اور اُس کا منہ ڈھانپنے اور اُس کے مُکے مارنے اور اُس سے کہنے لگے نبوت کی باتیں سُنا! اور پیادُوں نے اُسے طمانچے مار مار کر اپنے قبضہ میں لیا۔'' (مرقس ۱۴: ۵۳-۶۵)

اپنی اِلہامی اِنجیل میں تین مختلف جگہوں پر مرقس نے لکھا ہے کہ مذہبی حکمران موقع کی تلاش میں تھے کہ مسیح کو قتل کریں۔ عدالتی کاروائی کا مقصد عدل و

اِنصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا یا سچائی تلاش کرنا نہیں تھا بلکہ مسیح پر موت کی سزا کا جُرم ثابت کرنے کے لئے کوئی عذر ڈھونڈنا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ریاکار مذہبی حکمرانوں نے مسیح کے خلاف عدالتی کاروائی کا فیصلہ پہلے سے ہی سوچ رکھا تھا، بس وہ صرف موت کی سزا دینے کے لئے عدالتی فیصلے کو ایک قانونی رنگ دینا چاہتے تھے۔

اگرچہ حکمران اپنے گھناؤنے فیصلہ کو قانون کی چادر میں لپیٹ کر جائز اور دُرست قرار دینا چاہتے تھے، اور اِسی کوشش میں تھے کہ خواہ عدل و اِنصاف اور قانون کی دھجیاں بکھیریں، ہر قیمت پر اپنے مطلوبہ نتائج حاصل کریں۔ یہ بے اِنصافی کی اِنتہا ہے کہ کِسی بے قصور کو ثبوت و شواہد کے بغیر ہی مجرم بنا دیا جائے یا اُس پر اِلزامات کی بوچھاڑ کر دی جائے۔ عدالتی کاروائی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دیکھا جائے کہ جس پر اِلزام لگایا گیا ہے کیا واقعی مجرم ہے، کہیں بے چارہ بے قصور تو نہیں؟ مگر مسیح کے معاملہ میں مذہبی حکمرانوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر ثبوت و شواہد اِکٹھا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ جُرم کی نوعیت کیا ہے اور کون کون اِس میں شامِل ہے بلکہ اُنہوں نے شروع ہی اُس شخص سے کِیا جس کو وہ تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے، وہ اُس پر جُرم ثابت کرنے کے لئے کوئی عذر ڈھونڈنے لگے۔

حکمرانوں کا منصوبہ ناکام ہو گیا، کیونکہ موسوی شریعت میں لکھا ہے، ''جو واجب اُلقتل ٹھہرے وہ دو یا تین آدمیوں کی گواہی سے مارا جائے۔ فقط ایک ہی آدمی کی گواہی سے وہ مارا نہ جائے۔'' (اِستثنا ۱۷:۶) دو یا تین آدمیوں کی گواہی محض

سنگین ترین جُرم میں لاگو نہیں ہوتی۔ ایک اَور مقام پر موسوی شریعت کہتی ہے، ''کِسی شخص کے خلاف اُس کی کِسی بدکاری یا گناہ کے بارے میں جو اُس سے سَرزد ہوا ایک ہی گواہ بس نہیں بلکہ دو گواہوں یا تین گواہوں کے کہنے سے بات پکی سمجھی جائے۔'' (اِستثنا ۱۹:۱۵)

اگرچہ حکمرانوں نے بہت سی جھوٹی گواہیاں عدالتی کاروائی کے دوران پیش کِیں مگر کِسی کا بیان ایک دوسرے سے مُتفق نہیں تھا، لہذا اُن کی گواہیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کوئی بھی مقدمہ بنتا ہی نہیں تھا۔ آخرِ کار دو گواہ پیش ہوئے جنھوں نے گواہی دی کہ اِس نے مَقدس یعنی خدا کے گھر کو ڈھانے کی دھمکی دی ہے۔ اُنہوں نے صریحاً مسیح کی اُس بات کو غلط انداز میں پیش کِیا جو اُس نے تین سال پہلے کی تھی۔ جس مَقدس کی مسیح نے بات کی تھی وہ اُس کا اپنا بدن تھا نہ کہ یروشلیم میں یہودیوں کی وہ عبادت گاہ جہاں وہ قربانیاں گذرانتے تھے۔ اِس کے باوجود گواہوں کے بیانات آپس میں مِلتے جُلتے نہیں تھے، اُن کی گواہی کی کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی اگر جج مان بھی لیتا کہ مسیح نے درحقیقت یہودیوں کے مَقدس یعنی عبادت گاہ کو ڈھانے کی بات کی ہے۔ سردار کاہن نے جب دیکھا کہ مقدمہ میں کوئی جان نہیں ہے تو وہ مسیح سے مخاطب ہُوا کہ گواہوں کو جواب دے۔ مسیح اُن کے جال میں پھنسنے والے نہیں تھے، اور وہ خاموش رہے۔ اگر وہ کچھ بھی کہتے یا تکرار میں پڑ کر گواہوں کے بیان کو جھوٹا بھی قرار دے دیتے تو یوں لگتا کہ اُنہوں نے سب کچھ قبول کر لیا ہے۔ اُن کی خاموشی اِس بات کا ثبوت تھی کہ اُن کے خلاف گواہوں کے بیان کی کوئی قانونی حیثیت

نہیں ہے۔

جب سردار کاہن نے دیکھا کہ مقدمہ اُس کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے تو اُس نے گواہوں کو بُلانے کا اِرادہ ترک کِیا اور سیدھا مسیح سے سوال کرنے لگا۔ اور یوں وہ غیر جانبدار مُنصف و عادل کی کُرسی چھوڑ کر مقدمہ کی پیروی کرنے والا سرکاری وکیل بن گیا۔ جو سوال اُس نے مسیح سے کِئے وہ اُس کی شناخت و پہچان اور اِختیار و رتُبہ کے بارے میں تھے۔ یہی وہ سوال تھے جو مسیح کی اِلٰہی شخصیت کے گرد گھومتے تھے، اور یہی مذہبی حکمرانوں کا مسیح سے ایک بُنیادی اختلاف و اعتراض تھا کہ کیا تُو اُس ستُودہ کا بیٹا مسیح ہے یعنی کیا تُو خدا کا بیٹا ہے؟

مسیح اَب تک خاموش رہے مگر اِن سوالوں کے بعد اُن کا خاموش رہنا ممکن نہ تھا کیونکہ اگر وہ خاموش رہتے تو اِس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ اُس ٹھوس حقیقت سے اِنکار کر رہے ہیں جو وہ ہیں۔ اُنہوں نے بڑی دلیری، اعتماد اور پُرزور لہجے میں جواب دیا کہ ہاں، مَیں ہوں۔ بلکہ اُنہوں نے اِلزام لگانے والوں کو یہ بھی کہا کہ تم اِبنِ آدم کو قادرِ مُطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھو گے۔ اِس طرح اُنہوں نے سب کے سامنے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ نہ صرف خدا کے بیٹے ہیں بلکہ وہ اِبنِ آدم بھی ہیں جس کے بارے میں دانی ایل نبی نے گواہی دی تھی کہ اُس کی بادشاہی کبھی تباہ و برباد نہ ہو گی۔ مسیح نے اپنی حقیقی شناخت و پہچان کروا کے کہ ہاں، وہ نہ صرف خدا کا بیٹا ہے بلکہ اِبن آدم بھی ہے، یہ ثابت کر دیا کہ اگر میرے اِقرار کرنے کے باوجود کوئی مجھے خدا کا بیٹا اور اِبنِ آدم تسلیم نہیں کرتا تو وہ مجھے جھوٹا ٹھہراتا ہے، اور وہ خدا

کی بادشاہی کے لائق نہیں۔

سردار کاہن اِسی جواب کا تو اِنتظار کر رہا تھا کہ مسیح ایسا کچھ کہیں تو وہ عدالت میں شور مچا دے کہ دیکھا، سُنا تم سب نے یہ کُفر ہے۔ ظاہر ہے خدا کے خلاف کُفر بکنے کی سزا موت تھی۔ اَب اُس نے عدالت کے بُنیادی اُصولوں کو پَرے پھینک دیا اور لوگوں کی طرف ووٹ لینے کے لئے متوجہ ہُوا کہ اَب تمہاری کیا رائے ہے؟ اَب جو لوگ بڑھ چڑھ کر مسیح کے خلاف لعن طعن کر رہے تھے اُنہوں نے حق و سچائی کو قبول کرنے کی بجائے، بے اِیمان، ریاکار اور منافق عدالت کا پُول کھول دیا اور ایک آواز ہو کر فتویٰ دیا کہ وہ قتل کے لائق ہے۔ تب اُنہوں نے اُس پر تھوکا اور مُنہ ڈھانپ کر مُکے مار مار کر پوچھنے لگے کہ اگر تو نبی ہے تو نبوت سے بتا کہ تجھے کِس نے مارا ہے۔ اور پھر اُسے پیادُوں کے حوالہ کر دیا اور اُنہوں نے بھی اُسے خوب مارا۔

اکتالیسواں باب

مَیں اِس آدمی کو نہیں جانتا

(مرقس۱۴:۶۶-۷۲)

یہ سچ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ کِس موقع پر اور کِس صورتِ حال میں ہمارا ردِ عمل کیا ہو گا جب تک ہم حقیقت میں اُس کا سامنا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر ہم سمجھتے ہیں جس سے پیار کرتے ہیں اُس کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دیں گے، مگر اِس دعوے کی قلعی اُس وقت کھل جاتی ہے جب اُس کی ضرورت اور ہماری خواہشات کا آپس میں تصادم ہوتا ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ ہم کِتنے جان قربان کرنے والے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب کوئی ہمیں دھمکی دے تو ہم قائم و مضبوط رہیں گے مگر جب دھمکی حقیقت کا رُوپ دھار لیتی ہے اور ہمیں اُس کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو پھر ہمارے طوطے اُڑ جاتے ہیں کہ ہم اِتنے بہادر نہیں جِتنا اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔

ہماری یہ بھی عادت ہے کہ ہم اپنی شخصیت کے کمزور پہلوؤں کو چھپانے کے لئے اُنہی کے بارے میں بڑھ چڑھ کر بلند و بالا دعوے کرتے ہیں۔ جو اِنسان حقیقت میں سچا اور کھرا ہوتا ہے اُس کو اپنے بارے میں شور مچانے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ لوگ اُس کی سیرت و کردار سے اُس کی اِیمانداری خود ہی دیکھ لیں گے۔ اُس کا کردار اُس کی حقیقی شخصیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہوتا ہے جو

لوگوں کو نظر آتا ہے۔ اِس کے برعکس وہ شخص جو وفاداری کے لمبے لمبے دعوے کرتا ہے وہی سب سے زیادہ ناقابلِ اعتبار ہوتا ہے۔ جیسا کہ پاک صحائف میں ہمیں خبردار کرتے ہوئے لکھا ہے، ''پس جو کوئی اپنے آپ کو قائم سمجھتا ہے وہ خبردار رہے کہ گِر نہ پڑے۔'' (۱۔ کرنتھیوں ۱۰:۱۲) اِس سلسلے میں پطرس رسول کی زندگی ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔

اگرچہ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو بار بار بتایا کہ اُسے پکڑ کر موت کے گھاٹ اُتار دیں گے مگر اُنہوں نے اِس حقیقت پر کوئی دھیان نہ دیا۔ بلکہ مسیح نے صاف صاف یہ بھی کہہ دیا کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا، اور یہ کہ تم سب مجھے چھوڑ جاؤ گے۔ اِس کے جواب میں پطرس رسول نے بڑے دعوے سے کہا کہ ''... گو سب ٹھوکر کھائیں لیکن مَیں نہ کھاؤں گا۔'' (مرقس ۱۴:۲۹) یعنی تجھے سب چھوڑ جائیں گے مگر میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ مسیح نے پطرس کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ آج رات ہی تیرا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت ہو گا یعنی، ''... آج اِسی رات مُرغ کے دو بار بانگ دینے سے پہلے تین بار تُو میرا اِنکار کرے گا۔'' پطرس نے پھر زور دیتے ہوئے کہا، ''... اگر تیرے ساتھ مجھے مرنا بھی پڑے تو بھی تیرا اِنکار ہرگز نہ کروں گا۔'' (مرقس ۱۴:۳۰-۳۱)

اِس کے کچھ ہی دیر بعد مذہبی حکمران مسیح کو پکڑ کر عدالتی کاروائی کے لئے سردار کاہن کے محل کے بالائی کمرے میں لے گئے۔ اگرچہ سب شاگرد اپنے اُستاد کو چھوڑ کر بھاگ گئے، مگر پطرس نے اِتنا ضرور کِیا کہ وہ واپس آیا اور مسیح کو سردار کاہن کے سامنے لے جانے والے پیادُوں کے پیچھے پیچھے چلا، اور دیوان خانہ

کے اندر تک گیا۔ یُوحنا، سردار کاہن کو جانتا تھا اور اُس نے دروازے پر پہرہ دینے والی لونڈی سے پطرس کے بارے میں بات کی۔ جب وہ صحن میں داخل ہُوا تو دیکھا کہ ہیکل کے پیادے آگ تاپ رہے ہیں۔ اُس نے کوشش کی کہ اُن کے ساتھ ہی شامل ہو جائے تا کہ کِسی کو پتہ نہ چلے کہ وہ کوئی اجنبی ہے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ٦٦ سے ۷۲ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس لکھتا ہے۔ ''جب پطرس نیچے صحن میں تھا تو سردار کاہن کی لونڈیوں میں سے ایک وہاں آئی، اور پطرس کو آگ تاپتے دیکھ کر اُس پر نظر کی اور کہنے لگی تُو بھی اُس ناصری یسوع کے ساتھ تھا۔ اُس نے اِنکار کِیا اور کہا کہ مَیں تو نہ جانتا اور نہ سمجھتا ہوں کہ تُو کیا کہتی ہے۔ پھر وہ باہر ڈیوڑھی میں گیا اور مُرغ نے بانگ دی۔ وہ لونڈی اُسے دیکھ کر اُن سے جو پاس کھڑے تھے پھر کہنے لگی، یہ اُن میں سے ہے۔ مگر اُس نے پھر اِنکار کِیا۔ اور تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے جو پاس کھڑے تھے پطرس سے پھر کہا، بے شک تُو اُن میں سے ہے کیونکہ تُو گلیلی بھی ہے۔ مگر وہ لعنت کرنے اور قَسم کھانے لگا کہ مَیں اِس آدمی کو جس کا تم ذِکر کرتے ہو نہیں جانتا۔ اور فی اُلفور مُرغ نے دوسری بار بانگ دی۔ پطرس کو وہ بات جو یسوع نے اُس سے کہی تھی یاد آئی کہ مُرغ کے دو بار بانگ دینے سے پہلے تُو تین بار میرا اِنکار کرے گا، اور اُس پر غور کر کے وہ رو پڑا۔'' (مرقس ۱۴:٦٦-۷۲)

اِس واقعہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یاد رکھیں کہ پطرس وہاں اکیلا تھا، اور ایسے دُشمنوں میں گھرا ہُوا تھا جو اُسے پکڑ کر اُنہی مذہبی حکمرانوں کے حوالہ کر

دیتے جنہوں نے مسیح کو عدالت میں کھڑا کر دیا تھا۔ ہم نہیں جانتے کہ یُوحنا اُس وقت کہاں تھا جب پطرس نیچے صحن میں آگ تاپ رہا تھا۔ شائد وہ اُوپر کمرۂ عدالت میں مسیح کی عدالتی کاروائی دیکھ رہا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ نیچے صحن میں کیا ڈرامہ ہو رہا ہے۔ خیر جو بھی ہُوا اُس نے اِس سلسلہ میں پطرس کی کوئی مدد نہیں کی۔

پطرس پر شک کی نظر رکھنے اور سوالات کرنے والی وہی لونڈی تھی جس نے اُسے اندر آنے کی اِجازت دی۔ اُس نے اُسے پہچان کر پہلا اِلزام یہ لگایا کہ یہ مسیح کا شاگرد ہے۔ شائد اُس نے اِس لئے یہ سب کِیا کہ پطرس نے زیادہ ہوشیار چالاک بننے کی کوشش کی اور اپنی پہچان چھپانے کے لئے اُنہی میں گھل مِل جانا چاہا اور لڑکی کو یہ پسند نہ آیا۔ شائد یہ اُس کا گھمنڈ تھا کہ وہ دوسروں کو بتانا چاہتی تھی کہ دیکھو مجھے پتہ ہے کہ یہ کون ہے مگر تم لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔ اُس کا مقصد کچھ بھی کیوں نہ ہو اُس کے سوال پطرس کو پریشان کرنے کے لئے کافی تھے۔ اُس نے مسیح کے ساتھ اپنے رشتہ کے بارے میں جھوٹ بولا اور آگ سے بچنے کی کوشش کی، مگر وہ بچ نہیں سکتا تھا۔ بے شک صحن کا بڑا دروازہ بند ہو گیا تھا اور وہ اَب باہر نہیں نکل سکتا تھا کیونکہ اُس کے پاس اِختیار نہیں تھا کہ پہرے دار سے کہے کہ مجھے باہر نکلنے دے۔

دوسری بار اُس لڑکی نے پطرس سے نہیں بلکہ اِرد گرد بیٹھے دوسرے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اِلزام لگایا کہ یہ اُس ناصری یسوع کا شاگرد ہے۔ اِس کے برعکس جب مسیح پر اِلزام لگایا گیا تو خاموش رہا مگر جب پطرس پر اِلزام لگا تو

اُس نے فوراً جواب دیا کہ وہ مسیح کو نہیں جانتا یعنی اپنے خداوند کا شاگرد ہونے سے صاف اِنکار کر دیا۔ مرقس نے جو الفاظ اِستعمال کِئے ہیں وہ اِشارہ کرتے ہیں کہ اُس نے کوئی سادہ سا گول مول جواب نہیں دیا بلکہ صریحاً مسیح کا شاگرد ہونے سے اِنکار کِیا۔

پطرس نے نہ صرف بزدلی اور بے وفائی کا مظاہرہ کِیا بلکہ اپنے لئے اَور مُصیبت کھڑی کر لی۔ ظاہر ہے اُس کے بولنے سے سب نے پہچان لیا کہ اِس کا لب و لہجہ گلیلی ہے۔ جس سے اُن کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ یسوع کا شاگرد ہے۔ اور جب اُنہوں نے اُس سے پوچھا تو اُس نے صاف اِنکار کِیا کہ وہ اُسے نہیں جانتا اور قسم کھانے اور اپنے آپ پر لعنت کرنے لگا۔ معزز سامعین! اِنسان کے عروج و زوال کی اِس سے بڑی مثال اَور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ شخص جس نے مسیح کے پوچھنے پر کہ "تم مجھے کیا کہتے ہو؟" جواب میں اِقرارِ عظیم کِیا کہ "... تُو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے۔" (متی ۱۶:۱۶) مگر وہی شخص خوف اور ڈر کے مارے اِتنا پستیوں میں جا گرا کہ خدا کو گواہ بنا کے قسم کھانے لگا کہ پتہ نہیں تم کیا بات کرتے ہو مَیں تو یسوع کو نہیں جانتا۔ وہ اپنی جان بچانے کے لئے اُن پر ایسے ظاہر کر رہا تھا کہ جیسے وہ یسوع نامی کِسی شخص سے کبھی مِلا ہی نہیں۔

اِس موقع پر دو باتیں ہوئیں۔ سردار کاہن کی ریاکاری اور منافقت سے بھری عدالتی کاروائی اپنے انجام کو پہنچی اور جیسا وہ چاہتا تھا مسیح یسوع کو مجرم ٹھہرا دیا۔ اَب حکمرانوں اور محافظوں نے مسیح کا تمسخر اُڑانا اور مارنا پیٹنا شروع کر دیا، اور گھسیٹ کر رُومی گورنر کی عدالت میں لے گئے۔ خدا کا پیارا بندہ لوقا اپنی اِلہامی

اِنجیل میں لکھتا ہے کہ جب یہ سب ظلم و ستم ہو رہا تھا تو مسیح نے مڑ کر سیدھا پطرس کی طرف دیکھا۔ اور دوسری اہم بات مُرغ کا بانگ دینا تھا۔
مُرغ کا بانگ دینا اور مسیح کا پطرس کو دیکھنا، وہ لمحہ تھا جب پطرس کا سَر شرم سے جُھک گیا، اور اُسے مسیح کی وہ پیشین گوئی یاد آئی کہ تُو میرا تین بار اِنکار کرے گا۔ صحن کا دروازہ کھلا تا کہ ہجوم گورنر تک پہنچ سکے مگر پطرس اپنی حالت پر غور کر کے بچوں کی طرح رُونے لگا۔
جب ہم اِس واقعہ کے بارے میں پڑھتے ہیں تو پطرس رسول کو ایک بے وفا اور بُزدل شخص کے رُوپ میں دیکھتے ہیں اور فخر کر کے کہتے ہیں کہ ''اگر مَیں وہاں ہوتا تو اپنے خداوند کا کبھی اِنکار نہ کرتا۔'' لیکن اگر ہم مسیحی ہیں تو ہمیں اپنے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے کہ کہیں مَیں اپنے طرزِ زندگی سے اپنے خداوند کا اِنکار تو نہیں کرتا؟ جب ہم وہ نہیں کرتے جو ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ہمیں کرنے کو کہا تو کیا یہ اُس کا اِنکار نہیں؟ کم از کم پطرس رسول نے شرمندگی کے آنسوؤں کے ساتھ اپنی سنگین غلطی کا اعتراف تو کِیا۔ کیا ہم اِتنے اِیماندار ہیں کہ ہم بھی پطرس کی طرح شرمندگی و ندامت کے احساس سے اپنے گناہوں اور قصورُوں کا کھلے دِل سے اِقرار کریں؟

بیالیسواں باب

وہ مصلُوب ہو

(مرقس۱۵: ۱-۲۰)

خدا چاہتا ہے کہ جیسے وہ خود مُنصف و عادل ہے اُس کے لوگ بھی عدل و اِنصاف سے کام لیں۔ مثال کے طور پر اُس نے اپنے بندے موسیٰ کے ذریعہ بنی اِسرائیل سے کہا، ''جو کچھ بالکل حق ہے تُو اُسی کی پیروی کرنا تا کہ تُو جیتا رہے اور اُس مُلک کا مالک بن جائے جو خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے۔'' (اِستثنا ۱۶: ۲۰)

اِس کے باوجود کہ موسوی شریعت میں بالکل صاف اور واضح ہدایت ہے مگر مذہبی رہنماؤں نے عدالتی نظام کو اپنی ریاکارانہ ذہنیت سے بالکل بدل کر رکھ دیا تا کہ مسیح یسوع پر جرم ثابت کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیں۔ کیونکہ اُن کے پاس کِسی کو موت کی سزا دینے کا اِختیار نہیں تھا لہذا وہ مسیح کو مارتے پیٹتے ہوئے رُومی گورنر کے سامنے لے گئے۔ خدا کا نیک بندہ مرقس اپنی اِلہامی کتاب کے ۱۵ باب کی ایک سے ۱۵ آیت میں لکھتا ہے، ''اور فی الفور صُبح ہوتے ہی سردار کاہنوں نے بزرگوں اور فقیہوں اور سب صدرِ عدالت والوں سمیت صلاح کر کے یسوع کو بندھوایا اور لے جا کر پیلاطُس کے حوالہ کِیا۔ اور پیلاطُس نے اُس سے پوچھا، کیا تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ اُس نے جواب میں اُس سے کہا، تُو خود کہتا

ہے۔ اور سردار کاہن اُس پر بہت باتوں کا اِلزام لگاتے رہے۔ پیلاطُس نے اُس سے دوبارہ سوال کر کے یہ کہا، تُو کچھ جواب نہیں دیتا؟ دیکھ یہ تجھ پر کتنی باتوں کا اِلزام لگاتے ہیں؟ یسوع نے پھر کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ پیلاطُس نے تعجب کِیا۔

اور وہ عید پر ایک قیدی کو جس کے لئے لوگ عرض کرتے تھے اُن کی خاطر چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اور برابا نام ایک آدمی اُن باغیوں کے ساتھ قید میں پڑا تھا جنہوں نے بغاوت میں خون کِیا تھا۔ اور بھیڑ اُوپر چڑھ کر اُس سے عرض کرنے لگی کہ جو تیرا دستُور ہے وہ ہمارے لئے کر۔ پیلاطُس نے اُنہیں یہ جواب دیا، کیا تم چاہتے ہو کہ مَیں تمہاری خاطر یہودیوں کے بادشاہ کو چھوڑ دوں؟ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ سردار کاہنوں نے اِس کو حسد سے میرے حوالہ کِیا ہے۔ مگر سردار کاہنوں نے بھیڑ کو اُبھارا تاکہ پیلاطُس اُن کی خاطر برابا ہی کو چھوڑ دے۔ پیلاطُس نے دوبارہ اُن سے کہا، پھر جِسے تم یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہو اُس سے مَیں کیا کروں؟ وہ پھر چلائے کہ وہ مصلوب ہو۔ اور پیلاطُس نے اُن سے کہا، کیوں؟ اُس نے کیا بُرائی کی ہے؟ وہ اَور بھی چلائے کہ وہ مصلوب ہو۔ پیلاطُس نے لوگوں کو خوش کرنے کے اِرادہ سے اُن کے لئے برابا کو چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کِیا کہ مصلوب ہو۔"(مرقس۱۵:۱-۱۵)

جب مذہبی رہنما مسیح یسوع کو پیلاطُس کے سامنے لے گئے تو سوچ رہے تھے کہ وہ موت کی سزا کو جو پہلے ہی یسوع کو دے چکے ہیں بِنا کِسی بحث کے برقرار رکھے گا۔ مگر پیلاطُس نے ایسا ہرگز نہیں کِیا بلکہ حکمرانوں کو مجبور کِیا کہ وہ یسوع

کے خلاف جو بھی اِلزامات ہیں ثابت کریں۔
یہ سب دیکھ کر حکمران سخت پریشانی میں مُبتلا ہو گئے کیونکہ مسیح کے خلاف تو صرف کفر کا مقدمہ تھا جس کی رُومی عدالت میں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ رُومیوں کو مذہبی لڑائی جھگڑوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔
مسیح کا شاگرد لوقا اپنی اِلہامی اِنجیل میں یسوع پر لگائے اِلزامات کے بارے میں لکھتا ہے، ''...اِسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا۔'' (لوقا ۲۳:۲)
پہلا اِلزام سراسر غلط اور جھوٹ پر مبنی تھا کیونکہ مسیح نے کبھی کِسی کو منع نہیں کِیا کہ ٹیکس ادا نہ کرو بلکہ اُس نے واضح طور پر تنبیہ کی کہ ''...جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔'' (مرقس ۱۲:۱۷)
پیلاطُس یقیناً مسیح کی تعلیم کی روشنی میں جانتا ہو گا کہ ٹیکس کے بارے میں مذہبی حکمرانوں کا اِلزام درست ہے یا نہیں۔ ہاں، جہاں تک اپنے آپ کو یہودیوں کا بادشاہ کہنے کا اِلزام تھا تو اُسے تفتیش و تحقیق کی ضرورت تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ کیا مسیح یسوع لوگوں کو رُومیوں کے خلاف بغاوت و انقلاب پر اُکسانے میں ملوث تھا؟ تو اُس نے یسوع سے سیدھا سوال کِیا کہ کیا تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ اُس نے اُس کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ''تُو خود کہتا ہے۔'' ہاں، مَیں ہوں مگر جس انداز سے اُس نے جواب دیا اُس سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس کی بادشاہت دُنیاوی، جسمانی یا سیاسی نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جب اُس نے پانچ ہزار کے مجمع کو معجزانہ طور پر کھانا کھلایا تو اُس نے لوگوں کی اُسے

دُنیاوی بادشاہ بنانے کی کوشش کو رَد کر دیا۔ پیلاطُس یہ بات جانتا تھا یا نہیں مگر وہ اِتنا چالاک ہوشیار ضرور تھا کہ جان لیتا کہ یسوع رُومیوں کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مذہبی رہنماؤں نے مسیح یسوع پر اَور بہت سے بے بُنیاد اِلزام لگائے۔ مگر پیلاطُس کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یسوع نے اِن میں سے کِسی اِلزام کا بھی جواب نہیں دیا بلکہ اپنی خاموشی سے تہمت و اِلزام لگانے والوں کے منہ بند کر دیئے۔

اِس موقع پر حالات نے ایک اَور رُخ بدلا یعنی پیلاطُس کو اِختیار تھا کہ وہ عیدِ فسح کے تہوار پر ایک قیدی کو رہا کر دے۔ ہجوم نے اُس سے کہا ہاں، ایک قیدی رہا کر۔ مگر اُس نے لوگوں سے یہ نہیں پوچھا کہ کون سا قیدی چھوڑ دے بلکہ اُس نے اُنہیں دو قیدیوں کا نام دیا، برابا اور یسوع کا یعنی وہ دونوں میں سے کِسی ایک کو چُن لیں۔ برابا ایک مشہورِ زمانہ ڈاکو تھا۔ پیلاطُس نے یہ سب اِس لئے کِیا کہ وہ اِلزام لگانے والوں کو دِکھانا چاہتا تھا کہ یسوع پر اُن کے اِلزامات کِتنے بے معنی اور بے بُنیاد ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ یسوع مسیح معصُوم ہیں اور مذہبی رہنما اور حکمران حسد و نفرت کی آگ میں جل رہے ہیں۔ مگر اُس کی حیرت کی اِنتہا نہ رہی جب اُس نے دیکھا کہ لوگوں کے ہجوم نے معصُوم و بے گناہ یسوع کی بجائے برابا ڈاکو کا نام چُنا۔ یہ کِتنے افسوس کا مقام تھا کہ جو مذہب و قانون کے رکھوالے تھے اُنہوں نے ہی ایسا گھناؤنا اور مکروہ کام کِیا۔ ایک وجہ جس کو بُنیاد بنا کر وہ یسوع کو قتل کرنا چاہتے تھے یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے (یوحنا ۱۸:۵) اور برابا نام کا مطلب ہے باپ کا بیٹا۔ لہذا گمراہ و

برگشتہ ہجوم نے سچے اور پاک بیٹے کی بجائے جھوٹا اور ڈاکو بیٹا چُن لیا۔
اِسی حیرانی اور پریشانی میں پیلاطُس نے ہجوم سے پوچھا کہ تو اَب یہودیوں کے بادشاہ کا کیا کریں؟ شرم کی بات ہے کہ ایک مُنصف خود اِنصاف کرنے کی بجائے لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ بتاؤ کیا فیصلہ کریں۔ ظاہر ہے کہ گمراہ و برگشتہ ہجوم نے ایک دَم ظالمانہ و وحشیانہ فیصلہ سُنایا کہ اُسے صلیب دے۔ ایک بار پھر پیلاطُس نے کوشش کی کہ شائد لوگ اپنا فیصلہ بدل لیں اور پوچھا کہ اِس نے کیا جُرم کیا ہے؟ مگر ہجوم اُس کی کوئی بات سُننے کو تیار نہ تھا اور نہ ہی وہ عدل و اِنصاف سے کام لینا چاہتے تھے، وہ تو صرف یسوع کو موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتے تھے۔
ابھی تک پیلاطُس نے وقار و عزت کے ساتھ ساری کاروائی کو سنبھالا۔ ہاں، کمزور تو پڑ گیا مگر پھر بھی کِسی نہ کِسی حد تک اپنے عہدے و مرتبے کا لحاظ رکھا۔ مگر ہَوا کا رُخ بدلتے دیکھ کر اچانک وہ تمام اخلاقی حدُود پار کر گیا۔ اُس نے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اِنصاف کا دامن چھوڑ کر بے اِنصافی کا ساتھ دیا اِس اُمید پر کہ ایک بڑی بے اِنصافی کے اِرتکاب سے بچ جائے گا۔ اُس نے یسوع کو کوڑے لگوائے۔ کوڑوں کی سنگین و وحشیانہ سزا ہی سے بعض اوقات اِنسان مر سکتا تھا۔ بجائے اِس کے کہ اُس کے دِل میں معصُوم یسوع پر رحم آتا، ڈرپوک حاکم نے خون کے پیاسے ہجوم کی آواز پر سَر جُھکا دیا، اور یسوع کو اُن کے حوالہ کر دیا کہ صلیب دی جائے۔
اِس سے پہلے کہ صلیب پر یسوع کے بدن کو کیلوں اور برچھی سے چھلنی کر دیا

جاتا، اُسے ایک اَور ذلت و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ مرقس اپنی اِلہامی کتاب کے ۱۵ باب کی ۱۶ سے ۲۰ آیت میں لکھتا ہے، ''اور سپاہی اُس کو اُس صحن میں لے گئے جو پریتوریُن کہلاتا ہے اور ساری پلٹن کو بُلا لائے۔ اور اُنہوں نے اُسے ارغوانی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سَر پر رکھا، اور اُسے سلام کرنے لگے کہ اَے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور وہ اُس کے سَر پر سَرکنڈا مارتے اور اور اُس پر تھوکتے اور گھٹنے ٹیک ٹیک کر اُسے سجدہ کرتے رہے۔ اور جب اُسے ٹھٹھوں میں اُڑا چکے تو اُس پر سے ارغوانی چوغہ اُتار کر اُسی کے کپڑے اُسے پہنائے۔ پھر اُسے مصلوب کرنے کو باہر لے گئے۔'' (مرقس ۱۵:۱۶۔۲۰)

سپاہیوں کی طرح آج بھی بہت سے لوگ سچے راستباز بادشاہ کو ناپسند کرتے اور اُس کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔ وہ جھوٹی عبادت و پرستش کا ڈھونگ رچا کر اُس کے سامنے جھکتے ہیں۔ اِس کے برعکس بہت سے ایسے بھی ہیں جو سچی نیت سے جھوٹے مسیح کے سامنے جھکتے اور عبادت کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک دِن، ''...یسوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا ٹکے [گا]۔ خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا، خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں، اور خدا باپ کے جلال کے لئے ہر ایک زبان اِقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے۔'' (فلپیوں ۲:۱۰۔۱۱)

ہمیں چاہیے کہ ہم سب مسیح یسوع کے سامنے حلیمی و فروتنی سے جھک جائیں ورنہ وہ دِن دُور نہیں جب ہمیں اپنی مرضی کے خلاف جبراً جھکنا پڑے گا۔

تینتالیسواں باب

چھوڑا گیا

(مرقس۱۵:۲۱-۴۱)

جب ہم مرنے کے بارے میں سوچتے ہیں تو ذہن میں ایک تصویر اُبھرتی ہے کہ ہماری موت کِتنی پُرسکون ہو گی۔ ہمیں پیار اور عزت دینے والے عزیز رشتہ دار اور دوست احباب ہمارے اِرد گرد ہوں گے۔ مگر یسوع مسیح کے معاملہ میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ اُن کی موت نہ صرف تکلیف دہ تھی بلکہ انسانیت کی ساری حدیں پار کر گئی تھی یعنی ندامت، شرمندگی، ذلت و رسوائی کی ایک مثال تھی۔

یہودیہ کے رُومی گورنر پیلاطُس نے مسیح یسوع کو صلیب پر لٹکانے کی سزا دی۔ یہ ایک بہت ہی درد ناک اور اذیت ناک سزا تھی یعنی صلیب پر لٹکا کر بازو دونوں طرف لکڑی کے شہتیر پر پھیلا کر اور پاؤں نیچے لمبائی میں سیدھے شہتیر پر رکھ کر اُن میں ہتھوڑے سے کیل ٹھوک دیئے جاتے تھے۔ یسوع کو صلیب کی اذیت برداشت کرنے سے کچھ ہی دیر پہلے کوڑوں سے مارا پیٹا گیا تھا، اِس لئے وہ اِس قابل نہیں تھے کہ اپنی صلیب خود اُٹھا کر مصلوب ہونے کے مقام تک جاتے۔ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۵ باب کی ۲۱ سے ۴۱ آیت میں خدا کا پیارا بندہ مرقس لکھتا ہے، ''اور شمعون نام ایک کُرینی آدمی سکندر اور رُوفس کا باپ

دیہات سے آتے ہوئے اُدھر سے گذرا۔ اُنہوں نے اُسے بیگار میں پکڑا کہ اُس کی صلیب اُٹھائے۔ اور وہ اُسے مقامِ گُلگتاپر لائے جس کا ترجمہ کھوپڑی کی جگہ ہے۔ اور مُر مِلی ہوئی مَے اُسے دینے لگے مگر اُس نے نہ لی۔ اور اُنہوں نے اُسے مصلُوب کِیااور اُس کے کپڑوں پر قُرعہ ڈال کر کہ کِس کو کیامِلے اُنہیں بانٹ لیا۔ اور پہر دِن چڑھا تھا جب اُنہوں نے اُس کو مصلوب کِیا۔ اور اُس کا اِلزام لکھ کر اُس کے اُوپر لگا دیا گیا کہ یہودیوں کا بادشاہ۔ اور اُنہوں نے اُس کے ساتھ دو ڈاکو ایک اُس کی دہنی اور ایک اُس کی بائیں طرف مصلُوب کِئے۔ (تب اِس مضمون کا وہ نوشتہ کہ وہ بدکاروں میں گِنا گیا پورا ہُوا۔) اور راہ چلنے والے سَر ہِلا ہِلا کر اُس پر لعن طعن کرتے اور کہتے تھے کہ واہ! مَقدِس کے ڈھانے والے اور تین دِن میں بنانے والے، صلیب پر سے اُتر کر اپنے تیئں بچا۔ اِسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں کے ساتھ مِل کر آپس میں ٹھٹھے سے کہتے تھے، اِس نے اَوروں کو بچایا، اپنے تیئں نہیں بچا سکتا۔ اِسرائیل کا بادشاہ مسیح اَب صلیب پر سے اُتر آئے تا کہ ہم دیکھ کر اِیمان لائیں۔ اور جو اُس کے ساتھ مصلُوب ہوئے تھے وہ اُس پر لعن طعن کرتے تھے۔ جب دوپہر ہوئی تو تمام مُلک میں اندھیرا چھا گیا اور تیسرے پہر تک رہا۔ اور تیسرے پہر کو یسوع بڑی آواز سے چِلایا کہ اِلوہی اِلوہی لما شبقتنی؟ جس کا ترجمہ ہے، اَے میرے خدا! اَے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ جو پاس کھڑے تھے اُن میں سے بعض نے یہ سُن کر کہا، دیکھو وہ ایلیاہ کو بُلاتا ہے۔ اور ایک نے دوڑ کر سپنج کو سِرکہ میں ڈبویااور سرکنڈے پررکھ کر اُسے چُسایااور کہا، ٹھہر جاوٴ، دیکھیں توایلیاہ

اُسے اُتارنے آتا ہے یا نہیں۔ پھر یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دَم دے دیا۔ اور مَقدِس کا پردہ اُوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور جو صوبہ دار اُس کے سامنے کھڑا تھا اُس نے اُسے یوں دَم دیتے ہوئے دیکھ کر کہا، بے شک یہ آدمی خدا کا بیٹا تھا۔ اور کئی عورتیں دُور سے دیکھ رہی تھیں۔ اُن میں مریم مگدلینی اور چھوٹے یعقوب اور یوسیس کی ماں مریم اور سلومی تھیں۔ جب وہ گلیل میں تھا یہ اُس کے پیچھے ہو لیتی اور اُس کی خدمت کرتی تھیں۔ اور اَور بھی بہت سی عورتیں تھیں جو اُس کے ساتھ یروشلیم میں آئی تھیں۔" (مرقس ۱۵: ۲۱-۴۱)

مسیح کو صلیب دیا جانا ایک طرف بنی نوع اِنسان کی بے اِنصافی اور بے اِیمانی اور دوسری طرف خدا کی ازلی و ابدی اور لاثانی محبت کی ایک ایسی مثال ہے جس کو کبھی بُھلایا نہیں جا سکتا۔ خدائے قادرِ مُطلق نے اپنی رحمدلی، شفقت و فضل سے معُمور ہو کر مسیح یسوع کو سَر عام بے عزت و رُسوا کر کے صلیب پر چڑھا دیا تاکہ اُس کے مار کھانے سے ہمارے گناہ معاف کِئے جائیں۔ مسیح کی موت اور اُس کے معنی و مقصد کو واضح اور اُجاگر کرنے کے لئے کتابوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں مگر ہم کچھ باتوں پر روشنی ڈالیں گے۔

کم از کم مسیح یسوع کی اذیت اور تکلیف کو دیکھتے ہوئے کچھ نے مدد کرنے کی کوشش کی یعنی مُر مِلی ہوئی مَے دی۔ مُر ایک ایسی نشہ آور چیز ہے جس سے درد و تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے۔ خواہ اُنہوں نے ہمدردی کی بِنا پر یا سپاہیوں کے کام میں آسانی پیدا کرنے کے لئے مَے پِلانے کی کوشش کی مگر مسیح نے اپنی تکلیف و کرب کو کم کرنے کے لئے کوئی بھی ایسی چیز پینے سے اِنکار کر دیا۔ وہ

اپنی درد و اذیت اور آزمائش و اِمتحان کی گھڑی کو پوری طرح محسوس کرنا چاہتے تھے اور کِسی حالت میں بھی اِس کی شدت کم کرنے کے لئے نشہ آور مشروب پینا نہیں چاہتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ جب ہم دُکھ، پریشانی، اذیت و تکلیف کی حالت میں ہوتے ہیں تو کیا مسیح کی مثال کو سامنے رکھتے ہیں؟ ظلم و ستم اور اذیت و کرب کی گھڑی میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آیئے دیکھتے ہیں کہ پطرس رسول اِس بارے میں کیا کہتا ہے، ''سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے۔ پس ہوشیار رہو اور دُعا کرنے کے لئے تیار۔'' (۱-پطرس ۴:۷) لفظ تیار جو یہاں اِستعمال کِیا گیا ہے اُس کا مطلب ہے ہر طرح کی نشہ آور چیز کے اثر سے بالکل دُور رہنا۔

آپ نے دیکھا کہ کِس طرح رُومی گورنر نے مسیح یسوع کی صلیب پر لکھ کر لگوا دیا کہ یہودیوں کا بادشاہ۔ پیلاطُس کی طرف سے یہ ایک طنز تھی اُن کے لئے جو اُسے اُس کے پاس لائے تھے۔ اُنہوں نے یسوع کو اِس لئے صلیب پر لٹکا دیا کہ اُس نے دعویٰ کِیا کہ وہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ مسیح یسوع کی بادشاہی نہ تو دُنیاوی تھی اور نہ ہی سیاسی، اور یہ حقیقت رُومی گورنر پیلاطُس جانتا تھا۔ اُس کا صلیب پر یہودیوں کا بادشاہ لکھوانا در حقیقت مسیح کی آسمانی بادشاہی کو تسلیم کرنا اور یہودیوں کو لعنت ملامت کرنا تھا کہ تم جس مسیح کا صدیوں سے اِنتظار کر رہے تھے اُسی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا، بلکہ اُنہوں نے اپنے آپ کو بھی لعنت ملامت کی کہ جب وہ یسوع کو مار پیٹ رہے اور ٹھٹھوں میں اُڑا رہے تھے تو تسلیم کر رہے تھے کہ یسوع ہی مسیح ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ یسوع خود ثابت

کرے کہ وہ مسیح ہے۔ اِسی لئے اُنہوں نے اُس پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ اگر تُو صلیب پر سے اُتر آئے تو ہم تجھ پر اِیمان لے آئیں گے۔ مذہبی رہنما ایسے ضدی، ہٹ دھرم اور بے اِیمان لوگ تھے جو مسیح کے اِلٰہی معجزات دیکھ کر بھی اُس پر اِیمان نہیں لائے تو کیسے ہو سکتا تھا کہ اگر مسیح صلیب پر سے اُتر بھی آتے تو وہ یقین کرتے۔

یسوع کی صلیب کے اِرد گرد جمع لوگوں نے بھی ٹھٹھے اُڑاتے ہوئے اور طنز کے تیر پھینکتے ہوئے ازلی سچائی اُگل دی کہ اِس نے اَوروں کو بچایا، کیا یہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا؟ مگر عقل کے اندھے لوگ نہیں جانتے تھے کہ ہاں، مسیح یسوع اپنے آپ کو صلیبی موت سے بچا سکتے تھے۔ پاک صحائف میں واضح اور صاف لکھا ہے کہ وہ چاہتا تو اپنی مدد کے لئے دَس ہزار فرشتوں کے لشکر کو بُلا سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ اپنے آپ کو موت سے بچا لیتا تو دوسروں کو یعنی بنی نوع اِنسان کو کبھی ہلاکت سے بچا نہ سکتا۔ صرف اپنی موت سے بے گناہ اور پاک مسیح نے ہمارے گناہوں کی بھاری قیمت ادا کی، اور گناہوں کی قیمت صرف وہی ادا کر سکتا ہے جو خود بے گناہ اور پاک ہو۔ لہذا یہ مسیح یسوع کی بنی نوع اِنسان کے لئے لازوال اور لاثانی محبت ہی تھی جس نے اُسے صلیب پر لٹکا دیا۔

پاک صحائف اکثر اِلٰہی سزا کو تاریکی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مسیح یسوع کو صلیب دیئے جانے کے وقت جب سورج نے اپنی روشنی دینا بند کر دی تو یہ صریحاً خدا کی دُنیا پر عدالت و سزا کی طرف اِشارہ تھا۔ مگر اِس سے خدا کی یسوع پر عدالت و سزا کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یسوع مسیح نے صلیب پر ساری دُنیا کے ماضی،

حال اور مستقبل کے گناہوں کا بوجھ خود اُٹھا لیا۔ کیونکہ خدا پاک، مُقدس اور راستباز ہے لہذا اُس کی ذات گناہ کو کِسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتی۔ جب مسیح یسوع صلیب پر بنی نوع اِنسان کے گناہوں کا بوجھ لاد دیا گیا تو اُن کی پاکیزگی، الُوہیت اور قدُوسیت گناہ کے سانچے میں ڈھل گئی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ ہمارے گناہوں کی خاطر گناہگار ٹھہرایا گیا، اور خدا جو گناہ کو کِسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا، گناہ سے یعنی مسیح یسوع سے مُنہ موڑ لیا۔ یہ دُکھ اور تکلیف صلیب کی اذیت و کرب سے کہیں بڑا تھا، اِسی لئے اُس نے بڑی آواز سے چِلا کر کہا، ''اَے میرے خدا! اَے میرے خدا! تُو مجھے کیوں چھوڑ دیا؟'' اور اِسی لمحہ کی پیشین گوئی کرتے ہوئے صدیوں پہلے بائبل مقدس میں زبور شریف کے ۲۲ باب میں لکھا ہے، ''اَے میرے خدا! اَے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟'' (زبور ۲۲:۱) پولس رسول اِسی بارے میں خدا کے پاک رُوح کی تحریک سے لکھتا ہے، ''جو گناہ سے واقف نہ تھا، اُسی کو اُس نے (یعنی خدا نے) ہمارے واسطے گناہ ٹھہرایا تاکہ ہم اُس میں ہو کر خدا کی راستبازی ہو جائیں۔'' (۲۔ کرنتھیوں۵:۲۱)

خدا کی حضوری ازلی و ابدی جلالی روشنی بن کر یروشلیم میں ہیکل کے اندرونی کمرے میں جا ٹھہری۔ جب مسیح یسوع نے چِلا کر کہا، '' تمام ہُوا'' اور دَم دے دیا اور اپنی رُوح خدا کو سُونپ دی تو ہیکل کا پردہ جو اندرونی کمرے کو باقی ہیکل سے جُدا کرتا تھا، دو ٹکڑوں میں اُوپر سے نیچے تک پھٹ گیا۔ اِس کا یقینی مطلب یہ تھا کہ مسیح کی قربانی نے بنی نوع اِنسان کے لئے یہ ممکن کِیا کہ وہ

اپنے گناہوں کی گندگی سے دُھل کر اَب خدا کی پاک و مُقدس حضوری میں آ سکتے ہیں۔

صلیب پر مسیح یسوع کی موت کو دیکھ کر سامنے کھڑے صوبہ دار نے کہا، ''بے شک یہ آدمی خدا کا بیٹا تھا۔'' اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم بھی صوبہ دار کی طرح مسیح یسوع کی صلیب پر ہمارے گناہوں کی خاطر قربانی دیکھ کر بے اِختیار پُکار نہ اُٹھیں گے کہ بے شک یسوع مسیح، خدا کا بیٹا ہے؟

مسیح کی صلیبی موت نہ صرف اِنسان کے وحشیانہ ظلم و ستم کی ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے بلکہ ہزاروں سال پہلے کی گئی پیشین گوئیوں کی تکمیل بھی ہے۔ داؤد نبی اپنے بائیسویں اِلہامی زبور میں صلیب پر مسیح پر ہونے والے ظلم و ستم، تمسخر و ٹھٹھوں، تذلیل و رسوائی، کپڑوں پر جُوا اور خدا کے منہ موڑ لینے کے بارے میں پیشین گوئی کرتا ہے۔ مگر اِسی زبور میں مسیح یسوع کی موت پر فتح، ابدی بادشاہی، جاہ و جلال اور بزرگی و حشمت کی پیشین گوئی بھی کی گئی ہے۔

چوّالیسواں باب

خالی قبر

(مرقس۱۵: ۴۲-۱۶: ۸)

جب مسیح یسوع صلیب پر درد و کرب کی حالت میں چلایا کہ ''تمام ہُوا'' تو اِس کے ساتھ ہی اُس کے شاگردوں کی اُمیدوں پر بھی پانی پھر گیا کیونکہ جو کچھ اُن کے اُستاد و مالک کے ساتھ ہُوا وہ اُن کی توقعات کے بالکل برعکس تھا۔ اِسی لئے جب مسیح یسوع نے ''تمام ہُوا'' کہہ کر جان دے دی تو شاگردوں کی اُس سے وابستہ اُمیدیں بھی تمام ہوئیں۔ اگرچہ مسیح نے اُنہیں پہلے سے بتا دیا تھا کہ کیا ہو گا مگر وہ بالکل نہ سمجھ پائے یا نہ ہی اُنہیں یقین تھا کہ اُن کے خداوند کے ساتھ ایسا کچھ ہو گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اچانک ایسا کیا ہُوا کہ اُن کی سوچ ہی بدل گئی؟ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۵ باب کی ۴۲ سے ۱۶ باب کی ۸ آیت میں خدا کا نیک بندہ مرقس بتاتا ہے کہ مسیح کی موت کے بعد کیا ہُوا، ''جب شام ہو گئی تو اِس لئے کہ تیاری کا دِن تھا جو سبت سے ایک دِن پہلے ہوتا ہے، اَرمتیہ کا رہنے والا یوسف آیا جو عزت دار مُشیر اور خود بھی خدا کی بادشاہی کا مُنتظر تھا اور اُس نے جُرأت سے پیلاطُس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی۔ اور پیلاطُس نے تعجب کِیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبہ دار کو بُلا کر اُس سے پوچھا کہ اُس کو مرے ہوئے دیر ہو گئی؟ جب صوبہ دار سے حال معلوم کر لیا تو

لاش یوسف کو دِلا دی۔ اُس نے ایک مہین چادر مول لی اور لاش کو اُتار کر اُس چادر میں کفنایا اور ایک قبر کے اندر جو چٹان میں کھودی گئی تھی اُسے رکھا اور قبر کے مُنہ پر ایک پتھر لُڑھکا دیا۔ اور مریم مگدلینی اور یوسیس کی ماں مریم دیکھ رہی تھیں کہ وہ کہاں رکھا گیا ہے۔ جب سبت کا دِن گذر گیا تو مریم مگدلینی اور یعقوب کی ماں مریم اور سلومی نے خوشبودار چیزیں مول لِیں تا کہ آ کر اُس پر ملیں۔ وہ ہفتہ کے پہلے دِن بہت سویرے جب سورج نکلا ہی تھا قبر پر آئیں، اور آپس میں کہتی تھیں کہ ہمارے لئے پتھر کو قبر کے مُنہ پر سے کون لُڑھکائے گا؟ جب اُنہوں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ پتھر لُڑھکا ہُوا ہے کیونکہ وہ بہت ہی بڑا تھا۔ اور قبر کے اندر جا کر اُنہوں نے ایک جوان کو سفید جامہ پہنے ہوئے دہنی طرف بیٹھے دیکھا اور نہایت حیران ہوئیں۔ اُس نے اُن سے کہا، ایسی حیران نہ ہو۔ تم یسوع ناصری کو جو مصلُوب ہُوا تھا ڈھونڈتی ہو۔ وہ جی اُٹھا ہے۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ دیکھو یہ وہ جگہ ہے جہاں اُنہوں نے اُسے رکھا تھا۔ لیکن تم جا کر اُس کے شاگردوں اور پطرس سے کہو کہ وہ تم سے پہلے گلیل کو جائے گا، تم وہیں اُسے دیکھو گے جیسا اُس نے تم سے کہا۔ اور وہ نکل کر قبر سے بھاگیں کیونکہ لرزش اور ہیبت اُن پر غالب آ گئی تھی اور اُنہوں نے کِسی سے کچھ نہ کہا کیونکہ وہ ڈرتی تھیں۔" (مرقس ۱۵: ۴۲-۱۶: ۸)

رُومی گورنر پیلاطُس کی طرح بہت سے لوگ شک و شبہ میں ہیں کہ کیا واقعی مسیح یسوع صلیب پر مر گئے ہیں؟ وہ اِس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شائد وہ صلیب پر بے ہوش ہو گئے تھے اور اَرِمتیہ کا رہنے والا یوسف آیا اور یہ دیکھے بِنا کہ

مسیح واقعی مر گیا ہے یا ابھی زندہ ہے اُسے قبر میں اُتار دیا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ لوگ اُس زمانہ میں اور آج بھی یہ مسلمہ حقیقت اور ازلی سچائی ماننے سے اِنکار کرتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے تھے؟ کیونکہ اُن کی موت کو تسلیم کر لینا اُن کے لئے بہت بڑا بھیانک خواب ہے۔ اگر مسیح یسوع واقعی مر گئے تھے تو پھر اُن عورتوں کا قبر کو خالی دیکھنا اُس ازلی وابدی سچائی کی طرف اِشارہ کرتا ہے جس کو لوگوں کی اکثریت قبول نہیں کرنا چاہتی۔ یسوع مسیح مُردوں میں سے تیسرے دِن جی اُٹھے، اور اگر وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے تو پھر وہ وہی ہیں جس کا دعویٰ وہ ہمیشہ کرتے تھے۔ وہ محض ایک اِنسان نہیں اور نہ ہی صرف ایک نبی تھا، وہ اِنسان اور نبی سے کہیں بڑھ کر ہے، کہیں عظیم تر، کہیں اعلیٰ وافضل ہے۔ اُن میں الُوہیت کی ساری معمُوری اور آسمانی جاہ و جلال، حشمت و بزرگی، قدُوسیت و پاکیزگی ہے۔ اگر مسیح کے پاس اپنی جان لینے اور پھر زندہ ہونے کا آسمانی اِختیار ہے جس کا وہ دعویٰ کرتے تھے تو پھر ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یقیناً اُن کا ہم پر مکمل اِختیار کا دعویٰ بھی بالکل سچ اور ٹھوس ہے۔ کیونکہ لوگ اُن کو اپنا مالک و خداوند تسلیم نہیں کرنا چاہتے اِس لئے وہ عذر کے طور پر اُن کی موت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا بھی اِنکار کرتے ہیں۔ اگر وہ مسیح کی موت اور تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھنے کو تسلیم کر لیں تو پھر اُن کے پاس مسیح یسوع کی پیروی کرنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔

مسیح کی موت کا اِنکار کرنے والوں اور اُن کا شک دُور کرنے کے لئے کہ کیا وہ واقعی مَر گئے، پیلاطُس نے باقاعدہ تحقیق و تفتیش کی۔ جب اُسے بتایا گیا کہ

مسیح مَر گئے ہیں تو اُس نے سپاہیوں کے آفیسر انچارج سے پوچھا جس نے مسیح کو صلیب دیا تھا۔ آفیسر کے دِل میں کِسی بھی قِسم کا کوئی شک نہیں تھا، کیونکہ اُس کو رُومی سپاہیوں پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ اپنے کام کے کِتنے ماہر ہیں۔ وہ صلیب دیئے جانے اور موت واقع ہونے کے سارے مرحلہ کو خوب اچھی طرح سے جانتے تھے۔ ظاہر ہے کہ مسیح اور اُس کے ساتھ مصلُوب ہونے والے دو ڈاکو پہلے شخص نہیں تھے جن کو وہ صلیب پر چڑھا کر موت کے گھاٹ اُتار رہے تھے۔ اگرچہ مرقس واضح نہیں کرتا مگر اِنجیل مُقدس کے ایک اَور حوالہ میں لکھا ہے کہ پورے طور پر یقین کرنے کے لئے کہ مسیح واقعی مَر گئے ہیں ایک سپاہی نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی اور فی الفُور اُس میں سے خون اور پانی نکلا (یُوحنا ۱۹: ۳۴)۔

اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اِس سے پہلے کہ سپاہی کے بھالے نے اُس کے پھیپھڑوں اور دِل کو چِیرا تو خون الگ ہونے سے پہلے ہی وہ مَر گیا تھا۔ اِس میں تو کوئی شک و شبہ ہے ہی نہیں کہ مسیح مَر گئے تھے۔ لہٰذا جب پیلاطُس کو خوب تسلی ہو گئی کہ وہ مَر گئے ہیں تو اُس نے اُن کے مُردہ بدن کو دفن کے لئے یُوسف کے حوالہ کر دیا۔

کافی دِن گزر جانے کے سبب اُس کے پاس اِتنا وقت نہیں تھا کہ یہودی دستُور اور رسم و رواج کے مطابق مسیح کو قبر میں اُتارے، مگر پھر بھی اُس نے نیکدیمُس نامی آدمی کی مدد سے مسیح یسوع کے بدن کو کپڑے میں لپیٹا اور پتھریلی چٹان میں کھودی گئی قبر میں رکھ دیا اور ایک بڑا بھاری پتھر قبر کے منہ پر لڑھکا کر

اُسے بالکل بند کر دیا۔ وہ پتھر اِتنا بھاری تھا کہ جب عورتیں مسیح کے مُردہ بدن پر خوشبودار چیزیں مَلنے کے لئے آئیں تو شک میں تھیں کہ وہ پتھر کو قبر پر سے کیسے لڑھکائیں گی۔

قبر میں داخل ہونے کے لئے صرف بھاری پتھر ہی رکاوٹ نہیں تھی بلکہ متی کی اِلہامی اِنجیل میں لکھا ہے کہ سردار کاہنوں اور فریسیوں کی درخواست پر پیلاطُس نے سرکاری طور پر قبر پر مُہر کر کے پہرے دار نگہبانی کے لئے کھڑا کر دیا۔

اِسی لئے جب مریم مگدلینی، یعقوب کی ماں مریم اور سلومی قبر کو دیکھنے آئیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ قبر کا منہ کھلا ہُوا ہے اور اِس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ قبر میں ایک جوان سفید جامہ پہنے اُن سے مخاطب ہُوا۔ متی کی اِلہامی انجیل میں اُس جوان کو فرشتہ کہا گیا ہے۔ اُس کی صورت بجلی کی مانند اور پوشاک برف کی مانند سفید تھی۔ (متی ۲۸:۲۔۳، لوقا ۲۴:۴)

اُس فرشتہ کا پیغام اُس کی ظاہری حالت کی طرح بالکل غیر متوقع تھا۔ اُس نے کہا، ''مَیں جانتا ہوں کہ تم یسوع کو ڈھونڈتی ہو جو مصلُوب ہُوا تھا۔ وہ یہاں نہیں کیونکہ اپنے کہنے کے مطابق جی اُٹھا ہے۔'' یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ جب کوئی مَر جاتا ہے تو ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ اَب زندہ نہیں ہو گا بلکہ مَرا ہی رہے گا۔ ہاں، یہ بھی حقیقت ہے کہ پاک صحائف میں یہودیوں کے کچھ نبی جیسے الیشع کے پاس یہ اِلٰہی طاقت تھی کہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُن عورتوں نے بھی مسیح یسوع کو کچھ مُردوں کو زندہ کرتے دیکھا ہو جیسا اُن کا دوست لعزر جو مَر گیا تھا مگر مسیح نے اُسے زندہ کر دیا۔ اِس میں کوئی

شک و شبہ نہیں تھا کہ مسیح کے پاس مُردوں کو زندہ کرنے کا اِلٰہی اِختیار تھا، مگر اِنسانی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہُوا کہ قبر میں پڑے ہوئے مُردہ شخص نے اپنے آپ کو زندہ کر دیا ہو۔ اِسی لئے مسیح نے اپنے بارے میں واضح طور پر پورے اِختیار سے کہا تھا کہ ''باپ (یعنی خدا) مجھ سے اِس لئے محبت رکھتا ہے کہ مَیں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اُسے پھر لے لوں۔ کوئی اُسے مجھ سے چھینتا نہیں بلکہ مَیں اُسے آپ ہی دیتا ہوں۔ مجھے اُس کے دینے کا بھی اِختیار ہے اور اُسے پھر لینے کا بھی اِختیار ہے۔ یہ حکم میرے باپ سے مجھے مِلا۔'' (یُوحنا ۱۰:۱۷-۱۸)

یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا ایک بہت ہی مختلف قِسم کا تجربہ تھا۔ شائد پہلی مرتبہ اُن عورتوں کو احساس ہُوا کہ یسوع مسیح درحقیقت ہے کون۔

وہ عورتیں یہ سب کچھ دیکھ اور سُن کر نہایت ڈر گئیں اور قبر سے اُٹھ بھاگیں۔ وہ خوف زدہ تھیں کہ کِسی کو کیسے بتائیں کہ اُنہوں نے کیا دیکھا اور سُنا ہے اِس کے باوجود کہ فرشتہ نے اُن کو حکم دیا تھا کہ مسیح کے شاگردوں کو یہ خوشخبری سُنا دو۔

اُن عورتوں کی طرح آج ہم بھی جب خدا کی قدرت و طاقت کا سامنا کرتے ہیں تو حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔ آج ہم بھی مسیح کی ازلی سچائی یعنی مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا حال سُن کر یا پڑھ کر خوف زدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ سب کیسے ہُوا؟ مگر دیکھنا یہ ہے کہ جب ہمیں حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے تو ہمارا ردِعمل کیا ہوتا ہے؟ کیا ہم سچائی جان کر بھی حق و سچائی کا اِنکار کرتے ہیں؟ کیا

ہم اِس نجات بخش خوشخبری کو عورتوں کی طرح صرف اپنے تک ہی محدُود رکھتے ہیں؟ یا ہم مسیح کے مُردوں میں جی اُٹھنے کے بارے میں ازلی سچائی جان کر اپنی زندگیوں کو ہمیشہ کے لئے تبدیل کرتے ہیں؟

پینتالیسواں باب

اِنجیل کی منادی کرو

(مرقس۱۶: ۹-۲۰)

زندگی میں بعض اوقات ہمیں ایسے انوکھے اور حیرت انگیز واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جب ہم اُن کے بارے میں سوچتے ہیں تو یقین نہیں آتا کہ حقیقت میں ایسا کچھ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو واضح طور پر کہہ دیا تھا کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے مگر اُنہیں قطعی یقین نہیں تھا کہ ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ مسیح کی قبر خالی ہے تو وہ پھر بھی اُس ازلی سچائی کو نہ تو سمجھ سکے اور نہ ہی یقین کر سکے کہ ایسا ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے اُنہوں نے پہلے کب کہیں سُنا تھا کہ کِسی مُردہ نے اپنے آپ کو زندہ کر دیا ہے؟ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا ایک بڑا ثبوت شاگردوں میں وہ اچانک تبدیلی ہے یعنی ڈر خوف اور نایقینی کی حالت سے جُرأت دلیری اور مکمل یقین، اِیمان کی یہی وہ پختگی و دلیری تھی جس نے ساری دُنیا کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ آیئے مرقس کی اِنجیل کے ۱۶ باب کی ۹ سے ۱۴ آیت تک خدا کے پیارے بندے مرقس کا اِلہامی بیان پڑھتے ہیں۔

’’ہفتہ کے پہلے روز جب وہ سویرے جی اُٹھا تو پہلے مریم مگدلینی کو جس میں سے اُس نے سات بدرُوحیں نکالی تھیں دِکھائی دیا۔ اُس نے جا کر اُس کے

ساتھیوں کو جو ماتم کرتے اور روتے تھے خبر دی اور اُنہوں نے یہ سُن کر کہ وہ جیتا ہے اور اُس نے اُسے دیکھا ہے یقین نہ کِیا۔ اِس کے بعد وہ دوسری صُورت میں اُن میں سے دو کو جب دیہات کی طرف پیدل جا رہے تھے تو دِکھائی دیا۔ اُنہوں نے بھی جا کر باقی لوگوں کو خبر دی مگر اُنہوں نے اُن کا بھی یقین نہ کِیا۔ پھر وہ اُن گیارہ کو بھی جب کھانا کھانے بیٹھے تھے دِکھائی دیا اور اُس نے اُن کی بے اعتقادی اور سخت دِلی پر اُن کو ملامت کی کیونکہ جنہوں نے اُس کے جی اُٹھنے کے بعد اُسے دیکھا تھا، اُنہوں نے اُن کا یقین نہ کِیا تھا۔" (مرقس ۱۶:۹-۱۴)

مرقس لکھتا ہے کہ مسیح کے شاگرد اُس کے صلیب دیئے جانے کے بعد اتوار کی صبح تک رنج و غم کے عالم میں ماتم کر رہے تھے کیونکہ اُن کا پیارا اُستاد اور مالک وفات پا گیا تھا۔ نہ صرف اُن کا بہت ہی عزیز اور پیارا مَر گیا تھا بلکہ اُس کے ساتھ اُن کی ساری اُمیدیں اور اُمنگیں بھی دفن ہو گئی تھیں۔ ایسے میں مریم کا اُن کو مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی خوشخبری دینا یقیناً خوشی و کامرانی کی بات ہونا چاہیے تھی۔ اُن کے اندر اُمید کی ایک نئی کرن روشن ہونی چاہیے تھی کہ جس ہستی کی وہ پیروی کر رہے تھے، وہ محض جھوٹ و دُھو کا نہیں بلکہ بِلاشبہ حق و سچائی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہُوا بلکہ اُنہوں نے خوشخبری کا یقین نہ کِیا۔ اِس کے باوجود کہ شاگردوں نے اپنی آنکھوں سے مسیح کو مُردوں کو زندہ کرتے دیکھا تھا لیکن وہ یہ مسلمہ حقیقت ماننے کو تیار نہ تھے کہ دوسروں کے مُردہ بدن میں زندگی کی رُوح پھونکنے والا اپنے مُردہ بدن کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔

شاگردوں نے تب بھی یقین نہ کِیا جب مریم کے علاوہ دو اَور آدمیوں نے اُن کو خبر دی کہ وہ زندہ مسیح کو مِلے ہیں۔ لیکن جب مسیح نے خود اپنے آپ کو اُن پر ظاہر کِیااور اُن کو اُن کی کم اعتقادی اور دوسروں کی گواہی قبول نہ کرنے پر ڈانٹا تو اُنہوں نے ازلی حق و سچائی پر دِل و جان سے یقین کر لیا۔

صلیب نے شاگردوں پر ثابت کر دیا کہ اُن کے دِل و دماغ میں آسمان کی بادشاہی اور مسیح کی پیروی کرنے کا دُنیاوی تصور غلط تھا۔ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے سے اُس زمانہ کے مذہبی لیڈروں کا اُن کے بارے میں موت کا عدالتی فیصلہ بھی بالکل غلط ثابت ہُوا۔ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے نے صلیب کے بارے میں لعنت ملامت اور شرمندگی سے بھرپور تصور بھی تبدیل ہو گیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح کے موت پر فتح پانے کے بعد شاگردوں کی روزمرہ زندگی میں کیا تبدیلی رُونما ہوئی؟ ظاہر ہے اگر مسیح مُردوں میں سے جی نہ اُٹھتے تو کون سوچ سکتا تھا کہ وہ اپنے اِلٰہی کام کو جاری رکھ سکتے تھے؟ ہاں، یہ بات ضرور تھی کہ مسیح یسوع اَب اپنے شاگردوں کے ساتھ ویسے وقت نہیں گزار سکتے تھے جیسے پہلے گزارا کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اُن پر کچھ دیر کے لئے ظاہر کرتے اور پھر آنکھوں سے اُوجھل ہو جاتے۔ ہم اِنجیل مُقدس کے دوسرے حوالہ جات میں پڑھتے ہیں کہ اُن کے شاگرد اِس حد تک مایوس ہو چکے تھے کہ وہ اپنے پُرانے پیشے کی طرف لوٹ جانا چاہتے تھے۔ مگر مسیح کے دِل میں اُن کے لئے اِلٰہی خدمت کا کچھ اَور ہی منصوبہ تھا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مرقس کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۶ باب کی ۱۵ سے ۱۸ آیت میں وہ اپنے شاگردوں کو کیا ہدایات دیتے

ہیں۔

''...تم تمام دُنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے اِنجیل کی منادی کرو۔ جو اِیمان لائے اور بپتسمہ لے وہ نجات پائے گا، اور جو اِیمان نہ لائے وہ مجرم ٹھہرایا جائے گا۔ اور اِیمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے۔ وہ میرے نام سے بدرُوحوں کو نکالیں گے۔ نئی نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اُٹھا لیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پیئں گے تو اُنہیں کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو اچھے ہو جائیں گے۔ غرض خداوند یسوع اُن سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اُٹھایا گیا، اور خدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا۔'' (مرقس ۱۶:۱۵-۱۹)

شائد آپ کے ذہن میں سوال گردش کر رہا ہو کہ یہ کون سی خوشخبری ہے جو مسیح نے اپنے شاگردوں کو ساری دُنیا میں پھیلانے کا حکم دیا؟ مسیح یسوع کی صلیب پر موت اور تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے وسیلہ سے خدا نے بنی نوع اِنسان کی نجات کے لئے وہ کام کِیا جو ہم اِنسان خود کِسی صورت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہم نے خدا کے خلاف گناہ کِیا، لہذا گناہگار ہونے کے ناطے موت کی سزا کے مُستحق ہیں۔ اپنی موت کے وسیلہ سے مسیح یسوع نے ہمارے گناہوں کا سارا بُوجھ خود اُٹھا لیا اور ہمیں سزا سے بچا لیا۔ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے ہم بھی گناہ کی مزدوری یعنی موت سے نکل کر ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یقیناً ہمارے لئے یہ ایک نہایت خوشی کی خبر ہے۔ مگر لوگ اِس خوشخبری کے بارے میں کیسے جان سکتے ہیں؟ مسیح یسوع

نے اپنے شاگردوں کو ہدایت دی کہ ساری دُنیا میں جا کر نجات کی اِس خوشخبری کی منادی کریں۔ آج بھی مسیح کے پیروکار اپنے خداوند کے حُکم کی پیروی کرتے ہوئے دُنیا کے کونے کونے میں جا کر ہر رنگ و نسل، ذات پات اور مذہب و عقیدے کے لوگوں کو مسیح کی موت اور مُردوں میں سے اُٹھنے کی خوشخبری دیتے ہیں تاکہ وہ بھی ہمیشہ کی زندگی کے وارث بن سکیں۔

اَب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی گناہوں سے توبہ اور نجات کی خوشخبری سُن کر عمل کرنا چاہتا ہے تو ہمیشہ کی زندگی پانے کے لئے کیا کرے؟ وہ کیسے نجات پا سکتا ہے؟ مسیح یسوع نے فرمایا جو اِیمان لائے اور بپتسمہ لے وہ نجات پائے گا۔ مگر اِیمان کِس پر؟ لازم ہے کہ خوشخبری سُننے والا مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے پر اِیمان لائے۔ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ شاگردوں نے اِیمان لانے سے کیسے اِنکار کِیا اور خداوند یسوع مسیح کیسے اُن کے اِیمان کی کمزوری دیکھ کر ناراض ہوئے اور جھڑکا۔ مگر اِیمان لانے کے بعد کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھے، تب اُن کو نجات کی خوشخبری پھیلانے کے لئے اِستعمال کر سکا۔ اِسی طرح ہم پر بھی لازم ہے کہ پہلے خود اِیمان لائیں اور پھر دوسروں تک خوشخبری پھیلائیں۔

لیکن کچھ حقائق کو مان لینے کا نام اِیمان لانا نہیں۔ سچا اِیمان ہمیشہ فعل و عمل سے نظر آتا ہے یعنی اِیمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک نجات کے لئے بپتسمہ نہ پایا جائے۔ اَب سوال یہ ہے کہ بپتسمہ کیا ہے؟ بپتسمہ کا مطلب ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ اور معافی پانے والا نجات پانے کے لئے باپ یعنی خدا، بیٹا یعنی یسوع مسیح اور رُوح اُلقدس یعنی خدا کے پاک رُوح کے نام سے

پوری طرح پانی میں ڈوب جائے۔ پاک کلام میں اِس بارے میں یوں وضاحت کی گئی ہے، ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہم جِتنوں نے مسیح یسوع میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اُس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا؟ پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلہ سے ہم اُس کے ساتھ دفن ہوئے تاکہ جس طرح مسیح، باپ کے جلال کے وسیلہ سے مُردوں میں سے جِلایا گیا اُسی طرح ہم بھی نئی زندگی میں چلیں۔'' (رومیوں۶: ۳۔۴)

کیا آپ مسیح پر اِیمان لا کر نجات کے لئے بپتسمہ پا چکے ہیں؟ اگر آپ نے ایسا نہیں کِیا تو جیسا کہ مسیح خداوند نے کہا، آپ سزا پائیں گے۔

مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو یہ بھی کہا کہ اُن کے اندر الٰہی معجزے دِکھانے کی بھی اہلیت و قابلیت ہو گی۔ ایسا کیوں ضروری تھا؟ معجزات اِس بات کا ٹھوس ثبوت تھے کہ خوشخبری جو شاگرد پھیلا رہے ہیں وہ درحقیقت خدا کی طرف سے ہے۔ کلامِ مُقدس میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ خوشخبری پھیلاتے ہوئے شاگردوں نے معجزات دِکھائے۔ اَب جبکہ ہمارے پاس خدا کے پاک رُوح کی تحریک سے قلمبند گواہی موجود ہے کہ مسیح کون ہے اور اُس نے ہمارے لئے کیا کِیا تو ہمیں اپنے پیغام کی صداقت کے لئے معجزات کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اِس کے باوجود آج بہت سے لوگ معجزات کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر اُن کے معجزے مسیح کی طرف اِشارہ نہیں کرتے یا اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی خوشخبری کی تصدیق نہیں کرتے تو معجزات دِکھانے والے کا پیغام جھوٹا ہے۔

خدا کا پیارا بندہ مرقس اپنے اِلہامی بیان کو اِن الفاظ سے ختم کرتا ہے، ''پھر اُنہوں نے (یعنی شاگردوں نے) نکل کر ہر جگہ منادی کی اور خداوند اُن کے ساتھ کام کرتا رہااور کلام کو اُن معجزوں کے وسیلہ سے جو ساتھ ساتھ ہوتے تھے ثابت کرتا رہا۔''(مرقس۱۶:۲۰)

اور اَب ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا ہے کہ کیا ہم شاگردوں کی طرح اپنے خداوند مسیح یسوع کی وفاداری و تابعداری سے خدمت کر رہے ہیں؟ کیا ہم نجات کی خوشخبری پھیلانے کے لئے شاگردوں کی طرح اپنے مالک و خداوند کے حکم پر عمل کر رہے ہیں؟